امام حسینؑ اور تحریکِ کربلا

(فضائل، سیرت، تاریخ)

مصنف

بی بی رشیدہ احمد زئی

نظر ثانی

آغا میر نصیر خان احمد زئی کمبرانی (تلہ امتیاز)

ناشر: ادارہ احیاء تراث اسلامی، کراچی، پاکستان

مؤلف: آلِ محمد رضوی مسلمان سوسائٹی کراچی

امام حسینؑ اور تحریکِ کربلا

(فضائل، سیرت، تاریخ)

مصنفہ

بی بی درشہوار احمدزئی

نظرثانی

آغا میر نصیر خان احمدزئی کمبرانی (ستارۂ امتیاز)

ناشر

احمد بک سیلرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	امام حسینؑ اور تحریک کربلا
مصنف	:	درشہوار احمد زئی
نظر ثانی	:	آنریری نصیر حسین احمد زئی کہرانی (ستارہ امتیاز)
ناشر	:	احمد بک سیلرز، کراچی
دوسرا ایڈیشن	:	جنوری 2021
ہدیہ	:	

ملنے کا پتہ

احمد بک سیلرز

R-718، بلاک 20، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 021-36364924

Email: sh.jafri786@gmail.com

انتساب

اپنے بزرگوار

خان اعظم امیر بلوچ

حضرت میر غراب خان شہید کے نام

جو

حضرت امام حسینؑ کے سچے عاشقوں میں سے تھے کہ

جنہوں نے انگریز استعمار سے لڑتے ہوئے شہادت پائی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عناوین

مقدمہ	آغا نصیر خان احمد زئی	۳
پیش لفظ	در شہوار احمد زئی	۱۵
☐ امام حسین علیہ السلام کا تعارف		۱۷
☐ اس گھرانے کی عظمت قرآن کریم کی نظر میں		۱۹
☐ آیت تطہیر		۲۰
☐ احادیث		۲۱
☐ تفاسیر کی نظر میں		۲۱
☐ آیت مباہلہ		۲۳
☐ احادیث		۲۴
☐ تفاسیر کی نظر میں		۲۵
☐ آیت مودۃ		۲۷
☐ احادیث		۲۸
☐ تفاسیر کی نظر میں		۲۹
☐ آیت درود		۳۰
☐ درود شریف کی اہمیت		۳۱
☐ باکمل درود بھیجنے کی ممانعت		۳۲
☐ درود شریف پڑھنے کا سنت طریقہ		۳۲
☐ آپ کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ کے چند فضائل		۳۳
☐ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ الزہراؑ کے چند فضائل		۳۷
☐ امام حسینؑ احادیث کی نظر میں		۳۸

- آپ کے خانوادے (اہلبیتؑ) کے مجموعی خصائل ۳۰
- میرے اہلبیت کشتی نوح کی مانند امت کے لئے کشتی نجات ہیں ۳۱
- میرے اہلبیتؑ امت کے لیے باب حطہ ہیں ۳۱
- میرے اہلبیت امت کے لئے امان ہیں ۳۱
- اہلبیت امت میں اتحاد کی علامت ہیں ۳۲
- اہلبیتؑ رحمت کا گھرانہ اور علم کا معدن ہیں ۳۲
- اہلبیتؑ اوصیاء خدا ہیں ۳۲
- اہلبیت حق کے راستہ پر ہیں ۳۳
- اہلبیت بہترین ریسمان ہدایت ہیں ۳۳
- اہلبیت معیار حق و باطل ہیں ۳۳
- اہلبیت کا کسی دوسرے سے قیاس نہیں کیا جاسکتا ۳۴
- پیغمبر اسلام کی محبوب ترین ہستیاں ۳۴
- تمام کائنات سے افضل ترین خلائق ۳۴
- اہلبیت دین کا آغاز و انجام ہیں ۳۴
- اہلبیت علم الٰہی کے خزانہ دار ہیں ۳۵
- اہلبیت علم لدنی کے مالک ہیں ۳۵
- اہلبیتؑ کے تمام علوم، علم نبی کا حصہ ہیں ۳۶
- اہلبیت اہل القرآن ہیں ۳۶
- اہلبیت علم و فہم و حکمت کا مرکز ہیں ۳۷
- اہلبیتؑ معدن رسالت ہیں ۳۷
- اہلبیتؑ ستون حق ہیں ۳۸
- اہلبیتؑ اسرار الکلام ہیں ۳۸
- اہلبیتؑ ابواب اللہ ہیں ۳۸

- اہلبیتؑ غرقاب اللہ ہیں ۴۹
- اہلبیتؑ ارکان عالم ہیں ۴۹
- کبھی نہ گمراہ ہونے کا آسان ترین نسخہ ۴۹
- روز قیامت دو چیزوں کے متعلق باز پرس کروں گا ۵۰
- قیامت کے دن چار چیزوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا ۵۰
- تم لوگ عنقریب آزمائش میں ڈالے جاؤ گے ۵۰
- اہلبیتؑ کی محبت سے چار فوائد حاصل ہوتے ہیں ۵۰
- محبت اہلبیتؑ کے انسانی زندگی پر اثرات ۵۱
- اہلبیتؑ کی محبت سے قلب میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے ۵۱
- اہلبیتؑ کی محبت سے ایمان میں تازگی اور حکمت کا جاری ہونا ۵۱
- ایمان کا دارومدار اہلبیتؑ کی محبت پر ہے ۵۱
- ایمان کا دارومدار محبت اہلبیتؑ پر ہے ۵۲
- رسولؐ کی محبت کے واسطے اہلبیتؑ سے محبت کرو ۵۲
- دشمن اہلبیتؑ جہنم میں جائیں گے ۵۲
- اہلبیت رسولؐ سے بغض رکھنے والا منافق ہے ۵۲
- اہلبیتؑ سے بغض وحسد رکھنے والا حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا ۵۳
- نبی اکرمؐ کا آخری ارشاد کہ میرے اہلبیتؑ کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا ۵۳
- اسلام کی بنیاد آل محمدؐ کی محبت ہے ۵۳
- اہلبیتؑ کی محبت سے دین میں کمال حاصل ہوتا ہے ۵۳
- اہلبیتؑ کی محبت سے پل صراط پر ثابت قدمی رہے گی ۵۳
- اہلبیتؑ کی محبت کرنے والا قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا ۵۴
- اہلبیتؑ کی محبت اللہ پاک تک رسائی کا ذریعہ ہے ۵۴
- اہلبیتؑ ہی "راسخون فی العلم" ہیں ۵۴

- اہلبیتؑ ہی "اہل الذکر" ہیں ۵۵
- اہلبیتؑ ہی آیت "کونوا مع الصادقین" کا مصداق ہیں ۵۵
- اہلبیتؑ ہی "ومن عندہ علم الکتاب" کے مصداق ہیں ۵۵
- اہلبیتؑ ہی مفسر قرآن ہیں ۵۶
- آیت "حسنہ" سے اہلبیتؑ کی محبت مراد ہے ۵۶
- آیت "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" سے مراد اہلبیتؑ ہیں ۵۷
- میرے بعد بارہ خلفاء/ امیر ہوں گے ۵۸
- سیرت امام حسین علیہ السلام ۵۹
- آپؑ کی عبادت ۵۹
- آپؑ کا احسان وکرم ۶۱
- آپؑ کے بعض جوابات ۶۵
- آپ کی شخصیت کی چند خصوصیات ۶۷
- ذاتی ونسلی امتیازات وخصوصیات ۶۸
- خصوصیت شہادت ۶۹
- حسین علیہ السلام جامع کمالات ۶۹
- اکتسار علوم ومعارف! ۷۰
- فصاحت وبلاغت! ۷۰
- عدیم النظیر خطیب! ۷۱
- آپ کے کلام میں معنوی پہلو ۷۲
- آپ کے چند اقوال زریں ۷۸
- حضرت امام حسین علیہ السلام صحابہ کرام علماء ومفکرین کی نظر میں ۸۲
- عہد وسطی کے مفکرین ۹۰
- عہد جدید کے مفکرین ۹۲

- بنوامیہ کے متعلق مستشرقین کی رائے ۹۵
- امام حسینؓ غیر مسلم مفکرین کی نگاہ میں ۹۸
- امام حسین علیہ السلام کے عہد کے سیاسی حالات ۱۱۲
- عمل، زر پاشی اور بازاری ۱۱۳
- شریعت اسلام میں تبدیلی ۱۱۴
- اصحاب رسولؐ پر جمعہ کے خطبہ میں سب وشتم (گالیاں) ۱۱۵
- مالی بدعنوانیاں ۱۱۵
- استلحاق زیاد بن سمیہ ۱۱۶
- قانون کی بالادستی کا خاتمہ ۱۱۶
- سرکاٹنے اور لاشوں کی بے حرمتی کا رواج ۱۱۷
- آزادی اظہار رائے کا خاتمہ ۱۱۸
- نسلی اور قومی عصبیتوں کا عروج ۱۱۹
- بنوامیہ کا کارخانہ حدیث سازی ۱۲۲
- ملوکیت کے اسلامی معاشرے پر پڑنے والے اثرات ۱۲۴
- یزید بن معاویہؓ کا کردار ۱۲۹
- انقلاب کی تیاریاں ۱۲۹
- امر بالمعروف کی اہمیت ۱۳۲
- خواص کی فضلیت کی وجہ ۱۳۳
- حق کے قیام سے پہلوتہی ۱۳۴
- رسول کی ہم نشینی کی بے جا توقع ۱۳۴
- آئین اسلام کی خلاف ورزی ۱۳۴
- گمراہوں کی حالت زار ۱۳۵
- ان سب حالات کے ذمہ دار آپ خود ہیں ۱۳۵

- باطل حق پرستوں کی کمزوری کی وجہ سے قابض ہے ۱۳۵
- ریاست کا میڈیا ٹرائل ۱۳۶
- خطاب کا اختتام ان الفاظ میں فرمایا ۱۳۶
- انقلابی مرحلے کا آغاز ۱۳۷
- گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کی دربار میں طلبی اور بیعت کا مطالبہ ۱۳۸
- قبر رسول پر حاضری ۱۳۹
- روضہ نبیؐ پر الوداعی سلام ۱۳۹
- ام المومنین حضرت بی بی سلمہؓ کو جواب ۱۴۰
- محمد بن حنفیہ کو جواب ۱۴۱
- وصیت نامہ امام حسینؑ ۱۴۲
- عبداللہ ابن عمر کو جواب ۱۴۳
- اہل بصرہ کے نام خط ۱۴۴
- اہل کوفہ کے نام خط ۱۴۵
- مکہ چھوڑتے ہوئے خطاب ۱۴۶
- فرزدق کو امام کا جواب ۱۴۷
- امام حسینؑ کا انقلابی اقدام ۱۴۷
- اہل کوفہ کے نام دوسرا خط ۱۴۸
- کوفہ کے راستے ۱۴۸
- ثعلبیہ کے مقام پر سوال کا جواب ۱۴۸
- شقوق کے مقام پر چند اشعار ۱۴۹
- شراف کے مقام پر لشکر حر سے خطاب ۱۴۹
- بیضہ کے مقام پر لشکر حر سے اپنی جدوجہد کے مقاصد کا بیان ۱۵۰
- موجودہ حکومت آئین شکن، غیر قانونی ہے ۱۵۰

- کربلا پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب سے خطاب ۱۵۲
- امام کی یزیدی سپہ سالار عمر ابن سعد سے ملاقات ۱۵۳
- نویں محرم کو عصر کے وقت امام کی گفتگو ۱۵۴
- نویں محرم کی شب امام کا خطاب ۱۵۵
- صبح عاشورا اپنے اصحاب سے خطاب ۱۵۶
- امام حسینؑ کی حمد اور تبارک وتعالیٰ کے حضور راز و نیاز ۱۵۷
- یوم عاشورا امام کا پہلا خطبہ ۱۵۷
- روز عاشورہ امام کا دوسرا خطبہ ۱۶۱
- عمر ابن سعد کے ساتھ آخری گفتگو ۱۶۴
- تین مزید عبرتیں ۱۶۶
- جنت اور جہنم کے درمیان فاصلہ ۱۶۸
- خدا کی ناراضگی کے اسباب ۱۶۸
- اصحاب کی شہادت کے موقع پر امام کی گفتگو ۱۶۹
- نماز ظہر کے بعد اصحاب سے خطاب ۱۷۱
- عمر ابن یزید ریاحی کی توبہ ۱۷۲
- حر کے غم میں امام کے چند اشعار ۱۷۳
- شہادت جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام ۱۷۶
- خانوادہ رسالت و دیگر بنی ہاشم کے جوانوں کی شہادت علی اکبرؑ کی شہادت ۱۷۷
- قاسم ابن حسنؑ کی شہادت ۱۸۰
- معصوم علی اصغرؑ کی شہادت ۱۸۱
- سپہ سالار فوج حسینی قمر بنی ہاشم کی شہادت ۱۸۲
- علیک منی سلام یا ابا عبداللہ ۱۸۳
- شہادت عبداللہ بن حسنؑ ۱۸۳

- امام کی رسول زادیوں سے آخری رخصت ۱۸۵
- امام کی رب ذوالجلال کے حضور آخری مناجات ۱۸۹
- پامالی نعش ہائے شہدا اور تاراجی خیام ۱۹۱
- شام غریباں ۱۹۲
- کربلا سے اہل حرم کی روانگی ۱۹۳
- اہل حرم کا کوفہ میں داخلہ ۱۹۴
- بازار کوفہ میں حضرت زینب کا خطاب ۱۹۵
- اہل حرم ابن زیاد کے دربار میں ۱۹۷
- زید بن ارقم کا واقعہ ۱۹۹
- عبداللہ ابن عفیف کا واقعہ ۲۰۰
- سفر دمشق ۲۰۰
- دمشق میں داخلہ ۲۰۲
- دربار یزید میں داخلہ ۲۰۵
- دربار یزید میں حضرت بی بی زینب کا خطبہ ۲۰۹
- مدینہ روانگی ۲۲۰
- اہلیان مدینہ کو آمد کی اطلاع ۲۲۱
- مدینے سے نزدیک امام زین العابدین کا خطبہ ۲۲۲
- ام کلثوم کا مرثیہ ۲۲۳
- اجتماعی تحریکوں کا آغاز ۲۲۳
- توابین کی تحریک ۲۲۷
- امیر مختار بن ابیدہ ثقفی کی تحریک ۲۲۸
- شہادت امام حسینؑ اثرات ۲۲۹
- ضمیمہ: واقعہ کربلا میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کا کردار ۲۲۴

مقدمہ

آغا نصیر خان احمد زئی

ہمارے خاندان میں ہمیشہ سے اولیاء اللہ سے محبت رہی ہے۔ اور ہر زمانے میں ایسے افراد موجود رہے ہیں۔ جن کا مزاج فقیرانہ تھا جو روحانی کمالات رکھتے تھے میرے دادا خان محراب خاں شہید بھی اسی ذوق کے حامل تھے۔ پورا سال اپنی خصوصی توجہ سے ایک دنبے کی پرورش کرتے اور اسے ۱۰ محرم کو ذبح کرتے۔ آپ جب خان آف قلات کے منصب پر فائز ہوئے تو چند افراد نے آپ سے اپنی اس روش کو ترک کرنے کو کہا۔ آپ اس مشورے پر سخت برہم ہوئے اور اسی خلوص سے اپنی سابقہ روایت کو جاری رکھا۔ میر محراب خاں امام حسین علیہ السلام سے شدید قلبی محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات امام حسین علیہ السلام کو یاد کرتے اور ہمیشہ دعا رہتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی امام حسین علیہ السلام کی طرح شہادت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور آپ انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

میری بیٹی بی بی درشہوار میں بھی اپنے اجداد کا فقیرانہ ذوق بچپن سے پایا جاتا ہے۔ اس کے بچپن میں بعض ایسے خارق العادہ واقعات ہوئے جو اس کی غیر معمولی شخصیت کا پتہ دیتے تھے۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات نے اس بات کو سچ ثابت کر دکھایا۔ اور بی بی بچپن سے امام حسین علیہ السلام کی عاشق تھی ہمیشہ ان کا تذکرہ کرتی اور محرم کے دنوں میں خاص طور پر اس پر عجیب کیفیت طاری رہتی۔ ویسے بھی ہمارے بلوچ سماج میں مذہبی رواداری شروع سے موجود رہی ہے۔ ہم لوگ تنگ نظری، تعصب سے دور رہے۔ ہمارے معاشرے میں سادات کا ہمیشہ احترام کیا جاتا ہے۔ ہر قبیلہ اپنے مخصوص سادات کا مرید ہوتا ہے۔ ریاست کے زمانے میں جب بھی خان یا سردار کی دستار بندی ہوتی وہ سید سے کروائی جاتی آغا سید اورنگ شاہ دوپاسی اس منصب پر فائز تھے۔ اسی طرح خواتین کے دربار میں بلوچی حال احوال

سب سے پہلے عید سے شروع ہوتا اگر عید موجود ہوتا تو احوال احمد زئی کرتے۔

امام حسین علیہ السلام سے محبت ہمارے بلوچ سماج میں شروع سے موجود ہے بلکہ ہمارا تو تاریخی دعویٰ یہ ہے کہ حسین اہلبیت میں پہلے حضرت علی علیہ السلام اور بعد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینے کے جرم میں مصائب اٹھانے پڑے۔ ہجرتیں اختیار کرنی پڑیں اور ہمیشہ ہم حالت اختفاء میں شامل رہے۔ بلوچوں کی تمام تاریخیں ان واقعات پر متفق ہیں۔ یہی بعد میں بلوچی تاریخ قرار پائی ہے۔ جسے ہمارے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی بلوچی شاعری میں محفوظ کیا گیا ہے۔ اور بی بی کو تاریخ سے دلچسپی ابتدائی عمر سے تھی مجھے یاد ہے کبھی اپنی بیٹی سے تاریخ اسلام کے مختلف موضوع زیر بحث رہتے تو میری بیٹی واقعات کربلا اور آل رسولؐ پر ہونے والے مظالم کے بارے میں سوال کرتی اور پوچھتی کیا بنی امیہ و بنی عباس کی حکومتیں اسلامی تھیں۔ کیا قرآن مجید نے مسلمانوں کو بھی نبی کریمؐ کی اولاد سے محبت کرنے کے حکم کو اجر رسالت قرار نہیں دیا؟ اور کیا مسلمان ہر واجب نماز میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام نہیں بھیجتے کہ جس کے بغیر مسلمان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ پھر کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں نے نبی کریمؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی آل رسولؐ سے اتنا برا سلوک کیا کہ آپ کی اولاد کو قتل کیا۔ اور آپ کی بیٹیوں کو کوفہ و شام کے بازاروں میں قیدی بنا کر پھرایا۔ موضوع ہونے کی وجہ سے میں ان تاریخی واقعات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں در بی بی کو سمجھاتا کہ بیٹا بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتیں قطعاً اسلامی ایسی فقط مسلمان بادشاہتیں تھیں کہ جنہوں نے زور زبردستی سے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنے مفادات کے تحت اس مکتب فکر کو پروان چڑھایا۔ جو ان کے استبداد کا جواز فراہم کرتا اور ان کی استعماری ضرورت کو پوری کرتا تھا۔ در بی بی کی بچپن کی یہی اسلام کو سمجھنے کی اسپرٹ باعث بنی کہ آج امام حسین علیہ السلام کے موضوع پر کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ میں در بی بی کو اس قیمتی کتاب کے شعبے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور انہیں مزید موضوعات پر قلم اٹھانے کی دعوت فکر دیتا ہوں۔

آغا نصیر خان احمد زئی (کبرانی) مرحوم

"ستارہ امتیاز" تھوری نصیر خان مرکز اشاعت، A-18 مریاب روڈ کوئٹہ

پیش لفظ

در شہوار احمد زئی

امام حسین علیہ السلام سے محبت بچپن سے میرے وجود میں موجود تھی جیسے اسے میری فطرت میں گوندھ دیا گیا ہے۔ قلات میں بی بی نیک زن، بی بی پاک دامناں، سائیں چنگین شاہ کے آستانوں میں بھی حاضری دیتی رہی۔ اسی طرح اسکول جاتے ہوئے میں دکانی بابا سے چھیڑ چھاڑ کرتی ان کے پاس جاتی وہ لحاف اوڑھے ہوئے ہوتے۔ تو لحاف اٹھا کر پھینک دیتی انہیں کنکر مار کر بھاگ جاتی تھی، ابا مجھے بہت منع کرتے۔ لیکن میں اپنی اس چھیڑ چھاڑ کے عمل سے باز نہ آتی۔ بہت بعد میں مجھے ایک صاحب نظر بی بی نے بتایا یہ تم ان پر کنکر نہیں پھینکتی تھیں بلکہ یہ ان کی طرف سے تم پر لطف کی نظر اور تائید تھی جس کی وجہ سے تمہیں کھینچا جا رہا تھا۔

ہمارا بچپن بڑا اچھا گزرا اس زمانے میں تعصب نام کی چیز نہ تھی۔ لوگ بہت خوش عقیدہ اور سب آپس میں محبت بھائی چارے اور رواداری سے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے ہاں تقاریب میں شرکت رہتی۔ ہمارے دادا کا مکان میکانگی روڈ پر تھا اس زمانے میں ہمیں ماہ محرم کا شدت سے انتظار رہتا۔ محرم کے شروع ہوتے ہی مجھ پر خود بخود رنج و غم کی کیفیت طاری ہو جاتی اور میں عزادار بن جاتی۔ والد صاحب کی پھوپھی بی بی خدیجہ جو میر خداداد خان کی بیٹی تھیں اور جو پیر جمال الدین کو بیاہی تھی۔ خاص طور پر محرم منانے ہمارے گھر آتیں اور عاشورا تک ہمارے یہاں ٹھہرتیں۔ ہمارے خاندان کے اکثر لوگ امام بارگاہ آتے جاتے تھے محرم کے مہینے کو اماموں کا مہینہ اور چاند کو اماموں کا چاند کہتے ہیں لوگ الٹی چارپائی پر سوتے، خواتین بناؤ سنگار سرمہ وغیرہ سے پرہیز کرتیں۔ شربت کی سبیلیں لگائی جاتیں اور لوگ امام حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ کرتے تھے۔ عاشورا کو لوگ قبرستان یا کسی سید کے گھر جمع ہو کر گندم ابال کر تقسیم کرتے تھے جسے "حسینی کوہل" کہا جاتا تھا۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں جو جملہ

استعجاب یا مصیبت کے وقت بے ساختگی سے نکلتا ہے وہ "یا حسین" ہے ایسے جیسے یہ جملہ ہمارے لوگوں کے باطن میں رکھا گیا ہو اسکول اور کالج کے زمانے میں بھی میرا امام حسین علیہ السلام اور ان کے خانوادے سے عشق جاری رہا۔ میری زندگی کی اصل معنوی تبدیلی کا آغاز شادی کے بعد ہوا۔ شادی کے بعد میں کراچی منتقل ہوگئی اس تمام سفر میں میری ہمسفر اور ہمدرد سہیلی سلمہ رہی۔ جو مخدوم حامد محمود کی صاحبزادی اور پیر صاحب آف پگارا کی مریدہ تھیں۔ یہ بڑا عجیب روحانی تلاطم کا دور تھا۔ اور عجیب روحانی کیفیت سے ہم گزرے، بہر حال مجھ پر امام حسین علیہ السلام اور حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کی خصوصی نظر کرم ہے۔ جو ایک تفصیلی موضوع کی متقاضی ہے جسے آئندہ ضبط تحریر میں لایا جائے گا۔

موجودہ کتاب کی تحریر کی وجہ بھی یہی محبت بنی کہ میں امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر قلم اٹھاؤں۔ چونکہ میرے والد گرامی تاریخ اسلام و بلوچستان کے نامور مورخ ہیں۔ ان کی لائبریری میں تاریخ پر ہزاروں کتب موجود ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کی تحریر میں میری بڑی معاونت کی۔ اور ہر ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر بابا کی سرپرستی نہیں ہوتی تو شاید یہ کتاب مکمل نہ ہوتی۔ میں یہاں پروفیسر ڈاکٹر رضا عسکری صاحب کا بھی خصوصی طور سے شکریہ ادا کروں گی کہ جنہوں نے مجھے ہر وقت حوالہ جاتی کتب مہیا کیں۔

میں پروردگار عالم کے حضور شکر گزار ہوں کہ اس کی دی ہوئی توفیقات کے نتیجے میں سوانح امام حسین علیہ السلام پر یہ کام مکمل ہوا۔ انشاء اللہ یہ کام میری آخرت کے لئے توشہ نجات ثابت ہوگا۔ اپنی سہیلی سلمہ کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو میری بہت سے معاملات میں ساتھی اور محرم راز ہے۔

درشہوار احمد زئی

نوری نصیر خان مرکز۔ کوئٹہ

امام حسین علیہ السلام کا تعارف

امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ میں ہوئی جوں ہی آپ کی ولادت کی خبر رسول اکرمؐ تک پہنچی تو آپ فوراً حضرت بی بی فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے فرمایا۔

"یا اسماء ھاتی ابنی" اے اسماء میرے بیٹے کو لے آؤ

حضرت بی بی اسماء امام حسینؑ کو سفید کپڑے میں لپیٹے آنحضرتؐ کے پاس لائیں۔ رسول اکرمؐ نے خوشی کے عالم میں بچے کو اپنی آغوش میں لیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہہ کر حسینؑ کو اسماء بنت عمیسؓ کی گود میں واپس دے دیا۔ اسی لمحہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بی بی نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا(۱)

"من ابنی ھذا" میرے گریہ کا سبب یہ نومولود بچہ ہے۔

بی بی اسماء نے پوچھا۔ بھلا کیسے یہ مولود جس نے ابھی اس دنیا میں آنکھیں کھولی ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اے اسماء اس کو میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ خدا اس گروہ کو میرے شفاعت سے محروم رکھے گا۔ اے اسماء یہ خبر فاطمہؑ کو نہ دینا کیونکہ ابھی اس کے یہاں ولادت ہوئی ہے۔

پھر رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔

یا رسول اللہ۔ آپؐ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے نام رکھنے میں پہل کر سکتا ہوں۔

---

(۱) تفصیلات دیکھئے کتاب "سر الشہادتین" مولفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

ولادت کے ساتویں روز جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور فرمایا۔

اے پیغمبر اکرمؐ خدا کا درود و سلام ہو آپ پر۔ اس مولود کا نام ہارون کے چھوٹے فرزند شبیر کے نام پر رکھیں جسے عربی میں حسین کہتے ہیں۔ کیونکہ علیؑ کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ بن عمران سے تھی صرف یہ کہ آپ آخری پیغمبر ہیں۔(۱)

امام حسینؑ کی پیدائش کا ایک خصوصی واقعہ یہ تھا کہ آپ شکم مادر میں کل چھ مہینہ رہے جس کی مثال تاریخ انبیاء میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ آیت "اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے رنج کے ساتھ اسے اپنے شکم میں رکھا اور رنج کے ساتھ جنم دیا اس کی مجموعی مدت حمل و شیر خوارگی تیس ماہ تھی پھر جب وہ جوان ہو کر توانا ہوا اور عقل اس کی کمال کو پہنچی اور عمر اس کی چالیس سال ہو گئی تو دست دعا بلند کر کے یوں خالق کائنات کے حضور عرض گزار ہوا۔ اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں اور میرے والدین تیری عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں اور ایسے اعمال بجا لاؤں جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں۔ میری ذریت میں سے صالحین کو پیدا فرما میری بازگشت تیری جانب ہے اور میں تیرا تابع فرماں ہوں انہی لوگوں کے بہترین اعمال کو قبول کریں گے اور ان سے کیے گئے وعدہ صادقہ کے مطابق اہل جنت میں ہم ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے۔"(۲)

مذکورہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس خاص شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی مجموعی مدت حمل ۳۰ ماہ بنتی ہے جبکہ عام طور پر ۳۳ ماہ ایک عام بچے کا شکم مادر اور شیر خوارگی کی عمر کے اختتام تک چاہئے ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ، یحییٰؑ اور امام حسینؑ کی مدت حمل چھ ماہ بنتی ہے لیکن آیت کے دوسرے پہلو نشوونما رہ جاتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ چالیس سال کی عمر سے پہلے شہید کر دیے گئے اور اسی طرح

---

(۱) معانی الاخبار، صفحہ ۵۷، بحار الانوار، صفحہ ۲۸۱۔ (۲) سورہ احقاف، آیت ۱۵، ۱۶

حضرت عیسیٰ بھی ۳۳ برس میں آسمان پر اٹھا لیے گئے اور اس آیت میں والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم ہے جبکہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے دنیا میں بھیجے گئے۔

تاریخ میں نظر آتا ہے کہ ۴۴ ہجری میں امیر معاویہ نے ایام حج میں چند سیاسی اقدامات کئے اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۴۰ سال تھی آپ نے ایک خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مولا میں تیری اس نعمت عظمیٰ پر کہ تو نے مجھے شجرہ طاہرہ (۱) نبویہ کی مقدس شاخ سے قرار دیا اور تیرے اس احسان عظیم پر کہ تو نے میرے آباء و اجداد کو عظمت انسانی کی انتہائی رفعتوں پر سرفراز فرمایا۔ تیرا تہہ دل سے عملی طور پر شکر گزار ہونے کی سعادت کی توفیق کی تجھ سے بھیک مانگتا ہوں تاکہ تیری شکر گزاری کا حق ادا کر سکوں۔

میرے مولا، تیرا دین خطرے میں ہے طاغوتی طاقتیں اس کے استحصال کے لئے سرگرم ہو چکی ہیں کہیں تیرے محبوب کی تیئیس سالہ کوشش ناکام نہ ہو جائیں۔ کہیں تیرے ایک لاکھ چوبیس ہزار فرستادوں کی صدہا سالہ محنتوں پر پانی نہ پھر جائے۔ پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تیری راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دے کر تیرے مٹتے ہوئے دین کو بچا لوں۔ اور تیرے نظر کرم کا مستحق ہو جاؤں میرے معبود جس طرح تو نے میرے آباء و اجداد علیہم السلام کو اپنے عظیم پیغام کی تبلیغ کے لئے منتخب کیا ہے اسی طرح میری اولاد میں سے بھی اپنے دین کی حفاظت کے لئے صالحین (۲) کا ایک سلسلہ جاری فرما کہ تیرے ابدی دین اور سرمدی پیغام کو پھر کوئی منافق بدخواہ میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ کر سکے تو ہی میری جائے فریاد ہے اور تیری رضا پر ہی میرا سر تسلیم خم ہے۔

اس گھرانے کی عظمت قرآن کریم کی نظر میں

امام حسینؑ اور ان کے خاندان کی عظمت و بلندی تک دنیا کا کوئی گھرانہ پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ایسی عظمت کسی اور گھرانے کو نصیب ہو سکی آپ کے نانا رسول، کرم نانی

---

(۱) سورۂ احزاب کی آیت تطہیر کی رو سے اللہ تعالیٰ نے اہلبیت کو تمام آلودگیوں سے پاک صاف طیب و طاہر بنایا ہے۔
(۲) صالحین کے سلسلے سے مراد اہلبیت کی نسل سے طیب و طاہر بارہ امام آئمہ اہلبیت اور آپ کی نسل میں پیدا ہونے والے قطب اولیاء ابدال و قلندر ہیں۔

خدیجۃ الکبریٰ ماں فاطمہ ہر باپ علی مرتضیٰ اور بھائی حسن مجتبیٰ تھے۔ یہ تمام افراد اپنی اپنی جگہ آسمان فضیلت کے قطبی ستارہ تھے اور ہر ایک اپنی جگہ اُمت میں عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں میں اُمت کے سردار ہیں۔ یہ وہ گھرانہ ہے کہ جسے اللہ پاک نے عالمین میں سے چن لیا ہے اور جہاں صبح شام اُس کی تسبیح وتہلیل ہوتی ہے۔ "فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ" "اس گھر کے متعلق خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ کیونکہ ان گھروں میں صبح وشام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔ (سورہ نور آیت 36)

قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے جس میں اس گھرانے کے فضائل ومناقب مختلف مقامات پر بیان ہوئے ہیں چند مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آیت تطہیر

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

بس اللہ کا ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جیسے پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ (سورہ احزاب، آیت ۳۳)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اہلبیت نبیؐ کو تمام ظاہری، گناہ، نجاست، لغزش سے محفوظ کرتے ہوئے معصوم قرار دیا ہے اہلبیتؑ کو تمام برائیوں سے پاک قرار دینا اصل میں ان کی زندگی کو رسول اکرمؐ کے بعد غیر متنازعہ صاف شفاف اور بغیر کسی شک وشبہ کے نمونہ عمل (Role Model) بنانا ہے جن کی زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر اور سنت رسولؐ کا بہترین نمونہ ہے یہ الٰہی صفات کی حامل برگزیدہ ہستیاں پاکیزہ گلدستہ کی مانند ہے جو نبوت ورسالت کے آئین ودستور کی حفاظت اور اس کی تشریح اور ان کے پیغام اور مقاصد کو آگے بڑھانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

یہ اتنے بابصیرت بالیدہ فکر، روشن باطن، مضبوط ارادے اور توفیق پروردگار سے ان کی روح ایسی صلاحیت کی حامل ہوتی ہے کہ جو معصیت، خطا و نسیان، گناہ و لغزش سے اپنے گہرے علم اور شعور کے باعث بچے رہتے ہیں جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر اپنے علم و تجربے کی بنیاد پر مرض کی تیر بہدف تشخیص کرنے میں غلطی نہیں کرتا اور ماہر وکیل اپنی قانونی مہارت، علم و تجربہ کی بناء پر مقدمے کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

احادیث

ام المومنین بی بی ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا!" رسول اللہ نے علی علیہ السلام کو فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ علیہ السلام کو طلب کیا اور ان پر چادر خیبری اوڑھادی اور فرمایا۔ خدایا یہ میرے اہلبیتؑ ہیں لہٰذا ان سے رجس کو دور رکھنا اس طرح پاک رکھنا جو تطہیر کا حق ہے۔ اس کے بعد میں نے چادر اٹھا کر داخل ہونا چاہا۔ آپ نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ اور فرمایا تمہارا انجام بخیر ہے۔(۱)

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ ایک صبح گھر سے برآمد ہوئے جب آپ سیاہ بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے اتنے میں حسنؑ آئے تو آپ نے انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر حسینؑ آگئے۔ آپ نے انہیں بھی لے لیا۔ پھر فاطمہؑ آگئیں انہیں بھی شامل کرلیا۔ پھر علیؑ آگئے انہیں بھی داخل کرلیا اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی۔(۲)

تفاسیر کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی، مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے قرآن مجید کے نسخے میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل، سنن ترمذی شریف، مستدرک علی الصحیحین، مسند الشافعی (۲) صحیح مسلم شریف، جلد ۲ صفحہ ۲۳۱

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ نبیؐ کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر بالکل پاکیزہ صاف کر کے ان کے رتبے کو ایسی قلبی طہارت اور اخلاقی پاکیزگی عطا فرمائے جو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز ہو۔

(یطہرکم کے بعد تطہیر افرمایا) یہ تطہیر (پاکیزگی رجس) (نجاست) سے دوری اس قسم کی نہیں ہے۔ سورہ انفال آیت ۱۱ میں یہ ہے "وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ امن دینے کے لیے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی نازل کر رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطانی نجاست دور کرے اور تمہارے دلوں کو مضبوط بنائے اور تمہارے قدم جمائے رکھے۔" اس تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمل اولیاء اللہ کو حاصل ہے، چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہلبیت میں شامل ہیں، بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، جب کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو چادر میں لے کر فرمایا۔

"اللھم ھؤلاء اھل بیتی" اور صبح کی نماز کے وقت حضرت فاطمہؑ کے گھر سے گزرتے ہوئے فرماتے۔ الصلوٰۃ اھل بیت یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے۔(۱)

مولانا اشرف علی تھانوی اپنے ترجمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

آیت تطہیر میں اہلبیت رسول کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی کے گھر والو اللہ چاہتا ہے کہ آپ کو ہر معصیت اور گناہ اور نافرمانی سے خواہ (ظاہراً ہو یا باطناً ہو عملاً یا خلقاً ہو) بالکل پاک و صاف رکھے۔(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حاکم اور نسائی کے حوالے سے ابن عباس کی روایت نقل فرمائی ہے۔ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنین علیہم السلام پر چادر ڈال کر تخصص فرمایا کہ یہی میرے اہلبیت ہیں۔(۳)

---

(۱) تفسیر جلالین صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲ (۲) ترجمہ قرآن اشرف علی تھانوی صفحہ ۷۲۲

(۳) تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۰ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

دارالعلوم شریعۃ الاسلامیہ العربیہ مصر کے استاد علامہ مصطفیٰ احمد مراغی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ ہر روز نو ماہ تک ہر نماز کے وقت حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے دروازے پر آکر فرماتے تھے (اسلام علیکم ورحمۃ اللہ) پھر آیت تطہیر تلاوت فرماتے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی رسول اللہؐ نے فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ کو بلایا۔ اور اپنی چادر اوڑھا کر ارشاد فرمایا۔ "اللھم ھؤلاء اھلبیتی" "اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۱)

آیت تطہیر کی تفسیر شان نزول احادیث کی معتبر کتابوں میں یہی بیان کی گئی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے چادر طلب کی اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو چادر کے نیچے جمع کیا ایک حصہ خود بھی اوڑھا پھر ارشاد فرمایا۔

"اللھم ھؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا!"

"پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں لہٰذا ہر آلائش کو ان سے دور رکھ اور ان کو پاک و پاکیزہ فرما۔"(۲)

آیت مباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

پس تمہارے پاس علم آنے کے بعد جو لوگ تم سے کج بحثی کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو پھر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ (سورہ آل عمران، آیت ۶۱)

---

(۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۱

(۲) سنن ترمذی شریف صفحہ ۳۷۶ "مسند امام حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۱۶ "مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۰۷ "مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹ "ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ "تفسیر در منثور تفسیر آیت تطہیر "تفسیر فخر الدین رازی جلد ۶ صفحہ ۷۸۳ "اسد الغابہ معرفۃ صحابہ جلد ۵ صفحہ ۵۶۱ "تفسیر سراج المنیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۸۔

تشریح:۔ واقعہ مباہلہ اہم قرآنی وتاریخی واقعات میں سے یہ واقعہ ۲۴ ذوالحجہ ۱۰ ہجری کو پیش آیا جب نجران کے عیسائیوں کے بڑے وفد سے مذاکرات جمود کا شکار ہو گئے مستقل ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے تھے اور نبی اکرمؐ کے مستقل دلائل قبول نہیں کر رہے تھے۔ اسلام کا یہ معرکہ بدر، احد، خندق سے مختلف ہے۔ یہ جنگ میدان میں اسلحہ کے زور پر نہیں لڑی گئی۔ بلکہ یہ ایک روحانی معرکہ تھا جس میں حق و باطل، سچ جھوٹ کا فیصلہ ہونا تھا۔

اس روحانی مقابلہ میں رسول اکرمؐ نے تمام اہل اسلام صحابہ از دواج میں سے صرف چار شخصیات کو منتخب فرمایا۔ "نساءنا" عورتوں کی جگہ حضرت بی بی فاطمہؑ کا انتخاب کیا "ابناءنا" کی جگہ آپ نے امام حسنؑ و حسینؑ کو چنا اور "انفسنا" کی جگہ آپ نے حضرت علیؑ کا انتخاب کیا اس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں سے اپنے منتخب بندوں کو چنتے ہوئے ان کا تعارف بھی کرا دیا۔ کہ یہی لوگ نبوت و رسالت کے پیغام کو آگے بڑھانے پر معمور ہیں۔

احادیث

۱۔ حضرت حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ بی بی فاطمہؑ اور حضرت حسنینؑ کو بلا کر کہا کہ اے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۱)

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب آیت ہذا ابناءنا کم نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۲)

۳۔ ابناءنا سے حسنؑ و حسینؑ نساءنا سے بی بی فاطمہؑ اور انفسنا سے آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ ہیں۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۶۹ حدیث نمبر ۱۵۵" صحیح مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۵۱۹" ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۷۱۹ حدیث نمبر "۱۵۸" مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۸۵" کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ حدیث ۱۵۹

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸" ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۷" مشکوٰۃ شریف جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۹۔

(۳) فتح الباری فی شرح صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۵۳" تفسیر حقانی جلد ۳ صفحہ ۱۵۳" تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۱۔

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ۔

اَنْفُسَنَا سے آنحضرت اور حضرت علیؑ مراد ہیں ابناءنا سے حضرات حسنینؑ مراد ہیں اور نساء نا سے بی بی فاطمہؑ مراد ہیں۔(۱)

تفاسیر کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اپنے ترجمہ قرآن مجید مطبوعہ سعودی عرب کے تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ مباہلہ کرو۔ جس کی زیادہ موثر صورت یہی تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان اور اولاد کے ساتھ حاضر ہوں۔ اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں۔ کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت اور عذاب ہو۔ یہ مباہلہ اپنے معیار صداقت اور حقانیت کی بنا پر حکم یقین کی کیفیت کا حامل تھا پر وثوق اور یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ دعوت مباہلہ سن کر وفد نجران نے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔

آخر مجلس مشاورت میں ان کے ہوشمند اور تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف اور فیصلہ کن باتیں کہی ہیں۔ بالآخر مباہلہ کرنے کی تجویز پاس کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسنؑ و حسینؑ، فاطمہؑ اور علیؑ کو ساتھ لے کر باہر تشریف لا رہے تھے یہ نورانی چہرے دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا۔ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ جن کی دعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتی ہے ان سے مباہلہ کر کے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ ورنہ ایک نصرانی بھی روئے زمین پر نہیں رہے گا۔ آخر انہوں نے مباہلہ سے دستبردار ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کر لیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔(۲)

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی تفسیر "بیان" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

---

(۱) مستدرک علی الصحیحین۔ (۲) تفسیر عثمانی صفحہ ۷۳، ۷۴ "سورہ آل عمران آیت ۶۱"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب حضورؐ نے نجران کے نصاریٰ کو دعوت اسلام کا فرمان لکھا تھا۔ اس کا خلاصہ تین امور میں ترتیب دیا تھا یا اسلام یا جذیہ یا قتال۔ انہوں نے باہم مشورہ کر کے شرجیل اور عبداللہ بن شرجیل اور صیاء بن قیس کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی۔ یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں کلام کی نوبت پہنچی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جب آپ حضرت فاطمہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ تشریف لا کر مباہلے کے لئے مستعد ہوئے۔ شرجیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ تم کو ان کا نبی ہونا معلوم ہے۔ نبی سے مباہلہ کر کے فلاح نہیں ہو سکتی۔ ہم سب بلاشبہ ہلاک ہو جائیں گے۔(۱)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے نجران کے نصاریٰ کی خدمت میں (وفد) بھیجا۔ ان لوگوں نے مدینہ آ کر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی تکرار سے کام لیا اتنے میں آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ اس پر حضورؐ نے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت فاطمہ علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے تشریف لائے شرجیل نے دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا نبی ہے نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت اور بربادی یقینی ہے۔ اس لئے نجات کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو۔ اس آیت میں "ابنائنا" سے آپ کے نواسے حسنؑ و حسینؑ اور نفس سے آپ کے داماد حضرت علیؑ مراد ہیں۔(۲)

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن مع خزائن العرفان کے حواشی میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی رقم طراز ہیں۔

نصاریٰ نجراں نے دیکھا کہ حضورؐ کی گود میں امام حسینؑ اور دست مبارک میں امام حسنؑ کا ہاتھ اور فاطمہؑ اور علیؑ حضورؐ کے پیچھے ہیں۔ حضور ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ جو نجران کے سب سے بڑے عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے جماعت نصاریٰ میں ایسے مقدس چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اللہ سے پہاڑ ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ

---

(۱) تفسیر بیان القرآن صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ تاج کمپنی کراچی (۲) تفسیر معارف القرآن صفحہ ۷۶۰،۸۵

ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا۔(۱)

تفسیر خزائن العرفان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

جب نصاریٰ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضورؐ کی گود میں امام حسینؑ ہیں۔ دست مبارک میں امام حسنؑ کا ہاتھ ہے علیؑ و فاطمہؑ آنحضرت کے پیچھے ہیں پس اللہ پاک کے حکم سے آنحضرتؐ بیٹے لائے تو وہ امام حسنؑ و حسینؑ اور علیؑ تھے، عورتیں لائے تو فاطمہ تھیں، جانیں لائے تو وہ خود آنحضرتؐ تھے۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔ مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔ چنانچہ حضور کریم حضرت امام حسینؑ کو گود میں اٹھائے حضرت امام حسنؑ کی انگلی سے پکڑے ہوئے تشریف لائے حضورؐ کے پیچھے خاتون جنت بی بی فاطمہ زہراؑ اور ان کے پیچھے حیدر کرارؑ آ رہے تھے اور حضورؐ نے وفد نجران کو مباہلہ کرنے کی دعوت دی جب انہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے اسقف (پادری) نے کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو تمہارا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔(۲)

آیت مودۃ

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ!

اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تم سے رسالت کا اجر کچھ نہیں مانگتا۔ صرف یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔(۳)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کے اہلبیت سے محبت واجب اور اسے مسلمانوں کے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے کیونکہ عشق و محبت کا جذبہ ہی انسان میں دلدادگی و اطاعت کا محرک ہوتا ہے کہ انسان ان ہستیوں سے پیار کرتا ہے۔ ان کی سیرت و کردار اور تعلیمات پر عمل کیا جائے

---

(۱) کنز الایمان صفحہ ۷۰۰ مطبوعہ قدمت اللہ کمپنی عزیز منزل امین آباد کراچی ۱۸

(۲) تفسیر ضیاء القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۸۸ گنج بخش روڈ لاہور

(۳) سورۃ شوریٰ آیت ۲۳

زندگی میں انہیں اسوہ بنایا جائے اور دینی و دنیوی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کی جائے کیونکہ اطاعت بغیر عشق و محبت کے کھوکھلی غلاموں کی اطاعت کہلاتی ہے بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شجر بغیر ثمر کے ہو۔ اسی وجہ سے اسلام میں اہلبیت کی محبت فرض کی گئی ہے تاکہ لوگ انہیں دین میں اپنا مثالی پیشوا اور آئیڈیل بنائیں۔

احادیث

حضرت عبداللہ بن عباس نے صحابی رسول حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد آل رسولؐ کی محبت ہے۔(۱)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت مودت (سورہ شوریٰ ۲۳) نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قرابتدار کون ہیں کہ جس کی محبت فرض کر دی گئی ہے آپؐ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ اور ان کے دونوں فرزند۔(۲)

ذخائر عقبیٰ کے صفحہ ۲۵ پر سیرت ابن عمر کے حوالے سے رسول اکرمؐ سے حدیث مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میری رسالت کی مزدوری کو میری اہل بیت کی محبت کی صورت میں قرار دیا ہے اور قیامت کے دن میں ضرور اس کے بارے میں سوال کروں گا۔(۳)

اللہ تعالیٰ نے جو تم پر میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ میرے اہل بیتؑ سے محبت کرنا ہے اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کروں گا۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری شریف جلد ۴ حدیث نمبر ۳۲۵۱ "سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱۰ حدیث ۱۱۷۷ "مسند احمد بن حنبل صفحہ ۶۱۳ حدیث ۲۵۹۹ مستدرک امام حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۸۳

(۲) فضائل صحابہ احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۴۹ "تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۷ "شواہد تنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۸۹

(۳) صواعق محرقہ صفحہ ۷۵۳ محب طبری سامع الصغیر سیرت ابن عمر۔

(۴) صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۸ اردو ایڈیشن ۷۵۳ "جلال الدین سیوطی در منثور جلد ۷ صفحہ ۳۴۸ "ابن حجر ہیثمی جلد ۹ صفحہ ۳۶ "ابن حجر عسقلانی صفحہ ۱۱ "مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ "اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۱۷ "زمخشری جلد ۳ صفحہ ۴۲ "واحدی تفسیر سید کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۱۸ "حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم جلد ۳ صفحہ ۲۱ "احمد بن حنبل فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۹۔

تفاسیر کی نظر میں

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کے قرابتدار کون ہیں جن سے محبت کا قرآن حکم دیتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ "اللھم ھؤلاء اھل بیتی" یعنی اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔(۱)

قاضی بیضاوی تحریر کرتے ہیں کہ۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت حمیدہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ قرابتدار کون حضرات ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزند (حسنؑ و حسینؑ) ہیں حافظ ابن حجر مکی نے دیلمی اور واحدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آیت " وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ۔ (صورہ صافات آیت ۲۴) اور کھڑا رکھو انہیں اور ان سے پوچھنا ہے۔" کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ لوگوں سے علیؑ اور اہلبیت رسول کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کیونکہ اللہ پاک نے نبی کریمؐ کو حکم دیا۔ کہ وہ تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہ مانگیں۔

"الا المودۃ فی القربیٰ" سوائے قرابتداروں کی محبت کے۔

اور لوگوں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم نے پیغمبر کی وصیت کے مطابق ان کے موالات کا حق ادا کیا یا نہیں۔(۲)

سید قطب شہید نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے سعید بن جبیرؓ سے سوال کیا کہ سعید بن جبیرؓ نے جواب دیا کہ محمدؐ کے قرابا و آل محمدؐ کہیں۔(۳)

---

(۱) تفسیر جلالین طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۵ نزول الابرار ہامش الاتحاف صفحہ ۱۴۳ تفسیر اثنا عشری ۱۴۳ ۲ ۲ تفسیر خازن ہامش لباب جلد ۴ صفحہ ۲۲۰ ابن جریر جلد ۲ صفحہ ۱۲ صاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۲۔

(۲) حافظ ابن حجر مکی صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۷ (۳) تفسیر فی ظلال القرآن جلد ۷ تفسیر سعید حوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو! میں علیؑ ابن ابیطالبؑ کا بیٹا ہوں اور فرزند رسولؐ اللہ آنحضرت کے وحی کا نور نظر حضرت شبیر کا برادر اور آنحضرت کی دختر کا لخت جگر اور حضرت نذیر کا پارہ دل، داعی الی اللہ بارذن کا نور چشم سراج منیر کا سیدو دل اور ان کے اہلبیت کا ایک فرد جن کے ہاں جبرئیل آتے اور جاتے تھے ان ہی اہلبیتؑ رسول میں سے ہوں جن سے خدا نے ہر برائی کو دور رکھا اور ہر طرح پاک و پاکیزہ رکھا میں ان ہی اہلبیتؑ رسولؐ میں سے ہوں جن کی محبت کو خدائے بزرگ و برتر نے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا۔

ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً

یعنی اس میں نیکی حاصل کرنے کا مطلب ہم اہلبیتؑ کی محبت حاصل کرنا ہے۔(۱)

آیت درود

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلو علیہ وسلمو تسلیما

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاکؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔(۲)

تشریح: درود شریف وہ رفیع عبادت ہے جسے اللہ اور اس کے فرشتے بھی انجام دیتے ہیں ارشاد نبویؐ ہے جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے کوئی عمل و عبادت نماز مناجات دعا غیرہ درود شریف کے اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فضائل درود شریف میں لکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں بے شمار ارشاد فرمائے نماز روزہ حج وغیرہ بہت سے انبیاء کی توصیف بھی بیان کی گئی ہیں ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی مذکور ہیں۔ حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا۔ فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں لیکن کسی کو یہ اعزاز نہیں فرمایا۔ کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں۔ تم بھی

---

(۱) ازالۃ الخفا جلد صفحہ ۳۶۵ (۲) سورہ احزاب آیت ۵۶

کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر عالم ﷺ ہی کے لئے مخصوص ہے۔(۱)

قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرۂ آفاق سوانح عمری شہاب نامہ میں درود شریف کے حوالے سے بہت خوبصورت بات لکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا صرف حکم دے کر اس کی تعمیل کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ خود اپنے ایک عمل کی مثال دے کر اس کی تقلید کی فرمائش کی ہے ایک عبد کی فضیلت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی وجہ تصور میں لانا محال ہے۔ درود شریف کی مثال ذہنی بکس کی ہے جو عاص ذہنی بکس میں بند ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ ان کی جانب خصوصی توجہ کا متصف ہو بار بار قرین قیاس ہے۔(۲)

درود شریف کی اہمیت

۱۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ نماز بغیر قرأت اور تشہد میں آنحضرت ﷺ اور آپ کی آل پر درود پڑھے بغیر قبول نہیں ہوتی۔(۳)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ جس شخص نے (نماز) تشہد میں آنحضرت ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھا اس کی نماز نہ ہوئی۔(۴)

سو جس نے نماز تشہد میں آنحضرت ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھا سے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے۔(۵)

سو رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص بھی کسی نماز پڑھے گا جس میں مجھ پر اور میرے آل اور پر صلوٰۃ نہ بھیجی ہوگی تو اس کی نماز قابل قبول نہیں۔(۶)

۵۔ امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں اے اہل بیت نبی تمہاری بزرگی کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔(۷)

---

(۱) فضائل درود صفحہ ۷ مولانا محمد اکرم اعوان تسہیل عاصت ۱۹۸۱ء اشاعت کراچی۔

(۲) شہاب نامہ مصنف قدرت اللہ شہاب صفحہ ۱۲۶۱ (۳) حافظ ابن حجر کی عمل الیوم واللیلہ۔

(۴) حافظ ابن عبدالبر الاستیعاب (۵) علامہ برہان الدین ابی الحسن السندی طبع بیروت۔

(۶) سنن دار قطنی صفحہ ۵۵ سمط الثانی الجزء ۱ صفحہ ۳۶ (۷) اسعاف الراغبین ابن حجر مکی طبع ایڈیشن ۱۳۱۵ھ ترجمہ ۵۱

نامکمل درود بھیجنے کی ممانعت

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر دم بریدہ (نامکمل) درود نہ پڑھا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول ﷺ وہ کس طرح آپ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو "اللھم صلی علی محمد و آل محمد" (۱)؟

درود شریف پڑھنے کا سنت طریقہ

مولانا منظور احمد نعمانی اپنی کتاب "معارف الحدیث" میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہؓ (جو اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) راوی ہیں۔ کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتادیا کہ ہم تشہد میں سلام ایھا النبی و رحمت اللہ و برکاتہ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں۔ آپ ہمیں یہ بھی بتادیں کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجا کریں۔ آپ نے یوں فرمایا۔ یوں کہا کرو۔

اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد۔۔۔۔ الخ۔۔۔

اے اللہ اپنی خاص عنایت اور رحمت نازل فرما حضرت محمدؐ اور رسول اکرمؐ کے گھر والوں پر۔ جیسے تو نے رحمت عنایت فرمائی۔ حضرت ابراہیم پر اور ان کے گھر والوں پر تو حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما۔ حضرت محمدؐ اور ان کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر والوں پر تو حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ (۲)

---

(۱) صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۳۳۲۹ ص ۴۳۳ موافق محرقہ عربی ایڈیشن ۱۳۶ اردو ترجمہ ۳۹۵

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث نمبر ۹۸ باب ۸۰۹ صفحہ ۸۹۵ بحوالہ معارف الحدیث جلد ۳ باب الصلوٰۃ صفحہ ۲۹۸ منظور احمد نعمانی

آپ کے والد گرامی حضرت علیؑ مرتضیٰ کے چند فضائل

○ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(۱)

○ ایھا الناس۔ اللہ میرا مولا ہے۔ اور میں تمہارا مولا ہوں۔ اور جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خدایا جو اسے دوست رکھے اسے تو دوست رکھنا اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کرنا جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کرنا اور جو اسے چھوڑ دے۔ اسے چھوڑ دینا جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کرنا، جو اس سے دشمنی کرے اس سے عداوت رکھنا۔(۲)

○ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ آپؐ نے جنگ خیبر کے دن پرچم اسلام حضرت علیؑ کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں پرچم اس شخص کے سپرد کر رہا ہوں جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔(۳)

○ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔(۴)

○ پیغمبر اسلام نے اپنے تمام اصحاب میں اخوت قائم کی تو حضرت علیؑ نے رو کر آنحضرت سے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے تمام اصحاب میں برادری قائم کی مگر مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا حضورؐ نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔(۵)

---

(۱) صحیح بخاری شریف۔ جلد ۲ صفحہ ۹۸ باب ۸۰۹ صحیح مسلم شریف۔ ترمذی شریف۔ مسند احمد ابن حنبل سنن ابن ماجہ۔ مجمع الزوائد۔ جامع کنز العمال۔ خصائص امام نسائی۔

(۲) مسند احمد ابن حنبل خصائص امام نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، جامع کنز العمال، جمع الفتاوی فی شرح بخاری، تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر تفسیر النساء۔

(۳) صحیح مسلم شریف۔ سنن ترمذی شریف۔ سنن ابن ماجہ، خصائص امام نسائی۔

(۴) صحیح بخاری شریف۔ سنن ترمذی شریف۔ خصائص امام نسائی، مسند احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ جامع کنز العمال

(۵) صحیح بخاری شریف۔ سنن ابن ماجہ، خصائص امام نسائی، مستدرک علی الصحیحین جامع کنز العمال، مسند احمد بن حنبل

○ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ اگر تمام آسمان و زمین ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دیئے جائیں اور حضرت علیؑ کے ایمان کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو پھر بھی علیؑ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔(۱)

○ حضرت علیؑ کی ولادت مکہ میں کعبہ شریف کے اندر ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ تیری مثال کعبے کی سی ہے ہر ایک کو تیری طرف آنا چاہئے اور تجھے کسی کی طرف نہیں جانا چاہئے۔(۲)

○ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ دنیا میں ہر ایک علیحدہ درخت سے ہے لیکن میں اور تم ایک شجر سے ہیں۔(۳)

○ آنحضرت نے بی بی فاطمہؑ سے فرمایا۔ میری بیٹی کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے تمام اہل زمین پر اپنی نظر انتخاب ڈالی۔ اور تمام خلائق میں سے ایک تیرے باپ کو منتخب کیا۔ اور دوسرے تیرے شوہر کو پھر مجھ پر وحی بھیجی کہ میں تیری شادی علیؑ سے کر دوں۔(۴)

○ نبی اکرمؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔(۵)

○ صاحب نے لکھا ہے کہ جو نعمتیں خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؑ کو نصیب ہوئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ان کی تربیت جناب رسول خداؐ نے خود فرمائی۔(۶)

○ معاذ بن جبل سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم باقی لوگوں سے سات چیزوں میں افضل ہو۔

---

(۱) ریاض نضرہ، جامع کنز العمال، ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ دہلوی، تاریخ ابن خلدون۔

(۲) مستدرک علی الصحیحین، کنوز الحقائق، اسد الغابہ۔

(۳) مستدرک علی الصحیحین، در منثور، کنوز الحقائق، ذخائر العقبیٰ۔

(۴) اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ، مجمع الزوائد، کنز العمال، مستدرک علی الصحیحین، تاریخ خطیب بغدادی۔

(۵) ترمذی شریف، خصائص نسائی، امام حاکم الاستیعاب، خطیب بغدادی، اسد الغابہ، کنز العمال، مجمع الزوائد، مسند احمد بن حنبل الاصابہ، ریاض نضرہ۔ (۶) جامع الصحیحین

(1) تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے (2) عہد خدا کو پورا کرنے میں دوسروں سے افضل ہو (3) امر خدا کی بجا آوری میں اپنی مثال آپ ہو (4) عدالت میں دوسروں سے افضل ہو (5) رعیت میں عادل ترین فرد ہو (6) قضاوت میں بالبصیرت ترین شخص ہو (7) خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہو۔(۱)

- رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جسے شہر میں آنا ہو وہ دروازے سے ہو کر آئے۔(۲)
- رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں حکمت کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے۔(۳)
- جناب نبی کریمؐ نے فرمایا: جو مومن ہوگا۔ وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا۔ اور جو منافق ہوگا وہ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا۔(۴)
- جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد سارے مومنین کا حاکم و والی ہے۔(۵)
- امام احمد بن حنبل و نسائی نے زید بن ارقم و براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے) سب دروازے سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ ان تمام دروازوں کو سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کرا دو۔ تم لوگ اس پر نکتہ چینی کرتے ہو۔ قسم ہے مجھ کو ذات باری کی میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کھلوایا ہے۔ لیکن مجھے ایسا حکم خدا کی طرف سے دیا گیا جس کی میں نے تعمیل کی۔(۶)

---

(۱) ریاض النضرہ۔

(۲) اسد الغابہ، جمع الزوائد، کنز العمال، فیض القدیر، تہذیب التہذیب، صواعق المحرقہ، تاریخ بغداد۔

(۳) سنن ترمذی شریف، تاریخ بغداد، کنز العمال۔

(۴) صحیح بخاری شرح صحیح بخاری، جامع کنز العمال، الاستیعاب، حلیۃ الاولیاء۔

(۵) فتح الباری فی شرح صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل، مستدرک علی الصحیحین، میزان الاعتدال۔

(۶) صحیح ترمذی شریف، خصائص نسائی، مسند امام احمد بن حنبل، جامع کنز العمال، مستدرک علی الصحیحین، میزان الاعتدال، حلیۃ الاولیاء اور متفرق۔

- نبی اکرمؐ نے فرمایا: حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔(۱)
- رسول اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔(۲)
- رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔(۳)
- مجمع الزوائد میں مخلق بن راشد سے روایت ہے کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا کہ آپ حضرت علیؑ کی طرف نگاہ گاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔(۴)
- جب آیت "انذر عشیرتک الاقربین" اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو بلوایا اور کہا کہ دعوت کا بندوبست کرو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کرو۔ تاکہ میں انہیں دعوت دے سکوں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ تقریباً چالیس پچاس بنی ہاشم کے افراد جن میں حمزہ، ابوطالب اور عباس بھی تھے جنہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جبکہ یہ کھانا صرف اتنا تھا کہ اس سے صرف ایک آدمی سیر ہو کر کھا سکتا تھا۔ رسول اکرمؐ نے گفتگو کرنا چاہی۔ لیکن ابولہب نے مداخلت کرتے ہوئے۔ آپ کے کلام میں رکاوٹ ڈال دی۔ سب لوگ چلے گئے دوسرے دن حسب سابق سب کو بلایا اور کھانا کھلایا۔ فراغت کے بعد آنحضرت نے تقریر شروع کی۔ میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا۔ جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں تحقیق مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون ہے۔ جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہو۔ اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہو۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری دفعہ حضرت علیؑ نے جو بہت چھوٹے تھے۔ جواب دیا۔

---

(۱) صحیح بخاری شریف باب مناقب علی، صحیح ترمذی شریف، جامع کنز العمال، مستدرک علی الصحیحین۔ تاریخ خطیب بغدادی، مجمع الزوائد۔ (۲) مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، صواعق محرقہ۔

(۳) جامع کنز العمال، ریاض نضرہ، صواعق محرقہ۔

(۴) مسند احمد بن حنبل، مجمع الزوائد، مستدرک علی الصحیحین، کنز العمال، ریاض نضرہ۔

اے نبی اللہ میں آپ کا وزیر بننے کے لئے تیار ہوں۔ پس آنحضرت نے علیؑ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ یہ میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہے۔ تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ابو طالب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔(۱)

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہراءؑ کے چند فضائل

- فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔(۲)
- فاطمہؑ خواتین میں اُمت کی سردار ہیں۔(۳)
- فاطمہؑ اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔(۴)
- اضطراب میں ڈالتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو اضطراب میں ڈالتی ہے اور تکلیف دیتی ہے۔ مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو تکلیف دیتی ہے۔(۵)
- اے فاطمہؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو بہشت کی ساری عورتوں کا سردار بنا دیا گیا ہے یا تم سارے مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔(۶)
- حضرت عائشہ سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ کو کس سے سب سے زیادہ محبت ہے حضرت عائشہ نے کہا! فاطمہؑ سے پھر دریافت کیا گیا اور مردوں میں کہا علیؑ سے۔(۷)
- تمام جہاں کی عورتوں میں بہتر چار عورتوں ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنت مزاحم، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ۔(۸)

---

(۱) تاریخ طبری، سیرت، نبی شبلی نعمانی۔ (۲) صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۲۲۔
(۳) صحیح بخاری شریف باب علامات النبوت فی الاسلام صفحہ ۱۱۲۔ (۴) البدایہ النہایہ حافظ ابن کثیر۔
(۵) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۰، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳۸۔
(۶) صحیح مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۹۔ (۷) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۰، معارج الحرم صفحہ ۱۸۱، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳۸۔
(۷) مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۳۔ (۸) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹۸۔
(۸) مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف، الاستیعاب حافظ ابن اثیر۔

- حضرت بی بی عائشہ سے روایت ہے حضرت نبی کریمؐ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تھے تو فاطمہ کا گلہ چومتے تھے اور فرماتے تھے میں ان سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اور فرماتے مجھے اپنی بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔(۱)
- آنحضرت نے ارشاد فرمایا: وہ دختر عمران ہے جو اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر تھیں لیکن میری بیٹی بہترین عالمیان، گزشتگان و آئندگان ہے جب میری بیٹی محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو ستر ہزار ملائکہ مقربین اس کو سلام کرتے ہیں اس سے کہتے ہیں اے فاطمہ تم کو مبارک ہو۔ حق تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کیا اور مطہرہ پاکیزہ کیا اور آپ کو زنان عالمین پر اختیار عطا فرمایا۔
- آنحضرت نے ارشاد فرمایا:۔۔۔ (اے نبیؐ) جو کوئی تم پر درود بھیجے گا تو خداوند کریم اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کو بہشت میں وہ مقام عطا فرمائے جس مقام میں میں ہوں گا۔(۲)
- آنحضرت نے فرمایا۔ روز محشر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔
- اے اہل محشر آج کے دن بزرگواری و کرم محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کے لئے مقرر ہے اے اہل محشر اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو (میری خاص کنیز) فاطمہ بہشت میں جاتی ہے۔(۳)

امام حسینؑ احادیث کی نظر میں

- حسنؑ و حسینؑ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔(۴)
- حسنؑ و حسینؑ جواناں جنت کے سردار ہیں۔(۵)
- حسنؑ و حسینؑ دونوں دنیا میں میری خوشبو ہیں۔(۶)
- حسنؑ و حسینؑ امت میں اول دو نبیاء ہیں۔(۷)
- حسنؑ و حسینؑ دو سبط ہیں اسباط سے۔(۸)
- حسنؑ و حسینؑ عرش کے گوشوارے ہیں۔(۹)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم۔ (۲) صواعق محرقہ۔ (۳) صواعق محرقہ۔ (۴) صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث ۳۶۔
(۵) بخاری شریف جلد ۸ صفحہ ۱۵ ینابیع قندوزی صفحہ ۲۶۹۔ (۶) بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۲ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۸۸۔
(۷) ینابیع صفحہ ۲۱۔ (۸) بخاری شریف ترمذی شریف ابن ماجہ۔ (۹) کنز الدقائق صفحہ ۱۰۸ ینابیع صفحہ ۳۱۔

○ جس نے حسنؓ و حسینؓ دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے رکھا۔(۱)

○ اے اللہ، میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت کر۔(۲)

○ نبی اکرمؐ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان دونوں کے ماں باپ سے محبت کرے وہ قیامت کے دن میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔(۳)

○ علیؓ و فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ سے جو صلح کرے ان سے میں بھی صلح کرنے والا ہوں جو ان سے لڑنے والا ہو میں بھی ان سے لڑوں گا۔(۴)

○ حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ میں نے حسنؓ و حسینؓ دونوں کو دیکھا کہ نبی اکرمؐ کے کندھوں پر سوار ہیں میں نے کہا کتنی اچھی سواری تمہارے نیچے ہے پس نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ سوار کتنے اچھے ہیں۔(۵)

○ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورؐ حالت نماز میں سجدے میں تھے کہ حسنؓ و حسینؓ آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کر دیا۔

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت حسنؓ سینے سے لے کر سر تک رسول اللہؐ کے مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ اس سے نیچے آپ کے مشابہ تھے۔(۶)

○ حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حسینؓ مجھ سے اور میں حسینؓ سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے۔(۷)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔ (۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث ۲۳۳ صحیح مسلم شریف الفضائل جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۔ (۳) صحیح ترمذی شریف باب مناقب جلد ۲ صفحہ ۷۱۹۔ (۴) سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۶۔ (۵) مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۲۹ بروایۃ ابو یعلی فی الکبیر ورجال الصحیح۔ (۶) جامع ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۹۔ (۷) جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹۔

آپ کے خانوادے (اہلبیتؑ) کے عمومی فضائل

نبی کے بعد ہدایت کے دو اہم ہم پلہ راستے

اے لوگو! سنو میں ایک بشر ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد (فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ کتاب اللہ پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو دوسرے میرے اہلبیتؑ ہیں میں اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ اس جملہ کو آپؐ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔(۱)

اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کی طرف مائل ہو تو ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت، اہلبیتؑ ہیں۔(۲)

میں بلایا گیا ہوں۔ اور عنقریب جانے والا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ پہلی کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہلبیتؑ پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح کا معاملہ کرو گے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر آئیں۔(۳)

(اے لوگوں میں تمہارا پیشرو ہوں۔ تم حوض کوثر پر آنے والے ہو۔ اور جب تم میرے پاس پہنچو گے تو میں تم سے دو گراں قدر چیزوں کے بارے میں دریافت کروں گا۔ تم اس کا خیال رکھنا دیکھو تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلی گراں قدر چیز کتاب اللہ ہے کہ جس کا ایک سرا اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا اور گمراہ نہ ہونا۔ دوسری گراں قدر چیز میری عترت و اہلبیتؑ ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔(۴)

---

(۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۱، مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۶۷، مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۸۱، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۳۔
(۲) سنن ترمذی شریف صفحہ ۲۶۷۔ (۳) الصواعق المحرقہ ابن حجر مکی، ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۹۔
(۴) ینابیع المودۃ صفحہ ۴۲۔

میرے اہلبیتؑ کشتی نوح کی مانند امت کے لئے کشتی نجات ہیں

حبیش ابن المعرؓ کہتے ہیں کہ ابوذر غفاریؓ کو میں نے خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑے دیکھا وہ کہہ رہے تھے میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔

تم میں میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوح کی جیسی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف ہوا غرق ہوا۔(۱)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہوا۔(۲)

میرے اہلبیتؑ امت کے لیے باب حطہ ہیں

صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کشتی نوح کی مانند ہیں جو ان کے سفینہ پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو ان سے منحرف ہوا غرق ہو گیا اور میرے اہلبیتؑ بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہیں جو اس دروازے سے داخل ہوا اس کے گناہ بخش دیے گئے۔(۳)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہماری مثال اس امت میں کشتی نوح اور باب حطہ بنی اسرائیل کی سی ہے۔(۴)

میرے اہلبیتؑ امت کے لئے امان ہیں

مسلم بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ امت کے لئے امن و نجات کا مرکز ہیں۔(۵)

---

(۱) مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۴ (۲) جامع الصغیر صفحہ ۱۳۲، جامع کنز العمال صفحہ ۱۴۲، مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۴۲۔ (۳) اسعاف ابن تیمی صفحہ ۱۲۸

(۴) جامع کنز العمال صفحہ ۱۴۲ ذخائر العقبیٰ صفحہ ۲۰ (۵) مستدرک حاکم، مسند ابو یعلیٰ، مسند بزار، مختاری تفسیر الکبیر۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں جب ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان والے بھی جاتے رہیں گے۔ اور جب میرے اہلبیتؑ ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین والے بھی مارے جائیں گے۔ (۱)

اہلبیت امت میں اتحاد کی علامت ہیں

بی بی فاطمہؑ اپنے مشہور خطبہ میں ارشاد فرماتی ہیں۔

پروردگار نے ایمان کو لازم قرار دیا تاکہ تمہیں شرک سے پاک کرے اور ہماری اطاعت کو ملت کا نظام اور ہماری امامت کو تفرقہ سے امان کا ذریعہ قرار دیا ہماری محبت عزت اسلام ہے ہم ہمیشہ حکم دیتے رہے تم عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اسلام کی چکی ہماری بدولت چلنے لگی اور فوائد حاصل ہونے لگے۔ شرک کا نعرہ دب گیا۔ اور جنگ کی آگ بجھ گئی اور ہنگاموں کی آواز دھیمی پڑ گئی اور دین کا نظام مرتب ہو گیا۔ (۲)

اہلبیتؑ رحمت کا گھرانہ اور علم کا معدن ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا، ہم وہ اہلبیتؑ ہیں۔ جنہیں پروردگار نے پاکیزہ قرار دیا ہے۔ ہم شجرہ نبوت اور موضع رسالت ہیں۔ ہمارے گھر ملائکہ کی آمد و رفت ہوتی ہے ہمارا گھرانہ رحمت کا ہے۔ اور ہم علم کا معدن ہیں۔ (۳)

اہلبیتؑ اوصیاء خدا ہیں

امام حسینؑ نے فرمایا: پروردگار عالم نے حضرت محمدؐ کو تمام مخلوقات میں منتخب قرار دیا ہے انہیں نبوت سے سرفراز کیا رسالت کے لئے انتخاب کیا ہے اس کے بعد جب انہیں واپس بلا لیا اس وقت جب وہ بندوں کو نصیحت کر چکے اور پیغام الٰہی کو پہنچا چکے تو ہم ان کے اولیاء، اوصیاء، ورثہ اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کی جگہ کے حقدار تھے۔ لیکن قوم نے ہم پر زیادتی کی تو ہم

---

(۱) مسند احمد بن حنبل المناقب، ابو یعلی طبرانی، کلم الکبیر، احیاء المیت سیوطی۔

(۲) بلاغات النساء صفحہ ۳۰ (۳) در منثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۶ حافظ سیوطی۔

خاموش ہو گئے اور ہم نے کوئی تفرقہ پسند نہیں کیا۔ بلکہ عافیت کو ترجیح دی جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم ان تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جنہوں نے اس جگہ پر قبضہ کر لیا تھا۔(۱)

اہلبیت حق کے راستہ پر ہیں

حضرت علیؑ نے فرمایا: پروردگار نے ہم اہلبیتؑ کو فضیلت عنایت فرمائی ہے اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ اس نے ہمارے بارے میں آیت تطہیر نازل کی ہے اور ہمیں تمام برائیوں سے پاکیزہ قرار دیا ہے چاہے کھلی ہوئی ہوں یا مخفی ہوں۔ ہم ہی ہیں جو حق کے راستہ پر ہیں۔(۲)

اہلبیت بہترین ریسمان ہدایت ہیں

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں، اہلبیتؑ ایک مبارک شجرہ کی شاخیں ہیں اور ان منتخب افراد کی نسل ہیں جنہیں ہر رجس سے دور رکھا ہے اور کمال طہارت کی منزل پر فائز کیا گیا ہے اللہ نے انہیں تمام عیوب سے دور رکھا ہے اور ان کی مودت کو قرآن میں واجب قرار دیا ہے یہی عروۃ الوثقیٰ ہیں اور یہی معدن تقویٰ ہیں بہترین ریسمان ہدایت اور مضبوط ترین وسیلہ نجات ہیں۔(۳)

اہلبیت معیار حق و باطل ہیں

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے خطاب کر کے فرمایا جس سے تمہاری جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری صلح ہے۔(۴)

---

(۱) البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۵۷، تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۵، ابو عثمان نہدی۔ (۲) تاویل آیات ظاہرہ صفحہ ۴۵۔

(۳) صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۲، ینابیع المودۃ صفحہ ۳۶۷۔

(۴) سنن ترمذی شریف جلد ۵ صفحہ ۲۹۹۔۳۸۷، سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۔۱۳۵۔

اہلبیت کا کسی دوسرے سے قیاس نہیں کیا جاسکتا

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ہم اہلبیتؑ (نجیب) افراد ہیں ہماری اولاد انبیاء کی اولاد ہیں اور ہمارا گروہ اللہ کا گروہ ہے ہمارا باغی گروہ شیطانی گروہ ہے اور جو ہمارے اور دشمن کے درمیان مساوات قائم کرے وہ ہم میں سے نہیں۔(۱)

پیغمبر اسلام کی محبوب ترین ہستیاں

جمیع بن عمر التمیمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور میری پھوپھی نے سوال کیا کہ رسول اکرمؐ کی سب سے زیادہ محبوب شخصیت کون تھی؟ تو انہوں نے فرمایا فاطمہ، پھوپھی نے پوچھا اور مردوں میں؟ فریا ان کے شوہر وہ ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔(۲)

تمام کائنات سے افضل ترین خلائق

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ تمہارے بزرگوں میں سے سب سے بہتر علیؑ ابن ابی طالب ہیں تمہارے جوانوں میں سب سے افضل حسنؑ و حسینؑ اور تمہاری عورتوں میں سب سے بالاتر فاطمہؑ بنت محمد ہیں۔(۳)

اہلبیت دین کا آغاز و انجام ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ کہ ایھا الناس! تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔ اور تمہیں کدھر لے جایا جا رہا ہے اللہ نے ہمارے ذریعہ تمہارے دل کو ہدایت دی ہے اور ہمارے ہی ذریعہ آخر میں (کائنات کا) اختتام کرے گا۔(۴)

---

(۱) فضائل احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، (۲) سنن ترمذی شریف جلد ۵ صفحہ ۷۱ حدیث نمبر ۳۸۷۴ (۳) تاریخ جلد صفحہ ۳۹۲ (۴) ابوبکر الحضرمی ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۔

اہلبیت علم الٰہی کے خزانہ دار ہیں

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا، ہم علم کے شجر اور نبی کے اہلبیتؑ ہیں۔ ہمارے گھر میں جبرائیلؑ کے نزول کی جگہ ہے اور ہم علم الٰہی کے مخزن ہیں ہم وحی خدا کے معدن ہیں اور جو ہماری اتباع کرے گا وہ نجات پائے گا۔ اور جو ہم سے الگ ہو جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہی پروردگار کا عہد ہے۔(۱)

اہلبیت علم لدنی کے مالک ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ جو علوم آدم لے کر آئے تھے اور جس کے ذریعہ تمام انبیاء کو فضیلت حاصل ہوئی سب کے سب خاتم النبیین کی عترت میں پائے جاتے ہیں تو آخر تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم سب انبیاء کے وارث ہیں رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو زیر کساء لے کر ایک ہزار کلمات کی تعلیم دی اور ان پر ہر کلمہ سے ہزار کلمات (علوم کے چراغ) روشن ہو گئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں تمہارے پیغمبر کے اہلبیتؑ کو پروردگار نے اپنی کرامت سے مشرف کیا اور اپنی ہدایت سے معزز بنا دیا ہے اپنے دین کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے (خاص) علم سے فضیلت دی ہے پھر اپنے علم کا حافظ اور امین قرار دیا ہے اہلبیتؑ امام داعی، قائد، ہادی، حاکم، قاضی، ستارہ ہدایت، اسوہ حسنہ، عترت طاہرہ، امت وسطیٰ، صراط واضح، سبیل مستقیم مدینت نجباء اور ورثا انبیاء ہیں۔(۲)

---

(۱) بصائر الدرجات باب ۱۹ صفحہ ۱۰۳، (۲) بصائر الدرجات ۱۲۱، کتاب ارشاد جلد ۱ صفحہ ۳۳۲، تفسیر فرات کوفی ۳۳۷

اہلبیتؑ کے تمام علوم علم نبی کا حصہ ہیں

امام حسنؑ فرماتے ہیں ہم وہ اہلبیتؑ ہیں، جنہیں علم خدا سے عالم بنایا گیا ہے اور ہم نے اس کی حکمت سے حاصل کیا ہے اور قول صادق کو سنا ہے لہٰذا ہمارا اتباع کرو۔ تاکہ ہدایت پاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ نے ہماری ولایت کو فرض قرار دیا ہے اور ہماری محبت کو واجب قرار دیا ہے خدا گواہ ہے کہ ہم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے اور نہ اپنی رائے سے کام لیتے ہیں ہم وہی کہتے ہیں، جو ہمارے پروردگار نے کہا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اگر ہم اپنی رائے سے حدیث بیان کرتے تو اسی طرح گمراہ ہو جاتے جس طرح پہلے والے (گزشتہ امت کے لوگ) گمراہ ہو گئے ہم دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ جسے پروردگار نے پیغمبرؐ کو عطا کیا ہے اور انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے ہماری ہر حدیث کی سند والد محترم (امام زین العابدینؑ) (امام حسینؑ) جوان بزرگواران کے والد محترم (حضرت علیؑ) پیغمبر اسلام اور آخر میں جبرئیل امین ہیں۔(۱)

اہلبیت اعلم الناس ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ یاد رکھو میری عترت کے نیک کردار میرے خاندان کے پاکیزہ نفس افراد بچوں میں سب سے زیادہ ہوشمند اور بزرگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم ہوتے ہیں۔ خبردار انہیں تعلیم نہ دینا کہ یہ تم سب سے اعلم ہیں یہ نہ تمہیں ہدایت کے دروازہ سے باہر لے جائیں گے اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کریں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

انبیاءؑ و آلہ (اہلبیتؑ) وہ ہیں جنہیں پروردگار توفیق دیتا ہے اور اپنے علم و حکمت کے

---

(۱) بصائر الدرجات صفحہ ۵۳، اعلام الوری ۲۴۳، جلیۃ الابرار جلد ۲ صفحہ ۹۵۔

خزانہ سے وہ سب کچھ عنایت کر دیتا ہے جو کسی کو نہیں دیتا ہے ان کا علم تمام اہل زمانہ کے علم سے بالاتر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "کیا جو شخص حق کی ہدایت دیتا ہے وہ زیادہ پیروی کا حقدار ہے یا وہ شخص جو اس وقت تک ہدایت بھی نہیں پاتا جب تک اسے ہدایت نہیں دی جائے آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیا فیصلہ کر رہے ہو۔"(۱)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ "جسے حکمت دے دی جائے اسے خیر کثیر دے دیا گیا۔" پھر جناب طالوت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ "اللہ نے انہیں تم سب میں منتخب قرار دیا ہے اور علم و جسم کی طاقت میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے ملک عنایت کرتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی ہے۔"(۲)

اہلبیت علم و فہم و حکمت کا مرکز ہیں

جناب بی بی فاطمہ صغریٰ نے واقعہ کربلا کے بعد بازار کوفہ میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اہل کوفہ! اے مکاری غداری اور فریب کاری کے پتلو، ہم وہ اہلبیتؑ ہیں جن کے ذریعہ پروردگار نے تمہارا امتحان لیا ہے اور بہترین امتحان لیا ہے اس نے اپنے علم و فہم کا مرکز ہمیں بنایا ہے اور ہم اس کے علم کا ظرف و حکمت کا محل اور زمین پر بندوں پر اس کی حجت ہیں اس نے ہمیں اپنے کرم سے مکرم بنایا اور اپنے نبی کے ذریعے تمام مخلوقات سے افضل قرار دیا۔(۳)

اہلبیتؑ معدن رسالت ہیں

حضرت عبداللہ ابن عباس آیت "فاسئلوا اھل الذکر" کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ حضرات محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ یہی اہل ذکر و علم و عقل و بیان ہیں یہی نبوت کے

---

(۱) (سورہ یونس آیت ۳۵) (۲) سورہ البقرہ آیت ۲۴۷

(۳) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۱ صفحہ ۲۷۶، تحف العقول صفحہ ۲۱۱ احتجاج جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۔

اہلبیتؑ رسالت کے معدن اور مرکز نزول ملائکہ ہیں۔

یزید کے والی مدینہ ولید بن عتبہ نے جب امام حسینؑ کو بیعت لینے کے لئے طلب کیا آپ نے فرمایا۔ اے حاکم ہم لوگ نبوت کے اہلبیتؑ ہیں اور رسالت کے معدن ملائکہ کی آمد و رفت ہمارے گھر رہتی ہے اور رحمت کا نزول ہمارے گھر ہوتا ہے ہمارے ہی ذریعہ پروردگار نے (کائنات) کو شروع کیا ہے اور ہم ہی پر ہر امر کا خاتمہ ہے۔(۱)

اہلبیتؑ ستون حق ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ہم (اہلبیتؑ) حق کے داعی، خلق کے امام اور صداقت کی زبان ہیں جس نے ہماری اطاعت کی سب کچھ حاصل کر لیا اور جس نے ہماری مخالفت کی وہ ہلاک ہو گیا۔(۲)

اہلبیتؑ امراء الکلام ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ ہم (اہلبیتؑ) کلام کے امراء ہیں ہمارے ہی اندر اس کی جڑیں پیوست ہیں اور ہمارے ہی سر پر اس کی شاخیں سایہ فگن ہیں۔(۳)

اہلبیتؑ ابواب اللہ ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ پروردگار اگر چاہتا تو وہ براہ راست بھی بندوں کو اپنی معرفت دے سکتا تھا لیکن اس نے ہمیں اپنی معرفت کا دروازہ اور راستہ بنا دیا ہے ہم ہی وہ چہرہ حق ہیں جن کے ذریعہ اسے پہچانا جاتا ہے لہذا جو شخص بھی ہماری ولایت سے انحراف کرے گا یا غیروں کو ہم پر فضیلت دے گا وہ راہ حق سے بہکا ہوا ہوگا اور یاد رکھو تمام وہ لوگ جس سے لوگ وابستہ ہوتے ہیں۔

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی جلد ۱ صفحہ ۱۸۸۔ (۲) غرر الحکم حدیث نمبر ۹۹۶۹۔
(۳) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۳۔

سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض گندے چشمے کے مانند ہیں جو دوسروں کو بھی گندہ کر دیتے ہیں اور ہم وہ شفاف (الٰہی) چشمہ ہیں جو امر خدا سے جاری ہوتے ہیں اور ان کے ختم ہونے یا منقطع ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔(۱)

اہلبیتؑ عرفاء اللہ ہیں

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یہ تین چیزیں ہیں جن کے بارے میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ برحق ہیں تم اور تمہارے بعد کے اولیاء سب وہ عرفاء ہیں جن کے بغیر خدا کی معرفت ممکن نہیں ہے وہ عرفاء ہیں۔ جن کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں ہے جنت میں وہی داخل ہوگا جو انہیں پہچانتا ہوگا۔ اور جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور یہی وہ عرفاء ہیں کہ جو ان کا انکار کرے گا یا وہ اس کا انکار کر دیں اس کا انجام جہنم ہے۔(۲)

اہلبیت ارکان عالم ہیں

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ اور ان کی اولاد میں سے آئمہ کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ سب میرے خلفاء میری اولاد اور میری عترت ہیں انہیں کے ذریعہ پروردگار آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اور انہی کے ذریعے زمین اپنے باشندوں سمیت مرکز سے ہٹنے سے محفوظ ہے۔(۳)

کبھی نہ گمراہ ہونے کا آسان ترین نسخہ

ترمذی نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے اور اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے رسول اکرمؐ نے (مجمع عام میں) یہ فرمایا۔ کہ اے لوگو! میں نے تمہارے (بچاؤ) کے لئے تم میں ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم نے اسے مضبوط پکڑ لیا تو ہرگز ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہے۔(۴)

---

(۱) مختصر بصائر الدرجات صفحہ ۵۵۔ (۲) خصال ۱۹۳/۱۵۰ از نصر العطار۔ (۳) کفایت الاثر صفحہ ۳۵۔
(۴) احیاء المیت سیوطی۔

روز قیامت دو چیزوں کے متعلق باز پرس کروں گا

طبرانی نے مطلب بن عبداللہ مطلب اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا! کہ میں تم سے قیامت کے دن دو چیزوں کے بارے میں باز پرس کروں گا اور پوچھوں گا۔ کہ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ایک قرآن مجید ہے اور دوسری میری عترت ہے۔

قیامت کے دن چار چیزوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا

طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت (کے دن) کوئی شخص اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہ سکے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا پہلا سوال اس کی عمر کے متعلق ہوگا کہ اس نے اسے کس طرح صرف کیا۔ دوسرا سوال اس کے جسم کے بارے میں ہوگا کہ اسے کس طرح برتا یا۔ تیسرا سوال اس کے مال کے حوالے سے ہوگا کہ اسے کس کام میں خرچ کیا۔ اور اسے کہاں سے لایا۔ چوتھا سوال ہم اہلبیتؑ کی محبت کے بارے میں ہوگا (کہ کس درجہ میں ان سے محبت کی)۔(۱)

تم لوگ عنقریب آزمائش میں ڈالے جاؤ گے

تم لوگ (امت) عنقریب میرے بعد میرے اہلبیتؑ کے متعلق آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔

اہلبیتؑ کی محبت سے چار فوائد حاصل ہوتے ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا اہلبیتؑ کی محبت سے انسان پر چار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
۱۔ خلقت (طینت) میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) نفس میں طہارت حاصل ہوتی ہے۔ (۳) ذات میں تزکیہ پیدا ہوتا ہے۔ (۴) گناہوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے۔

---

(۱) احیاء الیت سیوطی۔

محبت اہلبیتؑ کے انسانی زندگی پر اثرات

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہماری محبت ہر ایک کو فائدہ پہنچاتی ہے چاہے وہ ظلم کا قیدی غلام کیوں نہ ہو۔ اور ہماری محبت اولاد آدم کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتی ہے۔ جس طرح ہوا درخت سے پتے گرا دیتی ہے۔(۱)

اہلبیتؑ کی محبت سے قلب میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص بھی ہم سے محبت کرتا ہے اللہ اس کے دل کو پاک کر دیتا ہے اور جس کے دل کو (وہ) پاک کر دیتا ہے۔ وہ ہمارے لئے تسلیم ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو پروردگار اسے سخت حساب اور ہول قیامت سے محفوظ بنا دیتا ہے۔

اہلبیتؑ کی محبت سے ایمان میں تازگی اور حکمت کا جاری ہونا

امام حسینؑ سے روایت ہے کہ جو ہم اہلبیتؑ سے محبت کرے گا اور ہماری محبت کو اپنے دل میں ثابت کرے گا اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوں گے اس کے دل میں ایمان ہمیشہ تازہ رہے گا۔(۲)

ایمان کا دارومدار اہلبیتؑ کی محبت پر ہے

احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی اور حاکم نے مطلب سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک کی قسم کسی مرد مسلم کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ۔ اے میرے اہلبیت تم کو خدا کے لئے ہے اور میرے قرابتدار ہونے کی وجہ سے دوست نہ رکھے۔(۳)

---

(۱) جامع الصغیر صفحہ ۸۷۔

(۲) فضیل بن عمر جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔ (۳) احیاء المیت سیوطی۔

ایمان کا دارومدار محبت اہلبیتؑ پر ہے

مسلم، ترمذی اور نسائی نے زید بن ارقم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے میری امت والو! میں اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں تنگی کے وقت اس کی رحمت اور بدی کے وقت اس کے عذاب کو نہ بھولنا۔ (۱)

رسولؐ کی محبت کے واسطے اہلبیتؑ سے محبت کرو

ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو اس لئے دوست رکھو کہ وہ تمہیں نعمتوں سے آسودہ کرتا ہے اور مجھے اس کی محبت کے واسطے سے دوست رکھو اور میرے اہلبیتؑ کو میری محبت کے ذریعہ اور واسطے سے دوست رکھو۔ (۲)

دشمن اہلبیت جہنم میں جائیں گے

طبرانی اور حاکم نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان عبادت کے لئے گھنٹے ٹیک دے اور مسلسل نمازیں پڑھے اور روزے رکھے اور اسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ میرے اہلبیتؑ کا دشمن ہو تو وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔ (۳)

اہلبیت رسولؐ سے بغض رکھنے والا منافق ہے

ابن عدی نے کتاب کامل میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو اہلبیتؑ سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے وہ منافق ہے۔ (۴)

---

(۱) احیاء المیت سیوطی (۲) احیاء المیت سیوطی (۳) احیاء المیت سیوطی
(۴) احیاء المیت سیوطی

اہلبیت سے بغض وحسد رکھنے والا حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا

رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص ہم اہلبیتؑ سے بغض یا حسد کرے گا اسے قیامت کے دن آتشین کوڑوں سے مار کر حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔

نبی اکرمؐ کا آخری ارشاد کہ میرے اہلبیتؑ کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا

کتاب لوسط میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخری ارشاد جو فرمایا یہ تھا کہ اہلبیتؑ کے بارے میں ہمیشہ میرا لحاظ رکھنا

اسلام کی بنیاد آل محمدؐ کی محبت ہے

بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت حسنؑ بن علیؑ سے نقل کیا ہے رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جس طرح ہر چیز کی جڑ ہوتی ہے اسی طرح اسلام کی بھی بنیاد ہے اور وہ میری اور میرے اہلبیتؑ کی محبت ہے۔

اہلبیتؑ کی محبت سے دین میں کمال حاصل ہوتا ہے

رسول اکرمؐ نے فرمایا میرے قبیلے اہلبیتؑ اور میری ذریت کی فضیلت ویسی ہے جیسے دنیا کے ہر شے پر پانی کی فضیلت ہے کہ ہر شے کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ اسی طرح میرے اہلبیتؑ، عشیرہ ہیں اور میری ذریت کی محبت سے دین میں کمال پیدا ہوتا ہے۔

---

(۱) احیاء المیت سیوطی (۲) احیاء المیت سیوطی (۳) احیاء المیت سیوطی
(۴) احیاء المیت سیوطی

اہلبیت کی محبت سے پل صراط پر ثابت قدمی رہے گی

رسول اکرمؐ نے فرمایا، تم میں سب سے زیادہ صراط پر ثابت قدم سب سے زیادہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کرنے والا ہوگا۔(۱)

ہم اہلبیتؑ سے محبت رکھنے والا جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا

رسول اکرمؐ نے فرمایا علیؑ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو ہم سے محبت کرے گا اور ہماری محبت کو اختیار کرے گا پروردگار اسے ہمارے ساتھ جنت میں ساکن کرے گا جیسا کہ سورہ قمر آیت ۵۵ میں بیان کیا گیا ہے۔(۲)

اہلبیتؑ کی محبت کرنے والا قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا

رسول اکرمؐ نے فرمایا!

جو ہم اہلبیتؑ سے محبت کرے گا وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا اور ہمارے ساتھ داخل جنت ہوگا۔

اہلبیتؑ کی محبت اللہ پاک تک رسائی کا ذریعہ ہے

رسول اکرمؐ نے فرمایا! میں اور میرے اہلبیتؑ بہشت کے ایک شجر سے ہیں جس کی شاخیں زمین تک پھیلی ہوئی ہیں جس نے ہمارے ساتھ تمسک کیا (جڑ رہا) اس نے خدا تک پہنچنے کی راہ کو پالیا۔(۳)

اہلبیتؑ ہی "راسخون فی العلم" ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ ہمارے بجائے وہی "راسخون فی العلم" ہیں

---

(۱) جامع کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹ بصواعق محرقہ صفحہ ۱۸۷۔

(۲) الحقائق الحق جلد ۳ صفحہ ۲۸۳۔ (۳) کنوز الحقائق صفحہ ۵۵ ذخائر العقبیٰ عبدالعزیز۔

حالانکہ یہ صریحی جھوٹ ہے اور ہمارے اوپر ظلم ہے کہ خدا نے ہمیں بلند بنایا ہے اور انہیں پست قرار دیا ہے ہمیں علم عنایت کیا اور انہیں اس علم سے الگ رکھا ہے ہمیں اپنی بارگاہ میں داخل کیا اور انہیں دور رکھا ہے ہمارے ہی ذریعہ ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور تاریکیوں میں روشنی تلاش کی جاتی ہے۔

اہلبیتؑ ہی "اہل الذکر" ہیں

حضرت علیؑ سے آیت "فاسئلوا اہل الذکر" کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا "خدا کی قسم ہم ہی اہل ذکر ہیں اور ہم ہی اہل علم اور ہم ہی معدن تنزیل و تاویل ہیں میں نے خود رسول اکرمؐ کی زبان سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میں شہر علم ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جسے بھی علم لینا ہے اسے دروازہ سے آنا ہوگا۔

اہلبیتؑ ہی آیت "کونوا مع الصادقین" کا مصداق ہیں

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ "یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین" "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ" کا حکم نازل ہوا مسلمانوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس سے مراد عام (افراد) ہیں یا خاص؟ تو رسول اللہ نے فرمایا اس حکم کے مامور اور ذمہ دار تو تمام مومنین ہیں لیکن "صادقین" کا مفہوم خاص ہے میرے بھائی علیؑ کے لئے اور روز قیامت تک اس کے بعد کے اوصیاء کے لئے۔

اہلبیتؑ ہی "ومن عندہ علم الکتاب" کے مصداق ہیں

حضرت ابو سعید خدری نے رسول اکرمؐ سے پوچھا کہ آیت شریفہ "ومن عندہ علم الکتاب" اور ان کے پاس کتاب کا علم ہے۔" کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے میرا بھائی

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۳، (۲) شواہد التنزیل جلد ۱

علی ابن ابی طالب مراد ہے۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں ہم (اہلبیتؑ) وہ ہیں کہ جن کے پاس کل کتاب کا علم اور اس کا بیان موجود ہے اور ہمارے علاوہ ساری مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہم اسرار الٰہیہ کے اہل ہیں۔(۱)

اہلبیتؑ ہی مفسر قرآن ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: مجھ سے کتاب الٰہی کے بارے میں جو چاہو دریافت کرلو۔ کہ کوئی آیت ایسی نہیں ہے۔ جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ دن میں نازل ہوئی ہے یا رات میں صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ (۲)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

رسول اکرمؐ پر کبھی بھی آیت قرآن نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھے سنا بھی دیا اور لکھا بھی دیا اور میں نے اپنے قلم سے لکھ لیا اور پھر مجھے اس کی تاویل و تفسیر سے بھی باخبر کر دیا اور ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور خاص و عام بھی بتا دیئے۔(۳)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اللہ نے اپنے پیغمبر کو تنزیل و تاویل دونوں کا علم دیا ہے اور انہوں نے سب علی ابن ابیطالبؑ کے حوالے کر دیا اور پھر یہ علم ہمیں دیا گیا۔(۴)

آیت "حسنہ" سے اہلبیتؑ کی محبت مراد ہے

ابن ابی حاتم نے اللہ پاک کے اس قول جو شخص ایک نیکی کرے گا ہم اس کے نامہ اعمال میں بہت سی نیکیاں بڑھا دیں گے کہ بارے میں ابن عباس کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ "حسنہ" نیکی سے مراد آل محمدؐ کی مودت ہے۔(۵)

---

(۱) شواہد التنزیل صفحہ ۱۳، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳۔ (۲) طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸، تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۸۔
(۳) الخصال صفحہ ۲۱۷، کمال الدین صفحہ ۲۸۳۔ (۴) تہذیب جلد ۸۔ (۵) احیاء المیت سیوطی

آیت "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" سے مراد اہلبیتؑ ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر پوچھی گئی آپ نے فرمایا یہ آیت حضرت علیؑ امام حسنؑ، امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے میں نے عرض کی کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے ان کا نام (قرآن) میں کیوں نہیں لیا۔ فرمایا کہ جب خدا نے نماز کا حکم نازل کیا تب بھی تین رکعت چار رکعت کا نام نہیں لیا اور رسول اکرمؐ ہی نے اس کی تفسیر کی ہے اس طرح جب زکوٰۃ کا حکم نازل کیا تو چالیس میں ایک کا ذکر نہیں کیا اور رسول اکرمؐ نے اس کی تفسیر کی ہے یہی حال حج کا ہے کہ اس میں طواف کے سات چکر کا ذکر نہیں یہ بات رسول اکرمؐ نے بتائی۔ تو جس طرح آپؐ نے تمام آیات کی تفسیر کی ہے اسی طرح اولاد کی بھی تفسیر کردی ہے اور وقت نزول جو افراد موجود تھے ان کی نشاندہی کردی ہے۔

آیت اطاعت کی تفسیر بعد میں بنی امیہ سمیت ہر زمانے کے جابر حکمران اپنے حق میں کرتے ہوئے عوام کے سامنے اپنے کو نبی کریمؐ کا وارث زمین پر عمل اللہ اور واجب الاطاعت قرار دیتے اور یزید بھی اپنے حق میں اسی آیت سے استدلال کرتا تھا اور اس زمانے کے تنخواہ فروش علماء اس کی بڑھ چڑھ کر تائید کرتے تھے اور اس کے حق میں احادیث گڑھتے تھے اور اس آیت کی تشریح آج تک ملوکیت کے ظالم و جابر بادشاہ بنی امیہ سے لے کر خلافت عثمانیہ ترکی تک جمعہ کے خطبوں میں اپنے حق میں کراتے رہے۔

محبت اہلبیتؑ سے قلب کی شفا حاصل ہوتی ہے

رسول اکرمؐ آیت "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" کے نزول کے وقت فرماتے ہیں جو شخص اللہ رسول اور میرے اہلبیتؑ سے بھی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو شفا بخشتا ہے۔

---

(۱) شواہد التنزیل جلد ۱ صفحہ ۱۹۱۔ (۲) تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۳۔

میرے بعد بارہ خلفاء/ امیر ہوں گے

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا کہ اسلام مسلسل طاقتور باعزت اور محفوظ رہے گا۔ بارہ خلفاء تک جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ حسب تعداد بنی اسرائیل اس امت کے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ یہ دین بارہ خلفاء تک قائم رہے گا پھر قیامت آجائے گی۔ جب وہ ختم ہو جائیں گے تو زمین اہل زمین کو لے کر زلزلہ میں آجائے گی۔ یہ دین غالب رہے گا۔ بارہ خلفاء تک سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔(۱)

---

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الاحکام صحیح مسلم شریف جلد ۵ صفحہ ۱۸۱، صحیح ترمذی شریف جلد ۹ صفحہ ۲۷، مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۴۱۷، سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۰۶، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۰۶، جامع کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۸، فتح الباری فی شرح صحیح بخاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹، بستان المحدثین از شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی، مشہور الحدیث محدث مترجم بخاری شریف مولوی وحید الزمان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ان بارہ امیروں سے آئمہ اثنا عشر یعنی بارہ امام مراد ہیں اور ان سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ کہ حکومت کا ہونا۔ لغات الحدیث مؤلف وحید الزمان، ترجمہ الف صفحہ ۶۱۔

سیرت امام حسین علیہ السلام

آپ خلق محمدی ﷺ اور کمال علوی کی مثال اور تصویر تھے۔ اپنے نانا اور بابا کے فضائل اور مکارم اخلاق کے صحیح وارث اور آپ نے ان دونوں بزرگوں سے بلند فضائل اور کریم صفات اور خوبیاں اخذ کی تھیں۔

آپؑ کی عبادت

آپؑ کی ساری زندگی ہی عبادت تھی، سب کی سب کامل اطاعت تھی، آپؑ کے اوقات اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں وقف تھے۔

جب ہم آپ کی نماز، آپ کے حج کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو صرف یہ بات کافی ہے کہ وہ رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، ہر سال پابیادہ مراسم حج ادا فرماتے تھے اور اسی قسم کی دیگر عبادات بھی۔ ہم آپؑ کی ان عبادات کا ذکر کرتے ہیں جنھیں مورخین نے بیان کیا ہے۔

۱۔ آپ نے پچیس حج پیدل اس طرح کئے کہ آپؑ کی سواریوں کو آپؑ کے ساتھ ہنکایا جاتا تھا اور آپؑ پابیادہ مشغول سفر ہوتے تھے۔

۲۔ آپ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۳۔ انس بن مالک سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حسینؑ کے ساتھ نکلا تو آپ جناب خدیجہ کی قبر پر تشریف لائے۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے انس مجھ سے دور چلے جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپؑ سے علیحدہ ہو گیا۔ جب آپ کی نماز میں وقوف (ٹھہرنا) طول پکڑ گیا تو میں نے آپ کو کہتے سنا۔

"اے رب! اے وہ کہ جس کا تو مولا ہے، پس رحم فرما اس بھولنے سے بندہ پر جس کا تو ولی و مولیٰ ہے۔"

اے بلندیوں والے! تجھ پر ہی میرا اعتماد و بھروسہ ہے طوبیٰ اور خوشخبری اس کے لئے ہے جس کا تو مولا و آقا ہے۔ خوش خبری ہے اس کے لئے جو ایسا خادم ہے کہ جس کی نیند اڑ گئی ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کی شکایت کرتا ہے۔

اپنے مولا کی محبت سے زیادہ نہ اس میں کوئی علامت ہے نہ بیماری ہے اور جب وہ جلدی میں اٹھ کر شکایت کرتا ہے اور اس کا گلا گھٹنے لگتا ہے، تو اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسے لبیک کہتا ہے۔ جب وہ تاریکی میں گزر گزارتا ہے تو خدا اس کی عزت و اکرام کرتا اور اسے قریب کرتا ہے اس کو ندا آتی ہے: لبیک اے میرے بندے! تو میری رحمت و شفقت کے پہلو میں ہے اور جو کچھ تو کہتا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔ تیری آواز کی طرف میرے ملائکہ مشتاق ہیں پس آواز تیرے لئے کافی ہے، ہم نے سن لیا ہے۔ تیری دعا میرے مجابوں میں گردش کرتی ہے۔ پس تیرے لئے وہ راز کافی ہے جسے ہم نے ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اس کے جواب میں ہوا چلے تو دھوئیں سے وہ گر پڑے، اس چیز کی وجہ سے جس نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے سوال کر بغیر کسی، خوف اور حساب و کتاب کے کیونکہ میں اللہ ہوں۔

۴۔ جس وقت نویں محرم کی عصر کو ابن سعد امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے ارادہ سے بڑھا تو آپؑ نے اس کی طرف اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور ان سے کہا کہ اگر ہو سکے تو جنگ کل تک کے لئے مؤخر کر دو اور آج کی رات کے لئے مہلت لے لو تا کہ آج شب کو ہم اپنے پروردگار سے استغفار کریں، دعا مانگیں اور نمازیں پڑھیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لئے نماز، اس کی کتاب کی تلاوت، دعا اور استغفار کی کثرت کو دوست رکھتا ہوں۔

۵۔ آپؑ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو آپؑ پر حزن و ملال کے آثار نہ دیکھے گئے۔ لوگوں نے آپؑ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ہم اہلبیت ہیں، جو کچھ اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں وہی عطا کر دیتا ہے اور جب اللہ ہماری ان چیزوں کے بارے میں، جو ہمیں محبوب ہیں، وہ کچھ چاہتا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے تو ہم اس کی چاہت پر ہی راضی رہتے ہیں۔

آپؑ کا احسان و کرم

انس بن مالک کہتے ہیں:

میں حسینؑ کے پاس تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک کنیز حاضر ہوئی اور آپؑ کو ایک پھول کا تحفہ پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کو ایک پھول تحفہ کے طور پر دیتی ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور آپؑ اس کو آزاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، خدا نے ہمیں یہی ادب سکھایا ہے خدا فرماتا ہے۔ "جب تمہیں تحفہ دیا جائے تو اس سے بہتر تحفہ دو یا اسے ہی لوٹا دو۔" پس اس کے تحفہ سے آپ کی جود اور بخشش نے اس کو آزاد کرنا تھا۔

۱۔ ابو عبدالرحمان سلمی نے امام حسینؑ کے ایک بیٹے کو سورہ الحمد کی تعلیم دی۔ جب اس بچے نے آپؑ کے سامنے سورہ کو پڑھا تو آپ نے پڑھانے والے کو ہزار دینار اور ہزار حلے دیئے اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ جب آپؑ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا، یہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس عطا (اس تعلیم) کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔

۲۔ مسعدہ سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ امام حسینؑ مساکین و فقراء کے قریب سے گزرے جنہوں نے چادر بچھائی ہوئی تھی اس پر روٹیوں کے ٹکڑے پھیلائے ہوئے کھا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے فرزند رسول تشریف لائیے۔ آپؑ ان کے قریب دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اور شریک طعام ہوئے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "ان اللہ یحب المستکبرین" پھر فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ پس انہوں نے آپؑ کی دعوت قبول کی آپؑ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ کے دولت پر حاضر ہوئے۔ آپؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس کھانا موجود ہے لے آؤ اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

۳۔ کربلا کی جنگ کے روز آپؑ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات پائے گئے لوگوں نے

ان کے بارے میں امام زین العابدینؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا یہ نشان ان تھیلوں کے ہیں جن میں آپؑ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی ضروریات کی اشیاء اپنی پشت پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔

۴۔ آپؑ کے ایک غلام نے کوئی ایسا قصور کیا جو سزا کا موجب تھا۔ چنانچہ آپؑ نے حکم دیا کہ اسے سزا دی جائے۔ اس غلام نے کہا: اے میرے آقا! "والکاظمین الغیظ" (اور غصہ کو پینے والے) آپؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس نے کہا: میرے مولا "والعافین عن الناس" (اور لوگوں کو معاف کرنے والے)۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا: اس نے پھر کہا "واللہ یحب المحسنین" (اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپؑ نے فرمایا تو خدا کی رضا کے لئے آزاد ہے اور تیرے لئے اس سے دگنا ہے جو میں تجھے دیا کرتا تھا۔

۵۔ ایک اعرابی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں ایک بھاری دیت کا ضامن ہوا ہوں لیکن مجھے اس کے ادا کرنے کی استعداد نہیں ہے۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کرو اور میں نے اہلبیتؑ رسولؐ سے زیادہ کریم کسی کو نہیں دیکھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے بھائی! میں تجھ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے ایک کا جواب دیا تو میں تجھے ایک تہائی مال دوں گا۔ اور اگر تو نے دو سوالوں کا جواب دیا تو دو تہائی مال دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیا تو دیت کی کل مالیت تجھے دے دوں گا۔ اعرابی نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپ جیسی بزرگ ہستی مجھ جیسے سے سوال کرے گی جب کہ آپ اہل علم و شرف ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں! میں نے اپنے جد امجد محمد رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "المعروف بقدر المعرفۃ" اعرابی نے عرض کیا: اچھا آپ فرمایئے۔ اگر میں جواب دے سکا تو صحیح ورنہ آپ سے سیکھ لوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: "ای الاعمال افضل" کون سا عمل سب سے افضل و برتر ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: "الایمان باللہ" اللہ پر ایمان لانا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: فما النجاۃ من الھلکۃ" ہلاکت سے کس طرح نجات مل سکتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: "الثقۃ باللہ" اللہ پر وثوق اور بھروسے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: "فما یزین المرء" انسان کو کون سی چیز زینت دیتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: "علم معہ حلم" وہ علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ اس سے چوک جائے؟

اعرابی نے عرض کیا: "مال مع مروۃ" ایسا مال جس کے ساتھ مروت و انسانیت ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے؟

عرض کیا: "فقر معہ صبر" ایسا فقر جس کے ساتھ صبر ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے چوک جائے۔

اعرابی نے عرض کیا: پھر آسمان سے بجلی گرے جو اسے جلا دے کیونکہ وہ اب اسی کا اہل ہے۔

بس امام حسینؑ علیہ نے تبسم فرمایا اور اس کی طرح ایک تھیلی پھینک دی جس میں ہزار دینار تھے اور اس کو اپنی انگوٹھی دی جس سے دو سو درہم قیمت کا ایک نگینہ تھا۔ اور فرمایا اے اعرابی (دینار) تو آپ قرض خواہ کو دے دیں اور انگوٹھی اپنے مخارج میں خرچ کر۔ پس اعرابی نے یہ مال لے لیا اور کہا:

"واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے)

۲۔ امام حسین علیہ السلام اسامہ بن زید کی بیماری کے دوران اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ کہہ رہے تھے: واغماہ (ہائے میرا غم و دکھ)۔ آپؑ نے فرمایا: اے بھائی! تجھے کس چیز کا غم ہے؟ اس نے کہا مجھ پر ساٹھ ہزار درہم قرض ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: وہ مجھ پر ہے۔ اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں میں کہیں مر نہ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں مرو گے۔ یہاں تک کہ میں اس سے ادا کر دوں گا۔ پس آپؑ نے ان کے مرنے سے پہلے قرض ادا

کر دیا۔

۷۔ آپؑ کے پاس انصار میں سے ایک حاجت مند آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے انصاری بھائی! اپنے چہرے کو سوال کرنے کی ندامت سے بچا۔ اپنی حاجت ایک رقعہ میں لکھ کر لے آ۔ میں انشاء اللہ اس سلسلہ میں وہ کچھ کروں گا جو تیری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس نے لکھا: اے ابا عبداللہ فلاں شخص کے پانچ سو دینار میرے ذمہ ہیں اور اس نے مجھ سے ادائیگی پر اصرار کیا ہے۔ بس آپؑ اس سے بات کیجیے کہ وہ مجھے خوشحالی تک مہلت دے دے۔

جب آپؑ نے وہ رقعہ پڑھا تو گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک تھیلی نکالی جس میں ہزار دینار تھے۔ اس انصاری کو دے کر فرمایا۔ اس سے اپنا قرض ادا کر دو اور بقیہ پانچ سو دینار سے اپنے معاشی حالات بہتر بناؤ۔ اور اپنی حاجت نہ لے جاؤ۔ مگر تین میں سے ایک کی طرف۔ صاحب دین و دیانت یا صاحب مروت و انسانیت یا صاحب حسب و کردار۔ صاحب دین کو تو اس کا دین بچائے گا اور صاحب مروت اپنی مروت کی وجہ سے شرم کرے گا۔ اور باقی رہا صاحب حسب و کردار تو وہ جانتا ہے کہ تو نے اپنے چہرے کو اس سے مکرم و باعزت نہیں سمجھا کہ تو اس کے سامنے اپنی حاجت کے سلسلہ میں پیش کرے۔ بس وہ اپنے چہرے کو اس سے بچائے گا کہ تیری حاجت پوری کئے بغیر تجھے واپس لوٹا دے۔

۸۔ ایک اعرابی مدینہ میں زیارت کے لئے آیا۔ اس نے پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ کریم شخص کون ہے اسے امام حسینؑ کی طرف رہنمائی کی گئی۔ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اشعار پڑھے۔

لم یخب الیوم من رجاک و من ۔۔۔ حرک حبل الرجاء بابک الحلقه

آج وہ شخص ناامید نہیں جو آپؑ سے امید رکھے اور جو آپؑ کے دروازہ کی کنڈی ہلائے

انت جواد و انت معتمد ۔۔۔ ابوک قد کان قاتل الفسقه

آپؑ جواد بھی ہیں اور آپؑ قابل اعتماد بھی۔ آپؑ ہی کے والد گرامی فاسقین کے قاتل تھے۔

لولا الذی کان من اولئکم ۔۔۔ کانت علی الجحیم منطبقه

اگر وہ نہ ہوتا جو آپؑ کے اوائل (پہلے بزرگوں) نے کیا تو جہنم کی آگ ہم پر تپ تپ ہوتی۔

پس امام حسینؑ نے سلام نماز کے بعد فرمایا۔ اے قنبر کیا مال حجاز میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ اس نے عرض کیا: چار ہزار دینار ہیں۔ فرمایا: لے آؤ، کیونکہ ایک ایسا شخص آگیا ہے جو ہم سے بھی زیادہ حق دار ہے۔ پھر آپؑ نے اپنی چادر اتاری، اس میں دینار لپیٹے اپنا ہاتھ اعرابی سے شرم کرتے ہوئے دروازے کے سوراخ سے باہر نکالا اور یہ اشعار فرمائے۔

خذھا فانی الیک معتذر — واعلم بانی علیک ذو شفقه

یہ لے لو۔ میں تم سے معذرت چاہتا ہوں اور جان لو کہ میں تم پر شفیق و مہربان ہوں۔

لو کان فی سیرنا الغداۃ عصا — امست سمانا علیک مندفقه

اگر دنیا ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہماری سخاوت کا آسمان تجھ پر موسلا دھار بارش برساتا

لکن ریب الزمان ذو غیر — والکف منی قلیله النفقه

لیکن زمانے کی حالت بدلتی رہتی ہے اور میرے وسائل محدود ہیں۔

پس اعرابی نے دو دینار لے لئے اور رونے لگا آپؑ نے فرمایا: شاید تو نے ہماری عطا کو کم سمجھا ہے عرض کیا نہیں۔ لیکن آپؑ کے جود و سخا کو مٹی کس طرح کھا جائے گی۔

آپؑ کے بعض جوابات

ائمہ علیہم السلام اسلام کے وارث اور دین کے محافظ ہیں ان ہی کے پاس علم کتاب ہے، وہی جائے پناہ، حقائق کی وضاحت کرنے والے ہیں، امام حسین علیہ السلام سے پوچھے گئے بعض سوالات کے جوابات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ خوارج کے ایک سردار نافع بن ازرق نے آپؑ سے سوال کیا کہ جس خدا کی آپؑ عبادت کرتے ہیں، مجھ سے اس کی تعریف و توصیف بیان فرمایئے آپ نے فرمایا:

اے نافع! جو اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھے وہ ہمیشہ اشتباہ میں رہتا ہے۔ صحیح راستہ

سے ہٹ جانے کی وجہ سے ٹیڑھا چلتا ہے اور جو ٹیڑھے راستے پر چلتا ہے۔ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوتا ہے اور بے ڈھنگی و بدوضع باتیں کرتا ہے۔ اے ابن ارزق! میں اپنے معبود کی وہ تعریف کروں گا جو خود اس نے کی ہے۔ اس کو حواس و ادراک سے نہیں شناخت کیا جا سکتا اور نہ ہی لوگوں پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں ہے۔ دور ہے لیکن دوری میں انتہا کو پہنچا ہوا نہیں وہ ایسا واحد ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ آیات و نشانیوں کے ذریعہ مشہور ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ جو بلند عظیم ہے۔ یہ سن کر ابن ارزق رونے لگا اور کہا آپؑ کی گفتگو کس قدر خوبصورت اور کتنی محکم ہے۔

۲۔ آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ خدائے عظیم کا کتنا خوف رکھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن مامون نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ جو دنیا میں خدا کا خوف رکھتا ہے۔

۳۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ فرزند رسولؐ! آپؑ نے کس حالت میں صبح کی آپؑ نے فرمایا:

میں نے اس حال میں صبح کی کہ میرے اوپر میرا رب ہے۔ آگ میرے سامنے ہے موت میری تلاش میں ہے۔ حساب و کتاب نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ میں اپنے عمل کے پاس رہن ہوں وہ کچھ نہیں پا سکتا جو مجھے مرغوب و پسند ہے اور نہ ہی ناپسندیدہ کو اپنے سے دور کر سکتا ہوں۔ معاملات میرے غیر کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے عذاب کرے اور چاہے تو معاف کر دے پس کون سا فقیر و نادار مجھ سے زیادہ فقیر ہے۔

۴۔ آپؑ سے ایک شخص نے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھا "واما بنعمۃ ربک فحدث" "اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کیا کر۔" آپؑ نے فرمایا: اس کو حکم دیا ہے کہ وہ بیان کرے تمام ان نعمتوں کو کہ دین کے سلسلہ میں جو اس پر انعام کی ہیں۔

۵۔ امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزہ کیوں فرض کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تاکہ غنی و تونگر بھوک کا ذائقہ چکھے اور جو اضافی مال ہو اسے مساکین پر

احسان و بخشش کرے۔

۶۔ بادشاہ روم نے سات چیزوں کا سوال کیا کہ جنہیں خدا نے پیدا کیا مگر وہ شکم مادر میں خلق نہیں ہوئیں۔ آپؑ نے فرمایا: ان میں سے پہلے آدمؑ ہیں، پھر حضرت حواؑ ہیں اور وہ کوا جو قابیل کے سامنے ظاہر ہوا۔ ابراہیمؑ کا مینڈھا جو حضرت اسماعیلؑ کے بدلے ذبح ہوا۔ ناقہ صالح جو بطور معجزہ پہاڑ سے نکلا، عصاء موسیٰؑ (جو اژدھا بنا) اور وہ پرندہ جسے عیسیٰؑ بن مریمؑ نے بنایا۔

آپ کی شخصیت کی چند خصوصیات

امام حسین ابن علی علیہ السلام کے متعلق ۔۔۔ الاستاد حسن احمد لطفی البیرونی لکھتے ہیں۔

یعنی! "نبوت کے ایسے گھر میں جہاں انسانیت منور و روشن ہے اور جن کا گھر رابطہ وحی خداوندی کے ذریعہ آسمان (عرش الٰہی) سے وابستہ ہے علیؑ بن ابی طالبؑ ایسے والد جو نہ صرف تاریخ عرب میں بلکہ تاریخ انسانیت میں سرنامہ شجاعت و جواں مردی ہیں اور فاطمہؑ زہرا بن محمد مصطفیٰ مادر گرامی جو روح محمدؐ و نور رسالت کا ایک درخشندہ ٹکڑا ہیں۔ انہیں دونوں مثالی والد و والدہ سے سوم ماہ شعبان ۴ ہجری کو ایک طفل پیدا ہوا۔ یہ بچہ معمولی بچوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ انسانیت کو شرف بخشنے والا اور معاذی الوہیت کا مظہر تھا یہی وہ بچہ ہے جو حسینؑ کے نام سے مشہور ہے۔"(۱)

ممتاز و مشہور ترک مولف قاضی محمد بہلوال بہجت زنگہ زوری آفندی اپنی کتاب "بغیہ الفقیہ" میں لکھتے ہیں۔

"ہمیں کافی است کہ چشم روزگار علی ابن ابی طالبؑ، پدرے و فاطمہؑ مادرے و مانند حسینؑ بن علیؑ ذات باشرافت پسرے ندیدہ است۔"(۲)

---

(۱) البیرونی، دار الہلال ۱۸۔

(۲) تشریح و محاکمہ بتاریخ آل محمدؐ ۱۹۹، قاضی زنگہ زوری۔

ذاتی و نسلی امتیازات و خصوصیات

وہ حسینؑ ابن علیؑ جو اپنے ذاتی و اضافی خصوصیات کی بناء پر کائنات میں اپنا مثل جواب نہیں رکھتے۔ ذاتی خصوصیات ایسی کہ سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے "انا من الحسینؑ" فرما کر اپنی ذات اقدس کو حسینؑ کی طرف منسوب کیا۔

نسلی خصوصیات و خاندانی امتیازات کا کیا کہنا۔ اشرف اولاد آدمؑ سید العرب والعجم اس اعتبار سے بھی حسینؑ کو تمام نبی آدم میں خیر الناس بتلاتے ہیں جیسا کہ ابو الموید الموفق بن احمد المکی اخطب خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ نے خطبہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا۔

یعنی!" اے گروہ مسلمین! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ تمام لوگوں میں سب سے افضل جد و جدہ کے لحاظ سے کون ہے؟

لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسولؐ اللہ ضرور ارشاد فرمایئے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا حسنؑ و حسینؑ ہیں کیونکہ ان دونوں کا جد میں محمدؐ ہوں اور جدہ خدیجہؑ ہیں جو زنان جنت کی سردار ہیں جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی اور جو کچھ اللہ نے اپنے نبی محمدؐ پر نازل فرمایا اور اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائیں۔ پھر فرمایا اے مسلمانو! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ باپ اور ماں کے اعتبار سے سب سے برتر کون ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمایا یہی حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ کیونکہ ان کے باپ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں جو اللہ و رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خود اللہ و رسول بھی ان کو دوست رکھتے ہیں اور ان دونوں کی ماں فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ ہیں جن کو خدا نے تمام کائنات (دنیا و آخرت) میں برگزیدہ کیا ہے۔" پھر ارشاد فرمایا! اے مسلمانو! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ تمام لوگوں میں ماموں و خالہ کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا! بے شک ضرور ارشاد فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہی حسنؑ و حسینؑ ہیں جن کے ماموں قاسم فرزند رسولؐ اللہ ہیں اور خالہ زینبؑ بنت محمدؐ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ سب سے بہتر چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے کون ہے؟ ارشاد فرمایا ایک حسنؑ و حسینؑ ہیں جن کے چچا جعفر ذوالجناحین ہیں اور جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالبؑ ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا خدا جانتا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اور ان کے جد و جدہ باپ وہاں جنتی ہیں۔ اور خالہ، ماموں چچا پھوپھی یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ لیکن وہ جوان دونوں کو دشمن رکھتا ہے وہ جہنم میں ہوگا۔

خصوصیت شہادت

مشہور مصری مورخ، ادیب اور نقاد الاستاد عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:۔

یعنی! "تمام عالم میں شہدا کا کوئی خاندان حسینؑ شہید کے گھرانے سے زیادہ شرف و مرتبہ نہیں رکھتا۔ باعتبار اس کے کہ جس کے شہیدوں کی تعداد زیادہ ہو اور جس کی شہادت کا اثر اقطار عالم پر چھایا ہوا اور جس کا تذکرہ شہادت عام طور سے کیا جاتا ہو۔ لہٰذا کافی ہوگا کہ دنیا کی تاریخ میں صرف حسینؑ ہی کی ایسی ذات ہے کہ خود شہید (بھائی، باپ، اولاد سب شہداء) شہید کے بیٹے اور صدیوں تک ہونے والے شہداء کے باپ ہیں۔"

حسین علیہ السلام جامع کمالات

علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الحنفی العجیل الشافعی تحریر فرماتے ہیں:

یعنی! "اہلبیتؑ و آل محمد مجمع فضائل علم و حلم، فصاحت و صباحت، ہدایت و ذکاوت، سخاوت و شجاعت غرض کہ جمیع فضائل و مکارم پر حاوی و فائز ہیں۔ وہ محتاج تفکر و تدبر نہیں اور نہ ان کے علوم تعلیم و تعلم، درس و تدریس، بحث و تکرار پر موقوف ہیں اور شاید ہے کہ کل وہ نہیں جانتے تھے۔ اور آج جان گئے اور اس طرح ان کے علم میں اضافہ ہوا ہو درحقیقت یہ خدا کے بخشے ہوئے کمالات ہیں جو اہلبیتؑ کو (تمام عالم کی نگاہوں) سے پوشیدہ کرنے کی لاحاصل کوشش کرتا ہے۔"

علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ:

یعنی!" اہلبیت رسالت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ فضائل و مکارم کے اس بلند ترین مقام پر فائز ہیں کہ ثریا بھی باوجود اپنی بلندی کے آپؓ کے اوج فضل و علوم کمال کا ادراک نہیں کر سکتی۔ جب فضائل و مکارم کی دولت کو قسام ازل نے تقسیم کیا تو سب سے زیادہ حصہ آپ کو ملا۔

انتشار علوم و معارف!

علامہ شیخ عبداللہ العلیلی لکھتے ہیں۔

یعنی!" اس امر خاص میں امام حسینؓ کے لئے بکثرت اخبار و روایات ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپؓ کے علمی کارنامے اور فتاویٰ دنیا کو مدہوش کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن عمر آپؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ غذائے علم کو خوب سیر ہو کر آپؓ نے حاصل کیا۔"

للاستاد عباس محمود العقاد مصری۔۔۔۔ لکھتے ہیں کہ!

"اکثر علماء دین و صوفیاء اپنے قابل اعتماد نصوص علمیہ و معارف حکیمہ کو امام حسینؓ سے روایت کر کے حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کی طرف ان علوم کو پلٹاتے ہیں۔

علم فقہ و لغت میں آپ کی صداقت کو جانچنے کے سلسلے میں بہت سے غرائب علوم کو آپؓ سے روایت کیا گیا ہے جس طرح سے آپؓ کے پدر بزرگوار کے تسلط علوم کو جانچنے کے سلسلے میں ایسی چیزیں روایت کی گئی ہیں۔

فصاحت و بلاغت!

دراصل حسینؓ ابن علیؓ کے کلام میں فصاحت و بلاغت بہت گہری ہے جس میں صاحبان بصارت و بصیرت کے لئے معانی کے چشمے موج زن جوش مارتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور غور و فکر کرنے والے ارباب دین و دیانت، حضرت کے کلام میں ڈوب کر دریائے معانی سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں۔ علامہ محمد بن طلحہ الشافعی لکھتے ہیں۔" حضرت امام حسین بن علی

علیہ السلام اپنے زمانے میں ہر کلام کرنے والے سے زیادہ فصیح تھے۔ فصاحت آپ کی فرمانبردار (لونڈی) اور بلاغت آپ کی مطیع اور حکم بجالانے والی (کنیز) تھی" حضرتؑ کے اشعار انمول جواہرات و نایاب موتی ہیں اور خوبی میں مثل اس چادر کے ہیں جو نقش و نگار میں اپنا جواب نہ رکھے۔ اسی لئے حضرتؑ اپنے عہد کے شعراء و فصحا کے لئے معیار الکلام تھے۔ آپ کا کسی شاعر کے کلام کو سماعت فرمانا اس کے لئے سبب شرف و افتخار سمجھا جاتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ استادی کی سند حاصل ہو گئی اسی نے ہر شاعر آپ کو اپنا کلام سنانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔ الاستاد عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں۔ "چونکہ حضرت حسینؑ ابن علیؑ کلام عرب کے ماہر و خبیر تھے اور آپؑ کے فصاحت کلام کی شہرت عام تھی اس لئے شعراء آپؑ کی عطاء بخشش کو حاصل کرنے سے زیادہ اس کے حریص رہتے تھے کہ آپؑ ان کے کلام کو شرف سماعت بخش دیں۔

عدیم النظیر خطیب!

حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ علیہ السلام صرف افصح العرب و معیار الکلام ہی نہیں تھے بلکہ عدیم النظیر خطیب بھی تھے۔ لہٰذا ممتاز ادیب و نقاد استاد عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں۔

"قدرت نے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کو ایسا ملکہ خطابت عطا کیا تھا جس میں قوت زبان، حسن بیان، حسن صوت اور حسن نظارے بھی کچھ موجود تھے۔"

یعنی ایک باکمال خطیب میں جن مطلوبہ صفات کی ضرورت ہو وہ تمام صفات امام حسینؑ ابن علیؑ علیہ السلام میں موجود تھیں۔ جن کے اجزائے ترکیبی سے خطیب شعلہ بیان کی تخلیق ہوتی ہے وہ تمام اجزا حضرتؑ کی خطابت میں بے حد کمال پائے جاتے ہیں۔

آپ کے سامنے "بلاغۃ الحسینؑ" ہے۔ خطبوں کو پڑھیے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ الفاظ ہیں، حسن بیاں جلوہ نما ہے، ترنم الفاظ کا جادو چل رہا ہے اور استعاروں کی بجلیاں کوند چمک رہی ہیں۔ ان میں ایک تڑپ اور زندگی ہے، کون سی خوبی ہے جو حضرتؑ کے کلام و خطاب میں

موجود نہ ہو۔

آپ کے کلام میں معنوی پہلو

ذرا حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کے اس کلام پر نظر کریں!

جس کو آپؑ نے انقلاب دوست، مساوات پسند، برق خرمن سرمایہ داری حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ سے ایسے مواقع پر ارشاد فرمایا تھا جبکہ رسولؐ اللہ کا ممتاز ضعیف صحابی، شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ بے چارگی و بے بسی کے عالم میں جلاوطن کیا جا رہا تھا اور حکومت نے یہ حکم دیا کہ کوئی فرد اس مقدس صحابی کو رخصت کرنے کے لئے نہ جائے۔

لیکن جواں سال حسینؑ اپنے ضعیف و پدر بزرگوار علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ حکومت کے حکم کی قانون شکنی کرتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے اور وداع کرتے وقت کمبل پوش حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ سے ارشاد فرمایا کہ:

"چچا جان! خداوند عالم ان حالات کو جنہیں آپ برداشت کر رہے ہیں بدلنے پر قادر ہے۔ ہر دن اس کی نت نئی شان ہے۔ لوگوں نے اپنی دنیا کو آپ کے ہاتھ سے بچایا جسے ان لوگوں سے آپ نے بچایا اس سے آپ کی بے نیازی ظاہر ہے لیکن آپ نے جس چیز سے انہیں محروم کیا وہ اس کے بہت ہی محتاج ہیں، آپ خداوند عالم سے صبر و کامیابی کی دعا کیجئے اور فریاد و واویلا کرنے سے پناہ مانگئے۔ کیونکہ صبر دین کا رکن اور بزرگی کی علامت ہے اور لالچ رزق کو آگے نہیں لا سکتا اور نہ فریاد و واویلا مصائب کو ٹال سکتا ہے۔

جو لوگ کہ کسی شخصیت کو اس کے کلام سے معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ یقیناً یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں گے کہ یہ موعظہ نہیں بلکہ حسینؑ ابن علیؑ کی حیات طیبہ کا شعار (Mottoemblam) ہے جیسا کہ استاد عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں کہ۔

"گویا ان کلمات میں امام حسینؑ ابن علیؑ نے اپنی پوری زندگی کو اپنی ولادت سے لے کر

وقت شہادت تک کے حالات کو سمو دیا ہے اور آپ کے یہ کلمات شعار حیات ہیں۔"

جس طرح حسینؑ ابن علیؑ نے جرات اور بے باکی کے ساتھ جابر حکومت کو للکارا ہے۔ اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے پیش کیا ہے کوئی دوسرا تاریخ عالم میں نہیں ملتا۔ کسی آمر مطلق یا سلطان جابر کے سامنے کس کی یہ مجال ہے کہ سیاہ اعمال نامہ کو پیش کرنے کی جرات کرے جبکہ اس آزادی فکر کے دور میں موجود جمہوری حکومتوں میں بھی بے خوفی کے ساتھ فرضی جمہوری نظام کی سیاہ کاریوں کے خلاف آج کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا لیکن حسینؑ ابن علیؑ کی ہمت اور جرات کو ملاحظہ فرمایئے کہ آپؑ نے شام میں امیر معاویہ کے خلاف ان کے مظالم پر کس بے باکی کے ساتھ احتجاج فرمایا۔

مختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامع اسلامیہ میں دور جاہلیت کے آداب و رسوم نے کلی طور پر جگہ حاصل کر لی تھی اسی لئے ربان حال سے امام حسینؑ ابن علیؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

یعنی "اگر میرے نانا محمد مصطفیٰؐ کے دین کے استحکام اور بقاء کے لئے میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خون آشام تلوارو میرا بدن تمہارے لئے موجود ہے اسے لے لو"

اور ایک فیصلہ کن آخری جنگ کرنے کے لئے میدان جہاد میں آ گئے۔

علامہ شیخ عبداللہ العلایلی البیرونی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ۔

"اس سے پہلے حسینؑ کے جد پیغمبر اسلام نے فکر و ذہنیت بت پرستی کے خلاف جنگ کر کے اس کو مٹایا لیکن حسینؑ سبط رسول اللہ نے سامی بت پرستی کے خلاف جنگ فرمائی۔"

ارباب سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ ایک تھکا ماندہ اعرابی مسجد میں داخل ہوا اس نے امام حسنؑ ابن علیؑ ابیطالبؑ علیہ السلام کو دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ آپؑ یہاں تشریف فرما ہیں۔

یہ سن کر اعرابی نے کہا۔ "مجھے تو انہی سے مطلب ہے۔"

کسی نے سوال کیا "تم ان سے کیا چاہتے ہو؟"

اعرابی نے جواب دیا۔

"میں نے سنا ہے کہ یہ لوگ بڑے فصیح و بلیغ اور ماہر زبان عرب ہیں۔ میں لق و دق صحرا بیابان پہاڑوں اور گھاٹیوں کو طے کر کے دور دراز سے یہاں صرف اس لئے آیا ہوں کہ ان سے ادبی مباحثہ کروں اور منطق کلام عرب کو دریافت کر کے ان کا امتحان لوں۔"

یہ سن کر ایک صاحب نے امام حسینؑ ابن علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا یعنی "پہلے اس نوجوان سے پوچھو" پھر ان کے بزرگ سے دریافت کرنے کا حوصلہ کرنا۔

اعرابی نے بڑھ کر امام حسینؑ ابن علیؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے جواب سلام کے بعد دریافت کیا: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اعرابی نے جواب دیا "انی جئتک من الھو فل و العجمل و الاثیم و الھمھم" اعرابی کے کلام کو سماعت فرما کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا:

"اے اعرابی! تم نے ایسا کلام کیا جس کو علماء کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

- اس نے عرض کیا "جی ہاں! میں ایسا ہی کلام! منطق الفاظ غریب بولنے کا عادی ہوں، کیا آپ میرے انداز کلام کے مطابق اور اسی طرز پر جواب دے سکتے ہیں؟"
- حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے ارشاد فرمایا: اچھا! تم کلام تو کرو میں ویسا ہی جواب دوں گا۔
- وہ کہنے لگا "آپ جانتے ہیں کہ میں بدوی ہوں اور ہم لوگ اکثر و بیشتر مقال (گفتگو) شعر میں کرتے ہیں۔"
- حضرتؑ نے ارشاد فرمایا: نظم کی پابندی سہی، شعر ہی میں کلام کرو، میں بھی اسی طرز و اسلوب کے اشعار میں تم کو جواب دوں گا۔
- یہ سن کر اعرابی نے نو شعر پڑھے۔
- ابھی وہ اشعار ختم بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ حضرتؑ نے فوراً بغیر فکر و تامل فی البدایہ تو شعر اسی وزن و قافیہ اور معانی و مطالب کی پابندی کے ساتھ ارشاد فرمائے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے اعرابی کے پہلے جملہ کی اصلاح فرمائی کہ: ہرقل شاہ روم کا نام ہے لیکن اعرابی نے اس سے سرزمین روم کو مراد لیا ہے۔ "الجعفل" کھجور کے چھوٹے درختوں کو کہتے ہیں "الاثیم" ایک قسم کی گھاس ہے جو سرزمین روم میں بکثرت ہوتی ہے۔ "الھمھم"

وہ کنواں جس میں بہت زیادہ پانی ہو۔ ایسے کنویں سرزمین روم میں پائے جاتے ہیں۔

آپؑ نے بتلایا کہ اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ سرزمین روم سے آیا ہوں جہاں کی طبعی خصوصیات یہ ہیں کہ کھجور کے چھوٹے درخت زیادہ ہوتے ہیں۔ "الیلم" گھاس بکثرت اگتی ہے اور گہرے پانی والے کنویں بہت ہوتے ہیں۔

یہ سن کر اعرابی کہنے لگا۔

یعنی "میں نے آج تک مثل اس نوجوان لڑکے کے کسی کو بھی اتنا بڑا فصیح اللسان عربی زبان پر قدرت رکھنے والا نہیں دیکھا"

"یہ سن کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کیوں نہ ہو اے اعرابی! تم جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟"

○ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام سے فی البدیہہ یہ اشعار جو اسی ردیف و قافیہ اور وزن پر اعرابی نے سنے تو وجد کرنے لگا اور بے ساختہ بول اٹھا: خدا کی قسم! آپؑ دونوں بھائیوں کے مثل لانے سے دنیا عاجز ہے۔ بخدا اب میں آپؑ دونوں کا شیدائی ہو کر واپس ہو رہا ہوں۔(۱)

حضرتؑ نے سرزمین روم پر کبھی قیام نہیں کیا تھا، اور نہ ہی ان الفاظ غریبہ کا پہلے مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے ان الفاظ غریبہ سے کوئی ماہر لغت ارض روم کو نہیں سمجھ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ لغوی مفہوم کو سمجھتا لیکن منطوق سے مفہوم حقیقی کی طرف کبھی نہیں متوجہ ہو سکتا۔ جب تک کہ جغرافیہ طبعی، اور فطری تاریخ کا پورا علم اس کو نہ ہو، لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب میں ان علوم سے کون واقف ہو سکتا تھا، سوائے ایسے عالمان ربانی کے جن کو خود خالق کائنات نے تعلیم دے کر ہدایت خلق کے لئے بھیجا تھا، صرف یہی ایک واقعہ نہیں، بلکہ آپؑ کا ہر کلام اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ حضرات افصح و اعلم فی الناس تھے۔

حسینؑ ابن علیؑ نے اپنی شمشیر و تیغ زبان سے آزادی کی راہ دکھلائی۔

ممتاز عالم، علامہ طالبی نے یہ بات بالکل درست کہی ہے کہ۔

---

(۱) "مطالب السول" محمد بن طلحہ الشافعی ۲۳۸، ۲۳۹ طبع لکھنؤ

○ یعنی "حسینؑ ابن علیؑ نے سماجی بت پرستی سے لڑنے کا راستہ دکھلایا اور جنگ آزادی کے جواز کو عملاً بتلا دیا۔"(۱)

○ میدان کربلا میں آپ حسینؑ ابن علیؑ کو دیکھیں گے کہ تلوار کے ساتھ ساتھ آپؑ نے اپنی خداداد خطابت سے کتنا کام لیا ہے۔ آپ تاریخ عالم کے ورق گردانی کیجیے تو آپ کو کوئی ایسا دوسرا مجاہد خطیب نہ ملے گا، سوائے حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کے۔

○ روز عاشورا جب کہ اشقیا کے لشکر میں حسینؑ ابن علیؑ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی، شور و غل برپا تھا، جنگی باجے بج رہے تھے، سواروں کی نقل و حرکت اور ان کے گھوڑوں کی ہنہنانے کی آوازوں سے کربلا کا صحرا گونج رہا تھا۔ یہ حسینؑ ابن علیؑ ہی کی آواز میں قوت تاثیر تھی جس نے دفعتاً سب کو خاموش کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صحرا میں کوئی نہیں ہے قریب و بعید ہر متنفس نے حسینؑ ابن علیؑ کی تقریر کو سنا اور سمجھا لشکر یزید میں کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ ہم نے حسینؑ ابن علیؑ کے خطبے کو نہیں سنا۔(۲)

عالم دین استاد احمد رکی صفوت لکھتے ہیں۔

"دراصل فصاحت و خطابت اہلبیتؑ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے اور یہ چیز تو آنحضرتؐ سے میراث میں ملی ہے زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت ہی سے ہاشمی گھرانہ فصاحت و بلاغت کا شیریں و خوشگوار چشمہ رہا ہے۔ آپؑ کے جد اعلیٰ کعب بن لوی جو حضرت علیؑ اور رسولؐ اللہ کی ساتویں پیڑھی میں ہیں، عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی سانحہ سمجھا اور بطور یادگار ان کے ارتحال کے سال سے عام الفیل کے زمانے تک اس سے تاریخ شمار کرتے رہے۔ اسی طرح آپؑ کے اجداد میں قصیٰ، ہاشم، عبدالمطلب، ابوطالب (اور امام حسینؑ کے والد بزرگوار حضرت علیؑ جو تمام دنیائے عرب میں علی الاطلاق امام الخطباء ہیں)

(۱) ایام حسین صفحہ ۱۷۳ طبع بیروت۔ (۲) ابوالعبد المعتاد صفحہ ۱۸۳ طبع مصر۔

ان سب کا شمار اہم خطباء عرب میں ہوتا ہے۔

حضرتؐ کے جدامی الاحترام نامدار حضرت محمد مصطفیٰ رسالتمآب ﷺ "افصح من نطق بالضاد و افصح العرب علی الاطلاق" ہیں۔

- اور آپ کے پدر بزرگوار افصح الناس بعد النبی علی الاطلاق بعد رسول اللہ و امام الخطبا تھے۔
- اور آپؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ایسی خطیبہ تھیں کہ آپ کے خطبے "ابلغ الخطیب و خوالد الکلم" ہیں، معرفت قرآن، بلاغت کلام و فصاحت بیان کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ بول رہے ہیں۔
- امام حسینؑ کے برادر گرامی قدر امام حسنؑ علیہ السلام ایسے شعلہ بیان خطیب تھے کہ دشمن بھی آپؑ کے کمال خطابت کا اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔(۱)
- امام حسینؑ ابن علیؑ کی ہمشیرگان "عالمہ غیر معلمہ و فہمہ غیر مفہمہ، جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ نے بازار کوفہ و شام اور دربار ابن زیاد اور دربار یزید میں ایسے پرزور خطبے ارشاد فرمائے کہ سننے والے یہ کہنے لگے کہ۔

"گویا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شمشیر زبان کام کر رہی ہے۔"

بازار کوفہ میں جہاں ہزاروں انسانوں کی چیخ و پکار و شور و غوغا سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی یہ شریکۃ الحسینؑ ہی کا کام تھا کہ جب۔

آپؑ نے اشارہ کر کے خاموش ہو جانے کا حکم دیا، تو تمام آوازیں رک گئیں کسی نے سانس تک نہ لیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ شہر و بازار نہیں بلکہ ایک سنسان بیابان ہے۔

اسی خاموشی اور سناٹے کے عالم میں آپؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ "ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ آپؑ کے دہن مبارک سے نکل رہے تھے۔ برق و شرر جو گر گر کر لوگوں کو بے جان بنا رہی ہے لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے سر حجاب ڈھانپ رہے تھے۔ حیران و ششدر تھے، ادھر آپؑ نے کلام کو ختم کیا، ادھر ایک ضعیف انسان نے آگے بڑھ کر یہ کہا کہ۔

"اے محمدؐ! میرے باپ اور ماں فدا ہوں، آپؑ کے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور آپؑ کے

---

(۱) ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۶ھ طبع قاہرہ مصر بتحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم و علی محمد البجاوی خطیب عالمہ از ہر طبع نہج شرف و فرق بعد۔ عقل الحسین و ابو الفرج اصفہانی کی "خطبہ زینبؑ" جلد ۵ صفحہ ۱۸۱ طبع مصر۔

جوان بہترین جوان ہیں، اور آپؑ کی خواتین بہترین زنان ہیں، اور آپؑ کی نسلیں بہترین نسل ہیں، اور آپؑ کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔"

○ خطابت پر یہ اقتدار و تسلط حسینؑ ابن علیؑ مظلوم کربلا نے روز عاشورا سرزمین کربلا پر دکھلایا تھا۔ یا جب آپؑ کی ہمشیرہ جناب زینبؑ اسی اقتدار کو بازار کوفہ میں دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔

○ استاد عقاد! بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ۔

"آفت و مصیبت کے دردناک سفر میں جو بڑے بڑے مردوں کی ہمت کو پست کر دے محمدؐ کی نواسی، علی کی بیٹی اور حسینؑ کی بہن زینبؑ نے اپنے نسب شریف کی خصوصیت کو اپنی بلندی و شجاعت سے ظاہر کر دیا۔"

آپؑ کے چند اقوال زریں

○ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی مرضی حاصل کرنا چاہے۔

○ قیامت کے دن اسی کو امن و امان حاصل ہوگا جو دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا ہو۔

○ لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین ان کی زبانوں کا چٹخارہ ہے، جب تک (ان کے دین کے نام پر) معاش کا دارومدار ہے دین کا نام لیتے رہتے ہیں اور جب مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس وقت دین داروں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

○ جو شخص خدا کی نافرمانی کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے حصول کا مقصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور بہت جلد مخاطرات میں گھر سکتا ہے۔

○ میں موت کو سعادت اور ظالم کے ساتھ زندگی کو ننگ و عار سمجھتا ہوں۔

○ جو لوگ خدا کی عبادت (جنت) کی خواہش کے لئے کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت (دوزخ) کے خوف سے کرتے ہیں ان کی عبادت غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت شکر ادا کرنے کے لئے کرتے ہیں وہ آزاد

لوگوں کی عبادت ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے۔

- لوگوں کی حاجتوں کا تم سے متعلق ہونا تمہارے اوپر خدا کی بڑی نعمت ہے لہذا نعمتوں کو (یعنی صاحبان حاجت کو) رنج نہ پہنچاؤ کہیں وہ نعمت عذاب میں نہ بدل جائے۔
- جو خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے تو خدا اس کو لوگوں پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔
- جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو خبردار اس پر ظلم نہ کرنا۔
- جو تمہارا دوست ہوگا وہ تمہیں (برائیوں سے) روکے گا اور جو تمہارا دشمن ہوگا وہ تمہیں (برائیوں پر) ابھارے گا۔
- عقل صرف حق کی پیروی سے کامل ہوتی ہے۔
- اہل فسق و فجور کی صحبت بدنامی کی بات ہے۔
- خوف خدا میں گریہ وزاری کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے۔
- ایک شخص سید الشہداء کے پاس آیا اور بولا: میں گنہگار شخص ہوں اور خود کو گناہوں سے روک نہیں سکتا۔ لہذا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ پانچ کام کرو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرو۔

۱۔ خدا کا رزق نہ کھاؤ پھر جو جی چاہے کرو۔

۲۔ خدا کی حکومت سے نکل جاؤ پھر جو جی میں آئے کرو۔

۳۔ ایسی جگہ تلاش کرلو جہاں تم خدا کو نہ دیکھ سکو وہاں جیسا گناہ چاہو کرو۔

۴۔ جب ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس کو اپنے پاس سے دور کردو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرلو۔

۵۔ جب (داروغہ جہنم) مالک تم کو جہنم میں ڈالے تو اس میں نہ جاؤ اور جو گناہ چاہو کرو۔

- جلد بازی (ایک قسم کی) بیوقوفی ہے۔
- جو اہل فکر ہو اس کے ساتھ بحث و مباحثہ اسباب جہالت کی علامت ہے۔
- اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو اور معنوی

غزالوں کے لئے جلدی کرو۔

- جس نے حکومت کی اس نے سرداری کی جس نے بخل کیا وہ ذلیل ہوا۔
- سب سے زیادہ تنگی وہ ہے جو ان کو بھی دے جن سے اسے کوئی امید نہ ہو۔
- جو کسی مومن کی کرب و بے چینی کو دور کرے خدا اس کی دنیا و آخرت کی بے چینی کو دور کرتا ہے۔
- جب تم سنو کہ کوئی شخص لوگوں کی عزت تک پہنچتا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تم کو نہ پہچان سکے۔
- حضرت امام حسینؑ سے پوچھا گیا: بے نیازی کیا ہے؟ فرمایا آرزوؤں کا کم ہونا اور جتنا اس کے لئے کافی ہو اس پر راضی ہونا۔
- اپنی حاجت صرف تین قسم کے افراد سے بیان کرو۔

۱۔ دیندار سے ۲۔ جوان مرد سے ۳۔ باشخصیت سے۔

- کسی کے سامنے سوال کرنا شائستہ نہیں مگر یہ کہ بہت زیادہ قرض ہو یا انسان ذلت آمیز فقر میں مبتلا ہو یا اس کو بہت زیادہ مالیت کی دیت یا نقصان ادا کرنا ہو۔
- جس کا کام کرنا چاہتے ہو، اس کو اس شخص کی طرح انجام دو جو یہ جانتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا ہے اور نیکی کی جزا ہے۔
- سلام کے ستر ثواب ہیں: ۶۹ ثواب تو سلام کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو ملتا ہے۔
- جب تک (آنے والا) سلام نہ کرے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔
- اپنے برادر (مومن) کے پس پشت وہی بات کہو جو تم کو پسند ہو کہ تمہارے پس پشت تمہارے بارے میں کہی جائے۔
- اے خدا! تو جانتا ہے جو کچھ ہم نے کیا وہ مال دنیا اور قدرت حاصل کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ہمارا ہدف یہ تھا کہ دین کو قائم رکھیں اور معاشرے کی اصلاح کریں تا کہ مظلوم لوگ ظالموں کے شر سے نجات حاصل کر سکیں اور واجبات سنت اور اسلامی قوانین پر عمل ہو سکے۔
- اپنی زندگی کی قسم رہبر وہی ہے جو قرآن پر عمل کرتا ہو، عدالت پر عمل پیرا ہو، حق کا پیرو

کا رہو اور خدا کی خاطر اپنے نفس پر قابو رکھے۔

- ہم اہلبیتؑ ظاہری حکومت پر براجمان لوگوں سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں۔
- ایسے لوگوں میں سے نہ ہونا جو دوسروں کے گناہوں کے بارے میں فکرمند اور اپنے گناہوں سے غافل رہتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کو استدراج (مہلت دینے) کے معنی یہ ہیں کہ اسے فراوانی کے ساتھ نعمتیں دے لیکن شکر کو اس سے سلب کر لے۔
- وہ بات اپنی زبان پر نہ لاؤ جس سے تمہاری قدر کم ہو جائے۔
- دھوکہ دینا ہم اہلبیتؑ کے نزدیک حرام ہے۔
- جان لو! دنیا کی آسائش اور سخی خواب کے علاوہ کچھ نہیں اور حقیقی معرفت اور آگاہی آخرت میں ہے۔
- روز عاشورا اپنے اصحاب سے فرمایا: اے میرے کریم ساتھیو! صبر کرو، کیونکہ موت ایک پل کی مانند ہے جو تمہیں سختیوں اور غم سے نکال کر وسیع بہشت اور دائمی نعمتوں تک پہنچا دے گی۔
- اگر دنیا اچھی چیز شمار کی جاتی ہے تو اللہ کے ثواب کا گھر اس سے بہتر اور قیمتی جنت نہ ہوتی۔

اگر اموال کو چھوڑ جانے کے لئے جمع کرنا ہے تو جو چیز چھوڑ جانی ہے اس میں مرد کیوں بخل کرے۔

اگر رزق تقسیم ہو چکا ہے تو کسب مال میں مرد کا زیادہ حرص نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

جب (انسان) موت کے لئے خلق کئے گئے ہیں تو مرد کا خدا کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے۔

اے آل عمر آپ پر سلام ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھے اب آپ سے جدا ہونا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام
صحابہ کرام، علماء و مفکرین کی نظر میں

اگر ان تمام تحریروں اور اقوال کو جمع کیا جائے جو شعر و نثر میں امام حسینؓ کے بارے میں کہے گئے ہیں تو وہ ایک بہت ہی عظیم معلومات کا ذخیرہ ہو سکتا ہے اور صرف یہی موضوع ایک بڑی لائبریری ہے ہزاروں کی تعداد میں جلدیں مرتب ہوئی ہیں دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں شعراء نے حسینؓ اور حسینیت پر کچھ نہ کہا ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام اور امت مسلمہ کو اہلبیتؓ کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"ارقبوا محمداً ﷺ فی اهل بیته"

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی خوشنودی آپ اہلبیتؓ کی خدمت اور محبت سمجھو۔(۱)

یعنی حضورؐ سے ان کے اہلبیتؓ کے معاملے میں ڈرتے رہو۔ آپ روز قیامت، اپنے گھرانے سے سلوک روا رکھنے اور ان کے حقوق ان سے محبت اور مودت رکھنے کے بارے میں سوال کریں گے۔ کہ تم نے میرے بعد میرے گھر والوں سے کیسا سلوک کیا (رقبو کا مطلب ہے کہ ان کا ساتھ دو ان کا احترام کرو ان کا احترام و تکریم کرو۔(۲)

ایک اور مقام پر حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں سے صلہ رحمی مجھے اپنے قرابت داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے حضورؐ کی تکریم کرو۔(۳)

مؤذن رسول حضرت بلال حبشیؓ۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد شام چلے گئے تھے ایک مرتبہ

---

(۱) صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۹۰۸ صفحہ نمبر ۲۰۷ (۲) صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۷۱۳ (۳) صحیح بخاری شریف۔

روضہ اقدس کی زیارت کو تشریف لائے حضرات حسنین کو دیکھا تو بڑے مضطرانہ جوش محبت میں ان سے چمٹ کر پیار کرنے اور رلانے لگے آپ کی طرح تڑپنے لگے حضرات حسنینؓ نے اذان کی فرمائش کی حضرت بلالؓ نے اذان دینا شروع کی مگر جب "اشھد ان محمد رسول اللہ" پر پہنچے تو بے ہوش ہو گئے۔

صحابی رسول انس انکنانیؓ کہتے ہیں کہ ابوذر غفاری کو میں نے خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑے دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا جو نہیں پہچانتا پہچان لے میں ابوذر غفاری ہوں میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو خالف ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔(۱)

حضرت امام ابن ماجہ نے حضرت یعلیٰؓ بن مرہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ نبی کریم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حسینؑ ایک گلی میں کھیلتے ہوئے مل گئے۔ رسولؐ نے اپنے بازو پھیلائے لوگوں سے آگے بڑھ گئے صاحبزادے ادھر ادھر بھاگنے لگے حضور مسکرائے یہاں تک آپ نے حسینؑ کو پکڑ لیا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر حسینؑ کا بوسہ لیا اور فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اے اللہ اس سے محبت کر جس نے حسینؑ سے محبت کی حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔(۲)

کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ آنحضرت جماعت کرا رہے ہوتے تو امام حسینؑ دوران جماعت آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے آپ ان کے اترنے تک انتظار کرتے اور سجدے کو طویل کرتے صحابہ کرام نے اتنے طولانی سجدے کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا میرا بیٹا میری پشت پر آ گیا تھا میں نے اسے جلدی اتارنا مناسب نہیں سمجھا ایک شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا حسینؑ کی طرح دنیا میں کون ہے جو محمدؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو سکے۔(۳)

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل تاریخ ابن عساکر، المستدرک جلد ۲ صفحہ ۳۴۳، ینابیع المودۃ قندوزی جلد ۱ صفحہ ۵۴، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۰۔۱۵۱، کتاب سیر لفظ صحابہ، تاریخ طبری، طبرانی، تہذیب التہذیب کنز العمال۔

(۲) ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۴ مسند ابی شیبہ حدیث نمبر ۷۷۶ سباب لفظ کل صحابہ۔

(۳) سنن دارمی جلد ۲ حدیث ۱۴۲۹ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۵۴ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۶۶۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر بچے سواریوں پر عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے رسول اکرمؐ نے اپنے نواسوں کو اپنے کاندھوں پر سوار کرایا صحابہ کرام فرمایا کہ کتنی اچھی سواری ہے آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی دیکھو کہ کتنے اچھے سوار ہیں۔(۱)

حضرت عمر خطابؓ نے جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا کہ جو کچھ آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں (یعنی عزت و شرف ہمیں نصیب ہے) اسے اللہ نے اور پھر آپؐ (خاندان رسالت) نے اگایا (کی برکت سے) ہے۔(۲)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسینؑ عمامہ پہنے ہوئے داخل ہوئے تو میں نے گمان کیا کہ نبی کریمؐ اپنے مرقد سے باہر آ گئے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں آپ ایک جنازے کے ساتھ مشایعت کے دوران تھک کر بیٹھ گئے تو ابوہریرہ آپ کے قدموں کی دھول اپنے لباس سے جھاڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ تم یہ کیا کر رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ چھوڑیئے خدا کی قسم اگر لوگ آپ کے بارے میں وہ کچھ جان لیں جو میں جانتا ہوں تو وہ آپ کو اپنی گردنوں پر سوار کر لیں۔(۳)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ "میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کو اپنے شانوں پر بٹھائے ہوئے ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ جب ہمارے پاس پہنچے تو ارشاد فرمایا" جو شخص میرے ان دونوں فرزنداں کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا، اور جو انہیں دشمن رکھے اس نے مجھ سے دشمنی کی۔"(۴)

جناب سلیمان محمدیؓ (فارسی) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول کرم حسینؑ کو اپنے زانوں پر بٹھائے ہوئے اور یہ فرما رہے ہیں۔

"تم کریم ہو، کریم کے فرزند ہو اور کریموں کے پدر ہو۔ تم خود امام کے فرزند ہو"

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ کی سواری گزری تو اس نے کہا کہ جو

---

(۱) فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۲، تاریخ الخلفاء سیوطی۔ (۲) اے ابن حجر نے الاصابہ میں جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (۳) تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۲۔ (۴) الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳۔

شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔(۱)

حضرت معاویہؓ ابن ابی سفیان نے اپنے بیٹے یزید (لعین) سے اس وقت کہا جب امام حسینؑ کے ایک خط کے جواب میں اس نے آپ کو بیچا کر کے دکھانے کے لئے خط لکھنے کا اپنے باپ کو مشورہ دیا تھا کہ میں تو حسینؑ پر کوئی عیب نہیں لگا سکتا۔ خدا کی قسم مجھے تو ان میں کوئی عیب کی جگہ نظر نہیں آتی۔(۲)

ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر نے مروان بن حکم سے کہا جب اس نے حسینؑ کے قتل کا مشورہ دیا۔ خدا کی قسم اے مروان میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مجھے مل جائے اور میں حسینؑ کو قتل کر دوں۔ سبحان اللہ میں حسینؑ کو اس بات پر قتل کر دوں کہ وہ بیعت نہیں کرتے اور خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جو حسینؑ کو قتل کرے روز قیامت اس کا میزان عمل خفیف اور ہلکا ہوگا۔(۳)

قیس بن مسہر سیداوی (کوفہ والوں کی طرف) امام حسینؑ کے قاصد کو گرفتار کر لیا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ منبر پر جا کر حسینؑ اور ان کے والد بزرگوار کو برا بھلا کہو۔ یہ سن کر قیس منبر پر گئے اور کہا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ اللہ کی مخلوق سے بہتر ہیں اور فاطمہؑ بنت رسولؐ کے فرزند ہیں میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں میں آپؑ سے بطن ذی الرمہ کے حاجر مقام پر جدا ہوا ہوں۔ ان کی دعوت قبول کرو اور ان کی ہر بات کو سنو اور اطاعت کرو۔ پھر انہوں نے عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علیؑ و حسینؑ کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے انہیں قصر کے اوپر سے پھینکا گیا جس سے ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔(۴)

---

(۱) البحار جلد ۱۰ صفحہ ۸۳۔ (۲) اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۶۔ (۳) البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷۔
(۴) البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۸۔

یزید بن مسعود نہشلی کا خطبہ ہے یہ حسینؑ بن علیؑ رسول اللہ کے فرزند ہیں صاحب شرف اور فاضل اور واضح رائے رکھتے ہیں ان کے فضل و کرم کی تعریف نہیں ہو سکتی اور ان کے علم کی انتہا نہیں اور اس امر خلافت کے اپنے سابق کردار، بن دسال، اعمال خیر اور قرابت رسول کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں وہ چھوٹوں پر مہربان اور بڑوں کے شفیق ہیں رعیت کے کریم دیادار نگراں اور قوم کے امام و رہبر ہیں بلند نصائح انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے حجت ثابت ہے۔(۱)

رباح بن عظیم نے بعض ان لوگوں سے کہا جو شہادت حسینؑ کے دوران کربلا میں حاضر و موجود تھے۔ خدا کی قسم! تم نے ایسے منتخب اور باوقار روزگار افراد کو شہید کر دیا کہ اگر رسول اللہ انہیں پاتے تو گود میں بٹھاتے اور ان کی پیشانی چومتے۔(۲)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ اگر میں اس فوج میں ہوتا جس نے امام حسینؑ سے جنگ کی اور پھر مجھے جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے رسول اللہ کی زیارت کرتے ہوئے ان کے سامنے آنے میں شرم آتی۔(۳)

حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اہلبیتؑ سے شدید محبت کرتے تھے اس جرم میں آپ کو حکومت جور سے تکالیف بھی پہنچیں آپ کے چند اشعار یہ ہیں۔

ا۔ قوم یہود کی دوستی موسیٰؑ کی اولاد سے ظاہر ہے اور اس کے بھائی ہارونؑ کے ساتھ بھی ان کی دوستی معلوم ہے۔

ب۔ اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی محبت کو بہت عظیم اور بزرگ سمجھتے ہیں تو پھر مسلمان آنحضرتؐ کی اولاد کو کیسے دوست نہ رکھیں اس محبت میں خواہ کوئی قتل ہو یا بے دین بتایا جائے۔

ج۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کے حق کو ان کے اہلبیتؑ میں خیال نہ کیا۔ انصاف کا بدلہ لے گا۔

حضرت امام مالکؒ کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ آپ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے کہ آپ کا کاپچہ دوبارہ بار متعبر ہوا، باتھا لیکن احترام حدیث کی خاطر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور درس جاری رکھا اختتام پر آپ اٹھے تو ایک بچھو آپ کی آستین سے نکلا جس نے آپ کو سترہ ڈنگ مارے۔ امام نے بچھو کے سترہ ڈنگ تو برداشت کر لئے لیکن احترام حدیث کے پیش نظر درس ادھورا نہیں چھوڑا اور وہی امام مالک

---

(۱) بیان الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔ (۲) الاصابہ جلد ۱۰ صفحہ ۹۷۔ (۳) الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۵۔

ایک دفعہ درس حدیث کے دوران بار بار اٹھتے اور بیٹھتے تھے شاگرد پریشان ہیں کہ یہ وہی امام مالک ہیں جو پچھلے 70 سال کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہلے آج معاملہ عجیب ہے درس کے اختتام پر شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ کئی بل ایک سیدبچہ کھیل رہا ہے۔ جب وہ کھیلتے کھیلتے میرے سامنے آتا تو مجھے ان کے احترام میں کھڑا ہو جانا پڑتا تھا جب تک وہ موجود رہتا میں کھڑا رہتا جیسے ہی وہ نظروں سے دور ہوتا تو میں بیٹھ جاتا تھا۔(۱)

حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا یہ حال تھا کہ جب کبھی سادات بنو فاطمہ میں سے کوئی ان کے پاس آتا تھا تو وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اسے آگے بٹھاتے تھے خود اس کے پیچھے بیٹھتے تھے۔(۲)

حضرت امام شافعیؒ بھی محبت اہلبیتؑ میں بڑی شہرت رکھتے تھے اس زمانے کی حکومت نے آپ کو کئی دفعہ اہلبیتؑ رسول سے شدید محبت کرنے کے اظہار اور ان کی محبت کی طرف دعوت دینے کے خلاف قید اور بے انتہا تشدد کا نشانہ بنایا جسے آل رسولؐ سے محبت کی خاطر مصائب کی تاریخ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے تاہم اہلبیتؑ کی محبت ان کے ہاں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ لوگ انہیں رافضی کہنے لگے تھے امام سبکی کے بیٹے اپنی کتاب طبقات میں سلیمان مرادی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام شافعیؒ کے ہمراہ مکہ شریف سے منیٰ کی طرف گئے امام شافعیؒ جس گھاٹی میں اترتے یا جس وادی میں داخل ہوتے یہ اشعار پڑھتے۔

اے سوار! منیٰ کے مقام خصب میں ضمر جا اور مقام خیف پر کھڑے ہونے والوں اور بیٹھنے والوں کو آواز دے اور جب صبح کے وقت حجاج فرات کی تلاطم خیز موجوں کی طرح منیٰ کی طرف جائیں تو انہیں بتا دے۔

اگر محمد مصطفیٰؐ کی آل پاک کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہ رہنا کہ میں رافضی ہوں۔

اے اللہ کے رسولؐ کے اہلبیتؑ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی محبت فرض کی گئی ہے آپ لوگوں کے لئے یہی فخر کی بات کیا کم ہے کہ جو شخص آپ حضرات پر درود نہ بھیجے

---

(۱) کتاب تزیہ رسالت حصہ دوم بریلوی مفتی ص ۱۸۲ (۲) صواعق ابن حجر ص ۱۳۲ بحوالہ تزکیہ فخر کی سنی ویب

اس کی نماز قبول نہیں ہوئی۔(۱)

ہشام بن عبدالملک بنی امیہ کا جابر شہزادہ ایک دفعہ شام سے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ حج کے لئے مکہ آیا اس سال ایام حج میں رش بہت زیادہ تھا ہشام نے کئی دفعہ حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ملی بالآخر دیگر سرداروں اور حاجیوں کے ساتھ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ کر رش کم ہونے کا انتظار کرنے لگے اس نے دیکھا کہ ایک شخص جس کے چہرے پر تقویٰ و پرہیزگاری کے زبردست آثار نظر آرہے تھے حرم شریف میں داخل ہوا اور انتہائی سکون سے طواف انجام دیا جونہی اس نے چومنے کے لئے حجر اسود کی طرف قدم بڑھایا مجمع کائی کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گیا آپ آرام سے آگے بڑھے اور حجر اسود کا بوسہ دیا۔ ہر طرف سے لوگوں کی آوازیں بلند ہوتی رہی۔

السلام علیک یا ابن رسول اللہ اس پر شامی سرداروں نے حیرت و استعجاب سے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار ہے کہ جن کا عوام پر اتنا گہرا اثر ہے ہشام یہ منظر دیکھ کر جل بھن سا گیا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا کہ میں نہیں جانتا یہ کون ہیں! اس پر عرب کا مشہور شاعر فرزدق جو نزدیک سے سارے منظر کو دیکھ رہا تھا ہشام کے سامنے آگیا اور فی البدیہہ فصیح و بلیغ عربی میں قصیدہ پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کیا عجب ہے ترا کہنا کہ یہ ہے کون بشر
تو نہ پہچانے مگر جانتی ہے دنیا بھر
بوسہ دینے کو وہ آیا ہنا جو ہو جائے خبر
چوم لے نقش قدم پاؤں پہ اسود گر کر
کچھ نہیں دور کہ اس کے جو پاس آئے گا
دیکھ کر دست مبارک یہ لپٹ جائے گا

(۱) کتاب طبقات امام سبکی، شرف سادات صفحہ ۲۲۳، کتاب توقیر سادات طفیل احمد نیویری قادری صفحہ ۸۰-۸۱ طہوا اولادکم محبت آل بیت النبی عبدہ یمانی مطبوعہ سعودی عرب۔

ترجمہ اشعار فرزدق:

- اے ہشام تو نے کتنی لاپرواہی سے کہہ دیا کہ میں انہیں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں حالانکہ تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے انہیں تو پوری کائنات کا ذرہ ذرہ جانتا ہے یہ تو وہ مقدس ہستی ہے کہ خود حجر اسود ان کو بوسہ دے۔
- یہ وہ ہستیاں ہیں کہ بطحا کا بچہ بچہ انہیں جانتا ہے اور حرم و کعبہ ان کے سب سے بڑے شناسا ہیں یہ ان کا بیٹا ہے جو کائنات میں سب سے نمایاں اہل تقویٰ نمائندہ اور خاتم المرسلین کی نشانی ہے۔
- یہ وہ ہیں کہ جن کے جد اعلیٰ خود رسول اکرمؐ ہیں جن کی انوار ہدایت سے دنیا فیض اٹھا رہی ہے حمزہ اور جعفر طیار ہی تو اس کے چچا ہیں یہ وہ ہے جس کی ماں ہی کی بیٹی فاطمۃ الزہرا ہے اور باپ علی مرتضیٰ ہیں کہ جن کی تلوار سے سارا عرب کانپتا تھا۔
- اس کائنات میں گمراہی کی تاریکی سے ہدایت نور کی طرف لانے والا ان ہی کا گھرانہ ہے یہ شجرہ نبوت کی شاخ ہیں جو پاک صاف اور نیک سیرتی میں مشہور ہیں تو انہیں نہیں پہچانتا کہ جن کے نانا رسولوں سلف کے سید و سردار اور خاتم النبیین ہیں۔
- یہ عرب کی شان یہ قریش کی آبرو، منتہائے علم و کمال، مصیبت زدہ لوگوں کے ملجا و ماویٰ ہیں ان کی عجیب عادات و اطوار ہیں جو انہیں دیکھتا ہے دیکھتا ہی چلا جاتا ہے ان کے ہر کلام سے پھول جھڑتے ہیں۔
- ان کو یہ شرف مرتبہ کسی نے نہیں دیا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روز ازل سے انہیں ان خصوصیات سے نوازا ہے جن کی مہک سے ہر ذی ہوش جھوما جا رہا ہے ایسا کیوں نہ ہو جن کا نانا رسولوں سلف کا مولا ہے اور جن کی امت بھی دیگر امتوں سے اشرف ہے۔
- یہ لوگ ابر کرم ہیں جود و سخا کے حامل پاک و پاکیزہ ہستی کے مالک علم حلم گفتار و کردار میں یکتا غصے کو پی جانے والے میدان جنگ کے شیر ہیں میدان جنگ میں موت بھی ان سے گھبراتی ہے۔

- یہ اور ان کے اسلاف عجیب خصوصیات کے حامل ہیں نیت کے پاک وعدے کے سچے قول کے صادق عرب و عجم نے دین ہدایت بھی اسی گھرانے سے حاصل کی ہے۔
- یہ گھرانا اللہ پاک کے بعد سب سے بزرگ گھرانہ ہے یہی گھرانہ کائنات اور وجود ہستی کی بنیاد بنا اللہ نے یہ ساری کائنات انہی کے صدقہ میں پیدا کی۔ (۱)

عہد وسطیٰ کے مفکرین

- ابن سیرین نے کہا ہے کہ آسمان نے یحییٰ بن زکریا کے بعد حسینؑ کے سوا کسی پر گریہ نہیں کیا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو آسمان پر سیاہی چھا گئی دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ وقت عصر جوزا ستارہ دیکھا گیا۔ سرخ مٹی گرنے لگی۔ اور آسمان سات دن تک ایسا رہا کہ گویا خون کا لوتھڑا ہے۔ (۲)
- امام زہری فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔

کوئی قتل کیا گیا کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا۔ یا مسخ ہو گیا۔ یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئی اور ظاہر ہے کہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے قاتلان حسینؑ کا عبرتناک انجام ہوا۔

- سبط ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؑ کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتاً نابینا ہو گیا ابن جوزی نے ایک طویل فہرست مرتب کی ہے جس میں سے کسی کا "منہ کالا ہو گیا" کوئی آگ میں جل گیا۔ تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔
- علامہ برزنجی نے کتاب الارشاد میں اور ابن حجر نے صواعق میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے فرزند عبداللہ نے اپنے باپ سے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس پر خدا نے لعنت کی ہے اس پر کس طرح لعنت نہ کی جائے اور اس کے بعد قرآن مجید کی آیت کا حوالہ دیا

---

(۱) ینابیع المودۃ سلیمان قندوزی۔ (۲) تاریخ ابن عساکر جلد ۳ صفحہ ۳۰۹

جہاں فساد فی الارض کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔

○ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ قاضی ابوبکر بن العربی المالکی نے اپنی کتاب "العواصم والقواصم" میں یہ کہہ کر کہ حسینؑ اپنے جد کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں سخت غلطی کی ہے یزید ہرگز حاکم اسلامی نہ تھا۔ اسلامی حکومت کے لئے عدالت ضروری ہے۔ اور حسینؑ سے بڑا کوئی عادل نہ تھا۔ اس کے بعد مقدمہ تاریخ کے صفحہ ۲۵۳ پر اس حقیقت کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ علمائے اسلام یزید کے فسق پر متفق ہیں اور فاسق اسلامی حاکم نہیں ہو سکتا کہ اس کے خلاف اقدام جائز نہ ہو۔ صحابہ کرام اور تابعین کا سکوت یزید کے کردار سے رضامندی کی بنا پر نہ تھا بلکہ وہ خون ریزی کو پسند نہ کرتے تھے اس لئے یزید کی نصرت کو بھی جائز نہیں قرار دیتے تھے۔

○ ابن صلاح صحیلی کا بیان ہے کہ ابن عقیل اور ابن الجوزی کی نگاہ میں غیر عادل حاکم کے خلاف قیام جائز ہے جس طرح امام حسینؑ نے یزید کے خلاف قیام کیا۔ یزید کو اگر رضا مندی سے حاکم تسلیم بھی کر لیا جائے تو قتل حسینؑ بنک حرمت کعبہ اور تاراجی مدینہ کے بعد تو حکومت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

○ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں تحریر کیا ہے کہ یزید کا قتل حسینؑ سے راضی ہونا اور اس پر خوشی منانا مسلمات میں سے ہے اور ایسا انسان صاحب ایمان نہیں ہو سکتا ہے بلکہ قاتل لعنت ہے اور اس پر اور اس کے انصار و اعوان پر خدا کی لعنت ہے۔

○ ابن حزم نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ "کا قیام صرف دنیا کے لئے تھا اس کے اعمال کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی ہے وہ عالم محض تھا علماء کی طرف سے اس کے اعمال کی تاویل سراسر زیادتی ہے۔(۱)

○ جاحظ کا بیان ہے کہ یزید کے بدترین جرائم قتل حسینؑ، اسیری بنات رسولؐ توہین سر امام حسینؑ، غارت گری مدینہ، بنک حرمت کعبہ و اعمال ہیں جو قساوت قلب، دشمنی آل رسولؐ، بغض و عداوت، کینہ پروری اور نفاق و بے ایمانی کی علامت ہیں اور فاسق ملعون ہوتا ہے بلکہ جو ملعون پر لعنت کرنے سے منع کرے وہ خود بھی ملعون ہے۔(۲)

---

(۱) الملل جلد ۱۱ صفحہ ۹۸۔ (۲) رسائل جاحظ ص ۲۵۸۔

○ برہان حلبی نے استاد الشیخ محمد بکری کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ اور ان کے والد دونوں یزید پر لعنت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا اسے جہنم کے پست ترین درجات میں جگہ دے۔

○ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہؓ ناصبی، بدسرشت، بدکردار، شرابی اور بدکار تھا۔ اس نے اپنی حکومت کا آغاز قتل حسینؑ سے کیا ہے اور خاتمہ واقعہ حرہ پر کیا ہے۔

○ سبط بن الجوزی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن الجوزی سے یزید پر لعنت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام احمد نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے اور ہم بھی یزید کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ اس کے اعمال بدترین اعمال تھے۔ اب اگر لوگ اس ناپسندیدگی پر راضی ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم تو صریحاً لعنت کرتے ہیں۔ (مرآۃ الزمان ج ۸ ص ۴۹۶)

عہد جدید کے مفکرین

○ استاد علی جلاحسینی کہتے ہیں کہ سید ذکی امام ابو عبداللہ حسینؑ جو رسولؐ اللہ کی صاحبزادی کے فرزند اور آپ کے پھول تھے۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے اور بیت نبوت کی شان تھے۔ آپ کا نسب زیادہ شریف اور نفس زیادہ کامل تھا۔ جس میں فائل مکارم اخلاق اور محاسن اعمال علو ہمت، انتہائے شجاعت اور جود و سخا کا آخری درجہ، اسرار علم، فصاحت زبان نصرت حق، نہی عن المنکر ظلم کے خلاف جہاد عزت وقار کے باوجود تواضع و انکساری، عدل صبر و حلم، عفت و پاک دامنی، مروت، ورع، پرہیزگاری اور دیگر اسی قسم کے اوصاف کے حامل تھے اور سلامت فطرت، مجال خلقت، عقل کامل، قوت جسم اور قابل تعریف محامد و محاسن کے ساتھ منصف و مختص تھے۔ کثرت عبادت، نیک افعال، شفاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور احسان و کرم کا انہوں نے اضافہ

---

(۱) مرآۃ الزمان ج ۸ ص ۴۹۶

کیا۔ آپ مدینہ میں رہے ہوں یا کسی دوسرے شہر میں لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتے عمل کے ذریعہ ہدایت، اخلاق سے تہذیب نفس، حسن بیان سے تبلیغ، حال سے سلوت، فقراء سے تواضع، یتامیٰ و مساکین کو صدقات کی ادائیگی اور مظلوموں کی حمایت کرنے والے تھے آپ بیشتر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے 55 حج پیادہ کئے۔ نیز کہتے ہیں کہ حسینؑ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے منارہ ہدایت اور اس زمین پر روشنی نور تھے۔ آپ کی زندگی کے اخبار میں آپ کے محاسن انوار سے ہدایت ملتی ہے۔ آپ اقتداء کرنے والوں کے لئے سبب رشد و ہدایت ہیں۔(۱)

○ استاد محمد رضا مصری کا قول ہے کہ وہ نواسہ رسولؐ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے منارہ ہدایت اور مومنین کی امید تھے۔(۲)

○ استاد عمر رضا کحالہ کا کہنا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ باعتبار فقیہ، مدون فقہ، نمونہ عمل، جود و سخا اور بذل و عطا اہل عراق کے سید و سردار ہیں۔(۳)

○ استاد کبیر عبداللہ علائلی کہتا ہے حسینؑ کے حالات سے واضح ہے کہ وہ اپنے عظیم نانا کے معنوی نقوش سے بنائی ہوئی ایک تصویر تھے۔ رسول پاکؐ نے ان پر اپنی محبت کی گہری چھاپ لگا دی اور اپنے نفس کی چاہتوں کا فیضان کیا تھا تاکہ ان میں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسن سیرت و حسن بھی پیدا ہو جائے آپ کے بعد بھی حسن معنوی سے آراستہ رہے جیسے کہ آپ کی زندگی میں تھے نبوت انسانیت کی طرف جھک آئے۔ (حسین منی) اور انسانیت ترقی کرے نبوت تک پہنچ جائے۔ لہٰذا آپ پر سلام ہو اس دن سے جب آپ پیدا ہوئے۔ (۴)

○ استاد عباس محمود عقاد لکھتے ہیں کہ نور کے طبق میں لوگوں کے سامنے ایک تصویر کھینچی گئی ہے جس کے سامنے آنکھیں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور انہیں ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں علیہ السلام کے کسی عربی کو نہ عجمی کو نہ قدیم کو نہ جدید کو ایسا فخر ملا۔ تمام عالم میں کوئی قبیلہ نہیں جو کہ شہداء سے

---

(۱) الحسین اصل بحال ۱۷۲ (۲) کتاب الحسین بن الحسین سبط رسول اللہ ۵۰۵ (۳) اعلام النساء ۱۷۸/۱

(۴) بطل الحسین ۲۲۶۔

نجیب و منتخب ہو۔ جن میں سے زیادہ نجیب و منتخب حسینؑ کا قبیلہ ہے باعتبار تعداد، قدرت اور تذکرے کے صرف حسینؑ کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی طویل ترین تاریخ میں اکیلا شہید ہے۔ شہید کا بیٹا ہے اور شہدا کا باپ ہے۔(۱)

○ استاد عمر ابو النصر لکھتے ہیں کہ یہ قریش کے قبیلہ کا واقعہ ہے اور قصہ ہے جس نے اس زمین میں شرق سے غرب تک قربانی، شہادت، بطالت، شجاعت کا علم بلند کیا۔ اس واقعہ کی ہزار فصیلیں ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو زندہ رہے ہیں مگر دوسروں کی طرح زندہ رہے نہ ہی دوسروں کی طرح مرے ہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے اس جماعت کو یہ شرف دیا کہ نبوت، وحی اور الہام ان ہی کے گھروں میں قرار دیا اور ان پر مزید عنایت و بخشش یہ کی ہے کہ ان کے لئے عام نفس جیسی عبادت کا حصہ نہیں چاہا بلکہ ان کے لئے جلاوطنی اور شہادت چاہی اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر و مثل علیا (بلند ترین مثال) کے لئے پسند فرمایا۔ اور ان کے لئے لکھ دیا ہے اور ان پر فرض کیا ہے کہ ان کی اولاد کا آخری فرد تقویٰ و صلاح و نیکی کا علم اٹھائے رہے گا۔(۲)

○ استاد عبدالحفیظ ابو الھدیٰ کہتے ہیں کہ آزادانہ جینے کا عنوان اور مرنے کے لئے جہاد کرنا۔ عبد و عقیدہ کی راہ میں شہید ہونا۔ عالم حکومت اور باغی حکام کے سامنے نہ جھکنا۔(۳)

○ استاد محمد باقر لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ امام حسینؑ ابن علیؑ کی سیرت اس لائق ہے کہ جسے ساری عرب دنیا مختلف میلانات و اختلاف مذہب کے باوجود اپنے دلوں کی گہرائیوں میں نقش کر لیں۔ اس لئے کہ یہ سیرت قربانی، عقیدے اور عزت و کرامت کی سیرت ہے۔(۴)

○ استاد احمد حسن لطفی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں تحقیق وہ موت جسے حسین علیہ السلام دنیا میں تلاش کرتے تھے۔ وہ تھی کہ جس کی تصویر آپ کی نگاہ میں ہر تصور سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی۔ کیونکہ موت اس اللہ کی طرف جانے کی راہ ہے جو سچا ہے اور اس کی طرف نہتی اور چونکہ وہ نصرت حاصل کرنے اور ہمیشہ بچنے کی سبیل ہے۔ لہذا حسینؑ سب سے عظیم بہادر ہیں جنہوں نے موت کے خلاف

---

(۱) ابو الشہداء الحسین بن علیؑ۔ ۱۳۳، (۲) آل کربلا میں صفحہ ۷۰، (۳) سبط رسول اللہ الحسین والحسین ۱۸۸، (۴) الشہید الخالد الحسین بن علیؑ صفحہ

موت سے مدد و نصرت حاصل کی۔ حاکم نے یعلی عامری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ "حسین مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں خداوند عالم جو حسینؑ کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھے۔

○ شام کے دانشور جناب عبدالوہاب عزام اپنی کتاب "سید الشہداء" میں لکھتے ہیں۔

"اموی خاندان اور یزید کی بساط حکومت کا الٹا جانا اور وہ بھی چند سال کی مدت کہ ان کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں سے بھی کم ہے اس بات کی بہترین شاہد ہے کہ خدا کو یہ مطلوب نہ تھا۔

تاریخ نے تمام حوادث کو روشن کر دیا۔ اور ہمیں باخبر کر دیا کہ وہ اقتدار جو معاویہ بن ابوسفیان کے ہاتھوں بنی امیہ کو نصیب ہوا تھا وہ بہت جلد تہہ و بالا ہو گیا۔ پھر مملکت رہی نہ حکومت حالانکہ ان کی زندگیوں کا شیرازہ بھی منتشر ہو گیا۔ اور اس کے افراد اتنے شکست خوردہ۔ اتنے قابل نفرت اور ذلیل و خوار ہوئے کہ وہ اپنا نسب بھی چھپاتے پھرتے تھے۔"

بنو امیہ کے متعلق مستشرقین کی رائے

مسٹر فلپ ہٹی لکھتے ہیں:

"بنو امیہ برائے نام مسلمان تھے انہوں نے شریعت اسلامیہ کو اپنی حکومت میں منسوخ کر دیا تھا۔ ان دنیادار بنو امیہ کی حکومت شروع ہوتے ہی پرانے جاہلیت کے طور طریقے جوا، شراب، سرور اور شاعری پھر عود کر آئے۔

Philipk Hitti History of Arabs. F.P 247.250

مسٹر براؤن لکھتے ہیں:

جیسا کہ ڈوزی نے کہا ہے کہ بنو امیہ کی فتح دراصل اس فریق کی فتح تھی جو دل سے اسلام کا مخالف تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کے بدترین دشمن کی اولاد جن کے دل اب تک اسی طرح سے کفر

سے لبریز تھے اور تبدیل نہیں ہوئے تھے اب اسی پیغمبرؐ کے جانشین ہونے کے مدعی تھے یزید کی سلطنت تقریباً تین سال رہی پہلے سال میں اس نے حسینؓ ابن علیؓ کو قتل کیا۔ دوسرے سال مدینہ کو غارت و برباد کیا اور تیسرے سال کعبہ پر حملہ کیا۔ بنو امیہ کا سارا زمانہ سلطنت دراصل کفر کی واپسی اور اس کے اصولوں کی فتح کا زمانہ تھا۔

E.G. Browne's Literary of Persia vol1. p 224-231

مسٹر نکلسن کہتے ہیں:

بنو امیہ شریعت اسلامیہ کے مخالف تھے اور اس کے اصولوں کے منکر تھے بنو امیہ کے زمانہ میں عہد جاہلیت کا کفر پھر غالب ہو گیا تھا۔

Nighison's Literary History of The Arab p. 197-235

ٹوائن بی کی رائے:

مشہور مورخ ٹوائن بی رقم طراز ہے کہ "اسلامی دنیا مسلسل چھ سو سال تک اپنے اقتدار کو مشرق و مغرب میں صرف اس لئے قائم رکھ سکی کہ وہ تاریخ کی چھ صدیوں تک برابر ثقافت کی نقیب اور تہذیب و علوم کی علم بردار رہی" یہاں اقتدار سے مراد مسلم حکومتوں کا سیاسی اقتدار نہیں ہے کیونکہ خلافت بنو امیہ کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی دنیائے معلومہ کے بہت سے حصے ان کی سیاسی گرفت سے آزاد تھے لیکن باین ہمہ وہ ذہنی اور فکری طور پر مسلمانوں سے مغلوب تھے۔ تاریخ کا یہ واقعہ عجیب ہے کہ جن ممالک میں اسلام نے کبھی فاتح کی حیثیت سے قدم نہیں رکھا وہاں بھی اسلامی عقائد اپنی روحانی برتری، اور توحید کی سادہ، دل نشین اور موثر تعلیم کے سبب پھیل گئے۔ آج جنوبی مشرقی ایشیاء (سیام ہند چینی، ملایا، انڈونیشیا، بورنیو اور فلپائن اور شمالی مشرقی ایشیا، چین، منچوریا اور منگولیا) وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ کروڑ کے قریب ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ دنیائے اسلام کی یہ ایک چوتھائی آبادی کبھی مبلغوں اور علماء کے ذریعہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئی ہے اور اگر ہم برکو چک کے مسلمانوں کا شمار بھی اسی زمرے میں کریں اور کرنا ہی پڑے گا تو آسانی کے ساتھ کہا جا سکتا

ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ مسلمانوں کی تلوار نہ تھی ان کی کتاب اور ان کے علوم تھے جو اپنے عہد کے تمام افکار پر غالب آ گئے۔

فلپ حتی کی رائے:

بین الاقوامی شہرت رکھنے والا مورخ فلپ حتی اپنی مشہور زمانہ تصنیف تاریخ عرب میں ایک اور جگہ رقم طراز ہے کہ "اسلام نے اپنے علوم یعنی فقہ، تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، کلام، فلسفہ، تصوف، تاریخ اور طب کی شکل میں انسانیت کے لئے جو بیش بہا علمی اور تحقیقی ورثے چھوڑے ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کا جب بھی اندازہ لگایا جاتا ہے تو انسان دنگ رہ جاتا ہے۔" یورپی تاریخ نگاروں نے مسلمانوں کو اب تک صرف اس روپ میں پیش کیا ہے کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کبھی دیانا اور بلغراد پر حملہ آور ہیں اور کبھی جنوبی فرانس اور مغربی اٹلی کو دھمکا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک بالعموم مغربی قومیں اسلام کے خلاف ایک لاشعوری اور شعوری انکراہ رکھتی ہیں کاش کہ دنیائے مغرب کے سامنے اسلامی کشور کشاؤں کے بجائے آنحضرت اسلام کو پیش کیا جاتا جنہوں نے انسانیت کے دامن کو وعظ و حکمت اور علم و دانش کے بیش بہا جواہر سے مالا مال کر دیا ہے۔

چمبرز سائیکلو پیڈیا کا اعتراف حق:

"چمبرز سائیکلو پیڈیا" نے ان احسانات کا اعتراف اس طرح کیا ہے کہ اسلام کا وہ حصہ جو تغیر و تبدل سے محفوظ رہا ہے۔ وہ اس کی عظیم الشان روحانیت کا پیام ہے۔ قرآن کی تعلیمات ان کی تحریفوں سے پاک رہی ہے جو دنیا کے دوسرے الہامی صحیفوں کو پیش آئیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ محمدؐ کے روحانی جانشینوں (آنحضرتؐ) نے اسلام کے اس حصے کو گرد آلود ہونے سے بچا لیا۔

کارلائل کی رائے:

کارلائل اپنے لیکچر "ہیروز اینڈ ہیرو شپ" میں کہتا ہے کہ ان کے (پیغمبر اسلامؐ کی طرف اشارہ ہے) عقل و شعور کا نور طویل زمانوں تک دنیا کے بہت بڑے حصے سے چمکتا رہا۔ ایمان

یقین کی دولت بہت بڑی دولت ہے اور قوموں کے اندر نئی روح اور نئی زندگی ایمان و یقین ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی محمدؐ تھے اور یہی عرب اور یہی ایک صدی کا زمانہ مگر جب اس خاک (عرب) سے ایک شرارہ اٹھا تو دیکھو وہ آناً فاناً کس طرح آسمان تک پہنچنے والے شعلوں میں تبدیل ہو گیا۔ یہ بات بغیر کسی تردید کے کہی جا سکتی ہے کہ مسلمان نویں صدی (عیسوی) سے تیرہویں صدی (عیسوی) تک جاہل اور گرا دیورپ کے روشن ضمیر معلم رہے ہیں۔

امام حسینؑ غیر مسلم مفکرین کی نگاہ میں

امام حسینؑ کی شخصیت صرف مسلمانوں کے لئے محترم نہیں بلکہ آپ کو غیر مسلم مفکرین دانشور اور مستشرقین نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے خصوصاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی تمام انسانی اقدار کا مشترکہ ورثہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملت و مذہب نے اسے اپنے لئے رول ماڈل قرار دیا ہے چند یورپی مستشرقین، بدھ مت، ہندو اور سکھ افراد کے امام حسینؑ کے متعلق پیش کردہ آراء سے اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔(۱)

۱۔ مستشرقین ۲۔ ہندو ۳۔ سکھ ۴۔ بدھ مت

پروفیسر براؤن (مصنف تاریخ ادبیات ایران):

حسینؑ کا قتل مدینہ کی تاراجی اور مکہ کا محاصرہ۔ ان تین تاریخی چیرہ دستیوں میں سے پہلی چیرہ دستی ایسی تھی۔ جس نے تمام دنیا کو لرزہ براندام کر دیا اور کوئی بھی شخص جس کے سینے میں جذبات ہیں اس دردناک کہانی کو سن کر بے چین ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

نطشے (مشہور جرمن فلسفی):

تخلیق کی معراج زہد و تقویٰ کی بزرگی میں ہے پر شجاعت تخلیق کا تاج ہے زہد و تقویٰ اور شجاعت کا سنگم خاکی انسان کے عروج کی انتہا ہے جس کو زوال کبھی نہیں آئے گا۔ اس کسوٹی پر پرکھا جائے تو امام عالی مقام نے با مقصد اور عظیم الشان قربانی دے کر ایسی مثال پیش کی جو دنیا کی قوموں کے لئے ہمیشہ رہنما رہے گی۔

مسٹر واشنگٹن اروِنگ:

10 محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۵ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے۔ کئی ہزار فوج کے ساتھ لڑنے میں بہتر آدمیوں کا زندہ رہنا محال تھا۔ زندگی تلف ہو جانے کا یقین کامل تھا نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسینؓ یزید سے اس کی تمنا کے مطابق بیعت کر کے اپنی جان بچا لیتے مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو ایک مذہبی مصلح کی طبیعت میں ہوتی ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا اور آپ کو نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر بھی ایک بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ قائم رکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل، عزیزوں کی تکلیف، عرب کی دھوپ، اس دھوپ میں زخم اور پیاس یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو سلطنت کے شوق میں کسی آدمی کو صبر کے ساتھ اپنے ارادے پر قائم رہنے نہ دیتیں۔

مسٹر کارلائل (مصنف ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ):

آؤ ہم دیکھیں کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ شہدائے کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اس کے علاوہ ان سے قومی غیرت اور حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے جو کسی اور تاریخ میں نہیں ملتا۔

وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے۔ ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب دنیا میں معصیت اور غضب وغیرہ بہت ہوتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے اس کے بعد تمام امور صاف ہو جاتی ہیں۔

پروفیسر گبن:

امام حسینؓ نے اپنے اصحاب پر زور دیا کہ وہ (میدان کربلا سے) فوراً ہٹ کر اپنی (جانوں کی) حفاظت کریں۔ لیکن تمام (اعزاء اور اصحاب) نے اپنے پیارے اور جان سے زیادہ عزیز امام کو تنہا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ امام حسینؓ نے دعا کر کے اور جنت کا یقین دلا کر

---

(۱) مزید تفصیلات دیکھیں کتاب "امام حسین اور مسلم مفکرین کی نظر میں" مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

ان کی ہمت افزائی کی۔ روز عاشور کی ہولناک صبح کو امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ آپ کے ساتھ شہداء کا بہادر اور سخی گروہ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھا۔(۱)

یہی مصنف ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا پر درد واقعہ ایک دور دراز ملک میں رونما ہوا یہ واقعہ بے رحم اور سنگدل افراد کو بھی متاثر کر دیتا ہے اگرچہ کوئی کتنا ہی بے رحم ہو مگر امام حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوش اور ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔

مسٹر آرتھر۔ این ون سٹن۔

حسینؑ میں صبر و استقامت اور اخلاق کے وہ اعلیٰ جواہر اور کمالات موجود تھے جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے حسینؑ کی ذات خود ایک معجزہ ہے۔ حسینؑ کی بہادری اور شجاعت کی مثال شاید ہی دنیا کبھی پیش کر سکے۔ اقوام عالم کی تاریخ کبھی کوئی ایسا سورما پیش نہ کر سکی جو ہزاروں سے یک و تنہا لڑا ہو اور بدن خاور خیبت مرنے پر تیار ہو گیا ہو۔

سر فریڈرک۔ جے۔ گولڈ (مشہور یورپی مصنف):

لوگ نئے نظام کا ذکر کرتے ہیں لیکن صرف وہی نظام باقی رہنے کے قابل ہے جس کی بنیاد روحانیت پر ہو۔ ان اصولوں پر جس کی تعلیم خود حسینؑ نے دی تھی۔ یعنی انفرادی، جماعتی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں رواداری، آزادی، تحفظ، انصاف کی تعلیم۔ اس قسم کے نئے نظام میں سلطنت کے غلبہ اور جبر و ظلم کا امکان نہیں رہے گا بلکہ ایک مشترک زندگی ہوگی جو ایک انسانی و قومی اخوت قائم کرے گا۔ درحقیقت امام حسینؑ اس انسانی فہم و ذکاوت کا اعلیٰ نمونہ ہیں جو تفر، جنگ اور ظلم کی تاریک دیواروں میں سے ہوتی ہوئی ریگستانوں اور سمندروں کو عبور کرتی ہوئی امن و اماں کا پیغام دیتی ہے۔ امام حسینؑ کی زندگی ہمارے لئے ایک مفید اور نصیحت آموز سبق ہے۔ پیغمبر اسلام کا نواسہ اور حضرت علیؑ کا فرزند جنہوں نے قسطنطنیہ میں بحیثیت ایک

---

(۱) ہسٹری آف دی سارسینز اینڈ خالد آف دی سن اسپائر۔ ص ۲۸۰۔

بہادر سپاہی کے کام سرانجام دیا تھا اور بحیثیت ایک عادل حاکم کے حکومت کی تھی۔ امام حسینؑ نے اپنے عمل سے دکھایا کہ کس طرح نوجوانوں کو اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا احترام اور ان کے اوصاف حمیدہ اور جذبہ خدمت خلق کو جاری رکھنا چاہئے۔

سر جارج ٹامسن:

کون ہے جو امام حسینؑ کی حق و صداقت کو بلند کرنے والی اس لڑائی کی تعریف کئے بغیر رہ سکے گا۔ دوسروں کے لئے جینے کا اصول، کمزور اور دکھیاروں کی امداد کو اپنا مقصد حیات بنانے کی بے نظیر مثال امام حسینؑ کی بے لوث شخصیت سے زیادہ روشن اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جنہوں نے اپنی اور اپنے محبوب ترین عزیزوں اور ساتھیوں کی جان کی بازی لگادی لیکن ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔

گو حق اور صداقت کی بے بہا خوبیوں کی حفاظت اور دوسروں کی بھلائی کے لئے امام حسینؑ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اپنی جان دی تھی۔ لیکن ان کی لافانی روح آج بھی دنیا میں لاتعداد انسانوں میں موجود ہے اور ان کی شہادت کی پاکیزہ یاد ہر سال محرم میں تازہ کی جاتی ہے۔

لارڈ ہیڈلے (لندن):

حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں انتہک جدوجہد کے ساتھ لوگوں کو احکام رسولؐ کی طرف متوجہ کیا اور یہ بتایا کہ حق پر ثابت قدم رہنے کی سعی انسان کا فرض اولین ہے۔ اگر حسینؑ میں سچا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ان سے رحم و کرم و صبر و استقامت اور ہمت و جوان مردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔ اگر وہ دنیا دار انسان ہوتے تو یقیناً دشمن کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے مگر جذبہ الٰہی و تعلیمات محمدی کا یہ اثر تھا کہ وہ مع تمام رفقاء کے موت کے گھاٹ اتر گئے لیکن نفس و ظلم اور غیر اسلامی اصولوں کی حمایت نہ کرنا تھا نہ کی۔ جب انسان ان کارناموں اور شہادت کا حال تاریخ میں پڑھتا ہے تو اسے حسینؑ کی عظمت اور ان کی سیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مسٹر جے۔ آر۔ راجس:

میری زندگی کا بیشتر حصہ تاریخ کے مطالعہ میں گزرا ہے مگر جو کشش اور مظلومیت مجھے تاریخ اسلام کے اس باب میں نظر آئی جو حسینؑ اور کربلا سے متعلق ہے وہ کہیں نہیں دیکھی۔ مسلمانوں کے پاک نبی کے وصال کے بعد ان کے نواسے نے جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا وہ اسلامی تعلیم کی صداقت اور حسینؑ کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حسینؑ نے بیشمار مشکلات کے باوجود اپنے اصولوں اور اسلامی نظام حکومت کی حفاظت کی ایک جابر طاقت کے سامنے صف آرا ہونے میں ذرہ بھر جھجک محسوس نہیں کی۔ بڑی بہادری، اولوالعزمی اور خندہ پیشانی کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کیا اور اپنے جانثاروں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

بلاشبہ تاریخ عالم میں ایسی مثالیں کم یاب ہیں بلکہ نایاب ہیں اور جب ہم اس واقعہ کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو حسینؑ کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے جتنی تکلیفیں اٹھائیں اور جس شدید مصیبت کے عالم میں شہید ہوئے اس میں ان کا ذاتی مفاد نہ تھا، انہوں نے جو کچھ کیا خدا کے لئے کیا۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد تک شہیدوں میں کوئی ان کے ہم پلہ نہیں گزرا۔

ڈاکٹر ایڈورڈ ٹیل (مصنف خلافت بنی امیہ و بنی عباس):

اس مختصر جماعت کا ہر فرد یکے بعد دیگرے میدان کارزار میں شہید کر دیا گیا، یہاں تک کہ صرف حسینؑ اور آپ کا خورد سال فرزند جو بہت ہی کم سن تھا بقید حیات تھے۔ یہ بچہ کون تھا؟ وہی مظلوم کربلا کا ششماہہ بچہ علی اصغر تھا جس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ سخت گرمی میں اس پر پانی بند تھا کربلا کا ریگستان لو اگل رہا تھا ہے ربان معصوم کی زبان مارے تشنگی کے خشک تھی اور ننھا سا کلیجہ کباب ہو رہا تھا ادھر نرغہ اعداء میں گھرے ہوئے باپ نے اس عالم بے کسی میں

"ھل من ناصر ینصرنا"

کی آواز بلند کی، ادھر ششماہہ ننھے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔ ہاں! ذرا دیکھنا بھیڑیوں کی ٹڈی دل فوج میں بے چینی ہو گئی، پتھروں کے دل پسیج گئے، ظالم جلادوں کے جسموں میں رحم و کرم کی لہریں پیدا ہو گئیں اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہاں ٹھیک تو ہے

حسینؑ ٹھیک فرماتے ہیں، اس بچے نے کیا قصور کیا ہے، اسے کیوں نہ پانی دیا جائے۔

ادھر مظلوم نے کہا کہ اگر تم کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بہانے سے میں خود پانی مانگ رہا ہوں تو دیکھو میں اسے یہاں چھوڑ کر ہٹ جاتا ہوں تم خود آ کر اسے پانی پلا دو۔

شمر ملعون کو فوج کی تبدیلی مزاج کا علم ہو گیا۔ اس نے حرملہ کو حکم دیا کہ کلام حسینؑ کو قطع کر دے، حکم سنتے ہی دیر تھی حرملہ نے تین بھال کا ایسا تیر مرکیا کہ جو معصوم کے حلق نازک کو چیر کر بازوئے حسینؑ میں پیوست ہو گیا اور بچہ باپ کے ہاتھوں پر مقتل ہو گیا۔

شیفڈ (ایک مشہور مغربی مفکر):

امام حسینؑ اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے، آپ کا مقصد شان و شوکت اور دولت حاصل نہ کرنا نہ تھا۔ آپ ایک بلند اور عظیم المثال قربانی پیش کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے بہادر گروہ کا ہر فرد، مرد ہو یا عورت یہ جانتا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا (دشمن کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے) بہت دشوار ہے اور یہ کہ وہ صرف ان سے لڑنے ہی کے لئے بلکہ ان کو شہید کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ باوجود یہ کہ (حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے) بچوں پر پانی تک بند کر دیا گیا لیکن وہ دیکھتے ہوئے آفتاب کے نیچے، تپتے ہوئے ریگستان پر عزم و استقلال کا پہاڑ بنے ہوئے قائم رہے، ان میں سے کوئی ایک لمحے کے لئے نہ گھبرایا بلکہ نہایت بہادری سے سخت اور شدید مصیبتوں کا بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مقابلہ کرتا رہا۔

پری سائنکس (مصنف تاریخ پریشیا):

ماہ محرم ۶۱ ہجری کی دسویں کو حسینؑ کی مختصر جماعت مرتے دم تک جنگ کرنے پر آمادہ رہی ان کی بہادری کے مقابلے پر کوئی بہادر نظر میں نہیں جماتا۔

واٹر فرنج:

کربلا والے حسینؑ کے سوا تاریخ میں ایسی کوئی بھی ہستی نظر نہیں آتی جس نے بنی نوع انسان پر ایسے مافوق الفطرت اثرات چھوڑے ہوں۔ جنگوں میں فتح حاصل کرنے کا طریقہ جو امام عالی مقام نے کائنات کے مظلوموں کو سکھایا ہے کہ خدا پر کامل یقین رکھو، حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ تو فتح تمہارے ساتھ ہے۔ آنے والے دن

تمہارے اس عمل کو زمین سے نکلنے والے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانے کی مانند دیکھتے رہیں گے۔

ڈاکٹر ج۔ مرفس:

مسلمانوں کو حسینؑ اور ان کی تعلیمات کی پوری پیروی کرنا چاہئے اور ان کے مشن کو زندہ رکھنا چاہئے۔ حسینؑ کی یادگار جس قدر اہتمام اور شان و شوکت سے منائی جائے کم ہے۔ یہ وہ حسینؑ ہے جس نے دین خدا کو ابدی زندگی بخشی، یہ وہ حسینؑ ہے جس نے ہر مذہب و ملت پر عظیم احسان کیا وہ حسینؑ ہے جس نے انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل ہونے سے بچالیا۔ اس لئے اہل اسلام فرض ہے کہ بلا امتیاز گروہ و فرقہ حسینؑ کے نام کو بدستور زندہ رکھیں اور یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ جو قوم اپنے پیشوا اور راہنما کے نام اور کام کو زندہ نہیں رکھتی وہ ایک دن دنیا سے مٹ جاتی ہے۔

آر۔ جے۔ ولسن (مشہور یورپی دانشور)

میں اسلام کی عظیم ترین شخصیت حسینؑ ابن علیؑ کا اسی طرح احترام کرتا ہوں جس طرح مسیح ابن مریم کا حسینؑ نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار میں جس شجاعت و بسالت کا اظہار کیا۔ اس کی نظیر مشاہیر شجاعان عالم میں تو درکنار، انبیاء و مرسلین کی پاکیزہ زندگیوں میں بھی نہیں ملتی۔

آپ کے کردار سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی تخلیق اسی نور خداوندی سے ہوئی تھی جس نور سے محمدؐ اور علیؑ کو خلق فرمایا تھا اور اسی لئے محمد رسول اللہ نے آپ کی شان میں فرمایا کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔"

مہاتما گاندھی:

میں نے کربلا کی المناک داستان اس وقت پڑھی جب کہ میں نوجوان ہی تھا۔ اس نے مجھے دم بخود اور مسحور کر دیا۔

بحیثیت شہید کے امام حسینؑ کی مقدس قربانی میرے دل میں ثناء و صفت کا لازوال جذبہ پیدا کرتی ہے کیونکہ انہوں نے تشنگی کی اذیت اور موت کو اپنے لئے اپنے بچوں اور تمام خاندان کے لئے گوارا کر لیا لیکن ظالم قوتوں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کی ترقی اس کے ماننے والوں کی تلواروں کی رہین منت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اپنے اولیائے کرام کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

میں اہل ہند کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ میں نے کربلا کے ہیرو کی زندگی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے اور اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی اگر نجات ہو سکتی ہے تو ہم کو حسینی اصول پر عمل کرنا چاہئے۔

پنڈت جواہر لال نہرو:

تاریخ کا ایک سبق آموز واقعہ عظیم اور جاوید انی اثر ہے جو کربلا کے غم انگیز سانحے سے دنیائے اسلام پر مرتب ہوا تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان طویل صدیوں میں کروڑوں نفوس پر یہ عظیم شان اثر جاری رہا اور لاتعداد افراد کی ہمدردیاں حاصل کرتا رہا لیکن پھر بھی یہ امر تعجب خیز نہیں ہے، اس لئے کہ کسی خاص مقصد کے لئے قربانی نوع انسان پر ہمیشہ اثر انداز ہوتی رہی ہے۔

قربانی جس قدر پر خلوص اور اس کا مقصد جتنا اعلیٰ ہوگا اتنی ہی اس کی صدائے بازگشت زمانے کے گنبد میں گونجتی چلی جائے گی اور مردوں، عورتوں کی زندگیوں پر اس کا اثر ہوتا رہے گا۔

یہ لازمی امر ہے کہ ایک غم انگیز واقعہ ہمارے جذبات غم کو ابھارے تاہم اس جذبہ غم میں ایک جذبہ کامرانی بھی نمودار ہے یعنی انتہائی مخالف ماحول میں انسانی قوت ارادی کی فتح اور یوں شکست وغم سے فتح مندی اور مسرت پیدا ہوتی ہے اس لئے یہ بہت اچھا ہے کہ ہم اسے یاد رکھیں اور اس سے ہدایت و سبق حاصل کرتے رہیں۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد:

کربلا کا واقعہ شہادت، انسانی تاریخ کا وہ واقعہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور جو دنیا کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کی زندگی پر اثر ڈالتا ہے اور ڈالتا رہیگا۔ ہندوستان میں اس واقعہ کی یاد بڑی سنجیدگی سے منائی جاتی ہے جس میں نہ صرف مسلمان حصہ لیتے ہیں بلکہ غیر مسلم افراد بھی مساویانہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں ان شہداء کی زندگیاں ایسے زمانے میں جب کہ ہم اس ملک میں جنگ آزادی میں مصروف ہیں اور قوم و وطن کی خاطر قربانیاں پیش کرتے ہیں ہمارے لئے مشعل روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سروراوھا کرشنن:

امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق و صداقت کو

زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے تلواروں اور فوجوں کی بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دنیا کے سامنے ایک مثال نظیر پیش کی ہے۔

آج ہم اس بہادر فدائی اور انسانیت کو زندہ رکھنے والے عظیم الشان انسان کی یاد مناتے ہوئے اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔

امام حسینؓ نے ہمیں بتایا کہ حق و صداقت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

مسز گوکھلے (سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس)

اگر حسینؓ اپنی شہادت سے اسلام کے اصول کو از سر نو زندہ نہ کرتے تو اسلام مٹ جاتا اور اگر اسلام کا وجود ہوتا بھی تو بے اصول مذہب کی حیثیت سے جس کے اندر بڑی آزادی سے وہ تمام برائیاں پھیل جاتی جن کا رواج یزید اور اس زمانے کے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور:

حسینؓ نے کیا سکھایا؟

یہ مادی دنیا جس میں ہم رہتے ہیں، اس وقت اپنا توازن کھو دیتی ہیں جب اس کا رشتہ محبت دنیا سے ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ہمیں نہایت ارزاں اور فرومایہ چیزوں کی قیمت اپنی روح سے ادا کرنا پڑتی ہے یہ صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب مادیت کو مقید کرنے والی دیواریں حیات کی آخری منزل ہونے کی دھمکی دیتی ہیں۔

جب یہ ہوتا ہے تو بڑے بڑے تنازعہ، حاسدانہ فتنہ اور ظالم اپنے لئے جگہ اور موقع کی تلاش کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس خرابی کی دلگداز خبر ملتی ہے اور ہم صداقت کے گرد دائرے کے اندر توازن قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

اس میں ہمیں ناکامیاں ہوتی ہیں، اس موقع پر صرف وہی ہماری مدد کرتا ہے جو اپنی حیات نفسانی سے یہ ثابت کر دکھلاتا ہے کہ ہم روح بھی رکھتے ہیں۔ وہ روح جس کا مسکن محبت کی بادشاہت میں ہے اور پھر جب ہم روحانی آزادی حاصل کرتے ہیں تو مادی اشیاء کی

مصنوعی قوتوں کا زور ہماری نگاہوں میں ختم ہو جاتا ہے۔

پروفیسر رگھوپتی سہائے (فراق گورکھپوری):

سیدنا امام حسینؑ کی بلند اور پاکیزہ سیرت محسوس کیے جانے کی چیز ہے، ایسے الفاظ کا پانا آسان نہیں جو ان کے کردار کی عظمت کے مکمل مظہر ہوں۔

یوں تو ان کی سیرت، روحانیت اور آنسوؤں کی سب سے زیادہ تابناک روشنی کربلا (کرب و بلا) کے میدان چمکتی دکھائی دیتی ہے لیکن جو لوگ حسینؑ کی واقعہ کربلا سے پہلے کی زندگی سے واقف ہیں ان کے لئے اس زندگی کی بے داغ استواری پاکیزگی اس کی تشفی، اس کا خلوص اور وقار، صداقت کی چٹان اور سخت امتحان کے مقابلے کی طاقت، یہ باتیں اتنی نمایاں ہیں کہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہر فرد خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسینؑ
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

مجھ ایسے گناہ گار انسان کے لئے حسینؑ کے اخلاقی کمالات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانا غالباً اپنی قابلیت سے بڑھ کر جرأت آزمائی کے مترادف ہوگا۔ حسینؑ دنیا کے بڑے سے بڑے خدا رسیدہ رشیوں اور شہیدوں کے ہم پلہ ہیں۔ حسینؑ کا نام اور ان کا کام، ان کی زندگی اور موت کے واقعات ان نسلوں کے دلوں کو بیدار کریں گے جو ابھی پیدا نہیں ہوئی ہیں۔

پنڈت امرناتھ جھا (سابق وائس چانسلر الہ آباد یونیورسٹی)

تاریخ انسانی کے غم ناک واقعات میں کوئی بھی واقعہ اتنا دلخراش نہ ہوگا جتنا کربلا کے میدان میں جنگ حسینؑ کا خاتمہ ہے۔ وہ بیس سجدہ میں قتل کئے گئے اور شہادت کا درجہ حاصل کر گئے ہمارے نزدیک قدیم سورماؤں کے کارنامے کو نظر میں رکھنا بہت بہتر ہے کہ وہ لوگ کیا

تھے اور کیا کر گئے۔

ان کی کامیابیاں روح کی پر استقلال فتح کا باعث ہیں جن کے لئے انہیں سخت امتحانات کا سامنا کرنا پڑا۔

مسٹر زائن (وائس چانسلر بنارس یونیورسٹی):

آج کی پریشان دنیا میں ضرورت ہے کہ حضرت حسینؑ کی بے مثال قربانی اور ایثار کی یاد دھوم دھام سے منائی جایا کرے۔

حسینؑ نے ایک بلند مقصد کے لئے موت قبول کی اور خود کو اسلام کے ایک خدمت گار رکھوالے کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید کر لیا۔

کنج بہاری لال ایڈوکیٹ (الہ آباد):

بلند مقصد کے لئے جنگ کرنے والے بلند مرتبت حسینؑ کے جذبہ ایثار و قربانی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ وہ پاک انسان چند نفسوں میں سے تھا جو ہر روز دنیا کو نصیب نہیں ہوتے اور جب اس سرزمین پر اترتے ہیں تو اسے آسمان کی طرف بلندی اور عظمت عطا کر دیتے ہیں۔ اپنے جائز حق کے لئے لڑنا اور جان دے دینا یہ امر بھی کچھ کم داد و تحسین کا مستحق نہیں وہ انسان کتنا عظیم مرتبہ اور قابل تحسین ہے جس نے اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے، اسلام کے لئے اور اسلام کے مظلم اور بلند اصولوں کی جنگ کی اور اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے اہل خاندان کی قربانی دے دی، وہ دشمن کے مقابلے میں کمزور تھا اس کی فوج صرف بہتر پر مشتمل تھی وہ بھی بھوکے اور پیاسے، مگر حسینؑ اور اس کے ساتھیوں نے جس استقلال اور شجاعت سے جنگ لڑی اس نے ثابت کر دیا کہ ان کا مقصد کتنا پاکیزہ جذبہ کتنا نیک اور ارادہ کتنا بلند تھا۔

اے خاک کربلا تجھ پر خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں کہ تیرے سینے میں خدا کی مقدس امانت دفن ہے، تیرے ذروں پر معصوم خون کے فوارے گرے ہیں۔

ڈاکٹر ایس۔ وی۔ تھیم بیکر۔ (صدر شعبہ تاریخ ہندو یونیورسٹی بنارس):

حسینؑ تاریخ عالم میں شریف ترین سیرت کے حامل ہیں، کربلا میں ان کی شہادت ایک

ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کی اہمیت اور عظمت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ انسان جن بڑی اور عظیم المرتبت شخصیتوں کی تعریف کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں حسینؑ ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک ہیں، ان میں شرافت، بلند خیالی، پاکیزگی، سادگی اور خلوص کی صفات مجتمع تھیں۔ جو لوگ دنیا میں انسانی محبت، عزت اور امن و سکون کے خواہشمند ہیں ان کے لئے یہ صفات ایک مستقل ذریعہ الہام اور اصول انسانیت رہنما رہی ہیں اور رہیں گے۔ یہ تمام اصول امام حسینؑ کی زندگی میں پائے جاتے ہیں اور انہی کے لئے انہوں نے شہادت کی موت اختیار کی۔

مہاراجہ جگجیت سنگھ بہادر (والی کپورتھلہ):

انسانی تاریخ میں شہیدوں کا مرتبہ بہت بلند ہے اور شہداء چاہے وہ کسی ملک و قوم کے ہوں ہر مذہب و قوم کے لئے قابل عزت ہیں۔ کوئی پابند اصول ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ شہید کسی خاص قوم یا زمانے کے لئے رہنما ہیں۔ بلکہ شہیدوں کی روشن مثالیں ہر فرد بشر کے لئے سبق آموز ہیں۔ اور اسی نقطۂ نظر سے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعات ساری دنیا کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شجاعت کی یادگار رکھنے کے لئے سکھ، ہندو عیسائی دل سے شامل ہوں گے۔ میرا یہ پیغام معمولی یادگار نہیں بلکہ میرے خیالات کا صحیح عکس ہے۔

سردار گیانی گورمکھ سنگھ:

حضرت امام حسینؑ شہیدوں کے سرتاج تھے۔۔۔ حضرت امام حسینؑ جیسے مہاپرش میدان جنگ میں مجبوراً لڑائی کرنے آئے ہیں۔ آپ نے حیرت انگیز طریقہ سے دل دہلا دیئے اور ہم کو انسانیت کے گر سکھائے۔ آج بھی امام کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے اصولوں کو ماننے کی بے انتہا ضرورت ہے کیونکہ بدی اور برائی نے انسان کو پھر سے پریشان کر رکھا ہے۔ جو سچائی امام نے دنیا کے سامنے رکھی تھی۔ سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود آج بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔ اگر امام عمل کرنے کا سبق نہ دیتے تو سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی زندگی کی تصویر نمایاں نہ ہوتی۔

مہندر سنگھ:

حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں شہید ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ حق ہمیشہ زندہ رہے گا اور باطل نابود ہونے والا ہے۔

سوجا سنگھ:

حضرت امام حسینؑ نے آخری دم تک نماز نہیں چھوڑی، ان کی صحیح یاد منانے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔

سردار جسونت سنگھ۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔ این۔ ڈی (لندن):

حسینؑ نے اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے جان دی۔ ان کی قربانی شہیدوں میں سب سے زیادہ بلند ہے۔ انہوں نے اپنی قربانی کی کسی خود غرضانہ مقصد کے لئے نہیں پیش کی تھی بلکہ صرف حق اور انصاف کو بلند کرنے کے لئے دی تھی۔

دنیا کی تاریخ میں بے شمار لڑائیاں لڑی گئیں لیکن کربلا کی لڑائی اپنی اہمیت کے لحاظ سے بے حد نمایاں جنگ تھی کیونکہ یہاں ہم کو یہ دکھائی دیتا ہے کہ نیکی اور بدی کی قوتیں اپنے انتہائی کمال تک پہنچ کر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھیں۔ حسینؑ صداقت اور فرض شناسی کا مجسمہ تھے۔

یان۔ بے جی۔ ہان (جاپانی محقق):

دنیا کے بے شمار مشہور پہلوانوں، طاقتوروں اور بہادروں کی شجاعت و جوانمردی کے قصے اہل عالم کی نوک زبان پر ہیں۔ لیکن ساتویں صدی عیسوی میں اہل عرب میں ایک ایسا بہادر ہیرو بھی گزرا ہے جس کی شجاعانہ کارناموں نے جرئی سے جرئی اور دلاور سے دلاور انسانوں کو بھی حیرت سے انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔ اس جرأت مند دلاور بہادر کا نام نامی حسینؑ بن علیؑ ہے حقیقت یہ ہے کہ عرب کے اس ہیرو نے گھر بار لٹا دیا، اپنے بچے اور عزیز و اقارب ذبح کروا ڈالے اور اپنا سر بھی کٹوا دیا لیکن نہ تو شیطان کی اطاعت قبول کی اور نہ اپنے دین پر آنچ آنے دی۔

دان کروپا (جاپانی محقق):

درحقیقت حسینؑ کے قوت بازو میں خدا کی طاقت کام کر رہی تھی اس لئے کہ وہ خدا کا تھا اور خدا اس کا تھا۔ اس نے کربلا میں جان دے کر اپنے دین ہی کی حفاظت نہیں کی بلکہ انسانیت

کی بھی حفاظت کی، خدا کی بے انتہا رحمتیں نازل ہوں اس شجاع انسان پر جس نے انسانیت کے سر سے کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دیا اور ظلم و ستم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

کوشان فرہود (جاپانی محقق):

حسین عظیم ترین انسان ہے، اس کا کردار بے مثال ہے، اس کی سیرت لاثانی ہے، وہ نینوا کا شہید ہے، وہ کربلا کا مظلوم ہے، اس کی داستان مظلومیت سنی نہیں جا سکتی۔ وہ بھوکا پیاسا مارا گیا، اس نے دنیا والوں کو دکھایا کہ تسلیم و رضا اس کا نام ہے، ایثار قربانی اسے کہتے ہیں، تمام عالم کون و مکان کا یہ امام اپنے اندر بے پناہ خدائی قوت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج حسینؑ ابن علیؑ کا نام ساری دنیا کے لوگ ادب و احترام سے لیتے ہیں اور اس کا اسم گرامی سن کر تعظیم سے سر جھکا دیتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے عہد کے سیاسی حالات

رسول اکرمؐ سے پہلے تمام دنیا میں موروثی شاہی نظام رائج تھا جس میں فرد واحد کو خود مختار انداز میں امتوں کے سیاہ سپید کا مالک اور مطلق العنان سمجھا جاتا تھا۔ جس کے بعد اس کی اولاد میں نسل در نسل بادشاہت چلتی تھی۔ لوگ بلا چوں و چراں ان کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ یہ نظام بلا تفریق مذہب وملت ساری دنیا میں یکساں رائج تھا اس وقت کی بڑی سلطنتیں قیصر روم کی عیسائی اور ایران کی کسریٰ تھیں اسلام کے سیاسی نظام میں موروثی بادشاہت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جو خالص سیاسی نہیں بلکہ نبوت کی نیابت کی اساس پر استوار تھا اسلام نے قرآن و سنت کی صورت میں آئینی حکومت کا تصور پیش کیا جس میں قانون کی بالادستی اور احترام کا تصور تھا جہاں جمہوری روح اور عدالت وانصاف کو فوقیت حاصل تھی جہاں رنگ و نسل، زبان، عقیدہ کی عصبیت نہیں بلکہ انسان کی عظمت و شرافت کا سب سے بڑا معیار اسلامی قانون کی پاسداری اور اس پر عمل تھا خلافت راشدہ کے عہد تک ان اسلامی اصولوں پر ایک حد تک عمل ہوتا رہا۔ لیکن حضرت علیؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی صلح کے بعد بنو امیہ کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے جس نے اسلامی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے موروثی بادشاہت کی بنیاد رکھی۔

پروفیسر محمد عبداللہ ملک سابق چیئرمین شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج لاہور اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

"سیاسی لحاظ سے ہم امیر معاویہ کی حکومت کو ایک حد تک ملوکیت (شخصی حکومت) کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے خلافت راشدہ کی جمہوری روایات کے برعکس ملوکیت کی بنیاد رکھی آپ کی یہ ملوکیت اگرچہ کلیتاً مطلق العنان نہ تھی۔ مگر آپ خلفائے راشدین کی طرح شوریٰ کے پابند نہ تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ جو شخص قوم کے خزانے سے ایک دانہ بھی (اپنی مرضی سے) خرچ کرے وہ خلیفہ نہیں، بادشاہ ہے۔

اس قول کی روشنی میں امیر معاویہؓ کی خلافت بادشاہت سے کچھ ایسی مختلف نہ تھی کیونکہ

آپ بیت المال کو اپنی مرضی سے صرف کرتے تھے اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے زندگی بسر کرتے تھے آپ خلیفہ کی حیثیت سے حکومت کے جملہ شعبوں کے سربراہ تھے۔ اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھے آپ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے خلفائے راشدین کی روایات کے برعکس ذاتی حفاظت کے لئے پہرے دار اور دربان مقرر کئے حتیٰ کہ مسجد میں اپنے لئے ایک مقصورہ تعمیر کرایا۔ تاکہ کوئی دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔ (آپ کی سیاست کے تین محور تھے)

عمل، زر پاشی، رازداری

آپ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی ابتداء میں نہایت فراخدلی سے پیش آتے تھے ہر ممکن طریقہ سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سیم و زر کے نوالے سے بھی اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اگر دشمن پر آپ کا حسن سلوک اثر نہ کرتا اور نہ دولت کا فسوں چلتا تو آپ اس کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ پھیلاتے تھے۔ یا زہر سے اس کا صفایا کر دیا کرتے تھے۔ ورنہ محاذ جنگ کی اگلی صفوں میں اسے بھیجتے تھے کہ ٹھکانے لگ جائے تلوار آپ کا آخری حربہ تھا۔(۱)

تحریک آزادی کے رہنما مولانا ابوالکلام آزاد اپنے رسالہ الہلال میں اسلام کی استبدادی حکومت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفوف عام فساق و فجار سے الگ قرار دی جائیں تو ان میں سے پہلی صف یقیناً (بنو امیہ) کی ہوگی۔ انہی ظالموں نے اسلام کی روح حریت کو غارت ظلم و استبداد کیا اور اس کے عین عروج اور نشوونما کے وقت اس کی قوتوں کو اپنے اغراض شخصیہ کے لئے کچل ڈالا۔ اس کا اقتدار تسلط فی الحقیقت امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم

---

(۱) تاریخ اسلام محمد عبداللہ ملک صفحہ ۵۵۵، ۵۵۵ طبع اول قریشی برادرز اردو بازار لاہور۔

یہ کیا کہ اظہار حق اور امر بالمعروف کی قوت کو تلوار کے زور سے دبا دینا چاہا۔ اور مسلمانوں کی حق گوئی کے ترقی کناں ولولے کو مضمحل کر دیا تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم کا اثر ابھی بالکل تازہ تھا اس لئے اگرچہ طرح طرح کی بدعات اور محدثات و معاصی کا بازار گرم ہو گیا تھا پھر بھی امر بالمعروف کی آواز کی گرج کوفہ و دمشق کے ایوان محل کو لرزا دیتی تھی ساٹھ (۶۰) برس کی ایک بڑھیا عورت برسر دربار بلائی جاتی تھی اور معاویہؓ کے سامنے بے دھڑک وہ اپنے اشعار جوش و خروش کے ساتھ پڑھتی تھی۔ جن میں نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب ہوتے تھے بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں بنی امیہ کے فظائع اور مثالب بیان کئے گئے تھے۔(۱)

اسی طرح امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں امیر معاویہؓ کے عہد میں اسلامی خلافت کی مرحلہ وار ملوکیت میں تبدیل ہونے اور اس زمانے میں پیدا ہونے والے انحرافات کا جائزہ لیا ہے۔ جس کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔

شریعت اسلام میں تبدیلی

امام زہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین کے عہد میں یہ سنت تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔ اور نہ مسلمان کافر کا۔ امیر شام معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آکر اس بدعت کو موقوف کیا۔ مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملے میں بھی امیر شام معاویہ نے سنت کو بدل دیا سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہو گی مگر امیر شام معاویہ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔(۲)

---

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد در رسالہ الہلال صفحہ ۸ مطبوعہ ۳ جنوری ۱۹۱۳ء۔ (۲) زیادہ تر حوالہ جات مولانا مودودی کی خلافت و ملوکیت اور مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند کی کتاب تجلیات صحابہ سے دیے گئے ہیں۔ مولانا عامر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی سابق پرنسپل دارالعلوم دیوبند کے بھتیجے ہیں۔

اصحاب رسولؐ پر جمعہ کے خطبہ میں سب وشتم (گالیاں)

ایک اور نہایت مکروہ بدعت امیر شام معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی۔ کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں بر سر منبر حضرت علیؑ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر میں روضہ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی منافی تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گمناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب حضرت علیؑ کی جگہ یہ آیت پڑھی شروع کردی۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝" (نحل ۹۰)(۱)

مالی بدعنوانیاں

مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی امیر شام معاویہ نے کتاب اللہ وسنت رسولؐ اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو لیکن امیر شام معاویہ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔(۲)

---

(۱) سورہ نحل آیت ۹۰۔

(۲) سورہ نحل آیت ۹۰۔

استلحاق زیاد بن سمیہ

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی معاویہ کے ان افعال میں سے ہے جس میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلمہ قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا یہ بیان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں معاویہ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفے سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر منتظم فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں اس کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا سردار قرار دے دیا۔ (مودودی خلافت وملوکیت)

قانون کی بالاتری کا خاتمہ

معاویہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا۔ اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان کا گورنر عبداللہ بن عمر خیلان ایک مرتبہ بصرے میں منبر پر خطبہ دے رہا تھا ایک شخص نے دوران خطبہ میں اس کو کنکر مار دیا۔ اس پر عبداللہ نے اس شخص کو گرفتار کرایا۔ اور اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ حالانکہ شرعی قانون کی رو سے یہ ایسا جرم نہ تھا۔ جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ معاویہ کے پاس اس کا استغاثہ کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کر دوں گا۔ مگر میرے عمال سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ زیاد کو جب معاویہ نے بصرے کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر مقرر کیا تو وہ پہلی مرتبہ خطبہ دینے کے لئے کوفہ کی جامع مسجد پر کھڑا ہوا۔ تو کچھ لوگوں نے اس پر کنکر

پھینکے۔ اس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیئے۔ اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو جن کی تعداد ۳۰ (تیس) سے ۸۰ (اسی) تک بیان کی جاتی ہے گرفتار کرا کے اسی وقت ان کے ہاتھ کٹوا دیئے کوئی مقدمہ ان پر نہیں چلایا گیا کسی عدالت میں وہ نہ پیش کئے گئے۔ کوئی باقاعدہ قانون شہادت ان کے خلاف پیش نہیں ہوا گورنر نے محض اپنے انتقامی حکم سے اتنے لوگوں کو قطع ید کی سزا دے ڈالی۔ جس کے لئے قطعاً کوئی شرعی جواز نہ تھا۔ مگر دربار خلافت سے اس کا کوئی بھی نوٹس نہ لیا گیا۔ اس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بسر بن ارطاۃ نے کئے جسے معاویہ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علیؑ کے قبضے سے نکالنے کے لئے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا تھا۔ اس شخص نے یمن میں حضرت علیؑ کے گورنر عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ کر قتل کر دیا ان بچوں کی ماں صدمے سے دیوانی ہو گئی۔ بنی کنانہ کی ایک عورت جو یہ ظلم دیکھ رہی تھی۔ کہ مردوں کو تو تم نے قتل کر دیا اب ان بچوں کو کس لئے قتل کر رہے ہو بچے تو جاہلیت میں بھی نہیں مارے جاتے تھے اے ابن ارطاۃ جو حکومت بچوں اور بوڑھوں کے قتل اور بے رحمی و برادر کشی کے بغیر قائم نہ ہو سکتی ہو اس سے بری کوئی حکومت نہیں اس کے بعد اس ظالم شخص کو امیر معاویہ نے ہمدان بھیجا جو اس وقت حضرت علیؑ کے قبضے میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئیں تھیں انہیں لونڈیاں بنا لیا۔ حالانکہ شریعت میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کارروائیاں گویا اس بات کا عملاً اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھوٹ ہے اور سیاسی معاملات میں شریعت کی کسی حدود کے وہ پابند نہیں ہیں۔

(مودودی خلافت و ملوکیت)

سر کاٹنے اور لاشوں کی بے حرمتی کا رواج

سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی جو جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا دیا تھا اسی دور میں

مسلمانوں کے اندر شروع ہوا۔

سب سے پہلا سر جو زمانہ اسلام میں کاٹ کر لے جایا گیا وہ حضرت عمار یاسر کا تھا امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اسے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار کا سر کاٹ کر حضرت معاویہ کے پاس لایا گیا اور دو آدمی اس پر جھگڑ رہے تھے ہر ایک کہتا تھا کہ حضرت عمارؓ کو اس نے قتل کیا ہے ایسا ہی وحشیانہ سلوک مصر میں محمد بن ابی بکرؓ جو حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے تھے کے ساتھ کیا گیا جو وہاں حضرت علیؓ کے گورنر تھے معاویہ کا جب مصر میں قبضہ ہوا تو انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور پھر ان کی لاش ایک گدھے کی کھال میں رکھ کر جلائی گئی۔ (تاریخ خلافت و ملوکیت)

آزادی اظہار رائے کا خاتمہ

اس دور کی تبدیلیوں میں سے ایک اور اہم تبدیلی یہ تھی کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق ہی نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا اور اسلامی معاشرہ اور ریاست کا صحیح راستے پر چلنا اس پر منحصر تھا کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں اور ہر غلط کام پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں اور حق بات پر برملا کہہ سکیں لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کے لئے کھولو ورنہ چپ رہو۔ اگر تمہارا ضمیر ایسی روادار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قتل اور کوڑوں کی مار کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔

اس نئی پالیسی کی ابتدا معاویہ کے زمانے میں حضرت حجر بن عدی کے قتل ۵۱ھ سے ہوئی جو ایک زاہد، عابد صحابی رسولؐ اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے معاویہ کے زمانے میں جب مساجد کے منبروں پر خطبوں میں علانیہ حضرت علیؓ پر لعنت اور سب و شتم کا

سلسلہ شروع ہوا تو عام مسلمانوں کے دل ہر جگہ ہی اس سے زخمی ہو رہے تھے مگر لوگ خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے کوفہ میں حجر بن عدیؓ سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے جواب میں حضرت علیؓ کی تعریف اور معاویہ کی مذمت شروع کر دی حضرت مغیرہؓ جب تک کوفے کے گورنر رہے وہ ان کے ساتھ رعایت برتتے رہے ان کے بعد جب زیاد گورنری میں بصرہ کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا تو اس کے بعد ان کے درمیان کشمکش برپا ہو گئی وہ خطبے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتا تھا اور یہ اٹھ کر اس کا جواب دینے لگتے تھے اسی دوران میں ایک مرتبہ انہوں نے نماز جمعہ میں تاخیر پر بھی اس کو ٹوکا آخر کار اس نے انہیں اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اس طرح یہ ملزم معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ قتل سے پہلے جلادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ اگر تم علیؓ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور حجر نے کہا میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے۔ آخر کار وہ اور ان کے سات ساتھی قتل کر دیئے گئے ان میں سے ایک صاحب عبدالرحمان بن حسانؓ کو معاویہ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اس کو لکھا کہ انہیں بدترین طریقہ سے قتل کرو۔ چنانچہ اس نے انہیں زندہ دفن کر دیا۔

یہ پالیسی رفتہ رفتہ مسلمانوں کو پست ہمت اور مصلحت پرست بناتی چلی گئی اور خطرہ مول لے کر سچی بات کہنے والے ان کے اندر کم ہوتے چلے گئے جو خوشامد اور ضمیر فروشی کی قیمت مارکیٹ میں چڑھتی چلی گئی اعلیٰ قابلیت رکھنے والے ایماندار اور باضمیر لوگ حکومت سے بے تعلق ہو گئے۔ (مودودی خلافت و ملوکیت)

نسلی اور قومی عصبیتوں کا ظہور

ایک اور عظیم تغیر جو اس دور ملوکیت میں رونما ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اس میں قوم، نسل، وطن اور قبیلہ کی وہ تمام جاہلی عصبیتیں پھر سے ابھر آئیں جنہیں اسلام نے ختم کر کے خدا کا دین قبول

کرنے والے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کے ساتھ ایک امت بنایا تھا بنی امیہ کی حکومت ابتداء سے ہی عرب حکومت کا رنگ لئے ہوئے تھی۔ جس میں عرب مسلمانوں کے ساتھ غیر عرب نومسلموں کے مساوی حقوق کا تصور قریب قریب مفقود تھا اس میں اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نومسلموں پر جزیہ لگایا گیا۔

حضرت سعید بن جبیرؓ جیسے بلند مرتبہ عالم کو جن کے پائے کے آدمی اس وقت دنیائے اسلام میں دو چار سے زیادہ نہ تھے جب کوفے کا قاضی مقرر کیا گیا تو شہر میں شور مچ گیا کہ عرب کے سوا کوئی شخص قضا کا اہل نہیں ہو سکتا آخر کار ابو موسیٰ اشعری کے صاحبزادے ابو بردہ کو قاضی بنایا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ ابن جبیر سے مشورہ لئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کریں حد یہ ہے کہ جنازوں پر بھی عجمی کو نماز پڑھانے کے لئے آگے نہ کیا جاتا جب تک کہ کوئی عرب لڑکا تک جنازہ پڑھانے کے لئے موجود نہ ہو۔ (مودودی خلافت وملوکیت)

ابو الفرج اصفہانی کی روایت ہے کہ بنی سلیم کے ایک شخص نے ایک عجمی نومسلم سے اپنی بیٹی بیاہ دی تو محمد بن بشیر نے مدینہ جا کر گورنر سے اس کی شکایت کی اور گورنر نے فوراً زوجین میں تفریق کرا دی اس نومسلم کو کوڑے لگوائے اور اس کا سر داڑھی اور ابروئیں منڈا کر اسے ذلیل کیا۔

بنی امیہ کی یہ پالیسی عرب و عجم کے معاملے ہی تک محدود نہ تھی بلکہ خود عربوں میں بھی اس نے سخت قبائلی تفریق برپا کر دی عدنانی، قحطانی، ہمدانی، مضری، ازد اور تمیم اور قیس کے تمام پرانے جھگڑے اس دور میں پھر تازہ ہو گئے اور حکومت خود قبیلوں کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتی تھی اس کے گورنر اپنی ولایتوں میں پورے تعصب کے ساتھ اپنے قبیلے کو نوازتے اور دوسرے قبیلوں کے ساتھ بے انصافیاں کرتے تھے۔ (مودودی خلافت وملوکیت)

معاویہ کی سیاست کے تین بنیادی محور تھے۔

۱۔ لوگوں کو تشدد اور فقر و فاقہ میں مبتلا رکھنا۔ ۲۔ قبائلی تعصبات کو ہوا دینا اور لوگوں کو اس میں مصروف رکھنا۔ ۳۔ دین کی من مانی توجیہ کر کے لوگوں میں حریت پسندی اور انقلابی روح ختم کرنا۔

امام حسنؓ سے صلح طے پا جانے کے بعد معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں تقریر کرتے ہوئے

فرمایا۔ بخدا میں تمہاری حکومت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے ناواقف نہ تھا کہ تم میرے برسر اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔ اور اسے پسند نہیں کرتے اس معاملہ میں جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے میں خوب جانتا ہوں۔ مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور سے تم کو مغلوب کر کے اسے لے لیا ہے۔۔۔ اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی رہو۔(۱)

اس سلسلے میں سب سے پہلے انہوں نے امام حسنؑ سے صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہلبیتؑ کے طرفداروں پر ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے۔ ایک فرمان جاری کیا۔

تم ہر اس شخص کو قتل کرو جو تمہارے نظریات کا مخالف ہو اور جس دیہات کی طرف سے گزر ہو اس کو لوٹ لو۔ ان کا مال چھین لو کیونکہ مال کا چھینا قتل کے مشابہ ہے اس سے دلوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

اس فرمان کے بعد تمام عالم اسلام میں اہلبیتؑ کے طرفدار افراد پر ریاستی دہشت گردی کا آغاز ہو گیا ان کے وظائف بند کر دیئے گئے۔ کوفہ و بصرہ سے لے کر دجلہ و فرات کے کنارے آباد بیشتر قبائل کے وہ افراد جو حضرت علیؑ کے طرفدار تھے ان کا قتل عام کیا گیا۔

زاہد چوہدری مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

معاویہؓ نے ان کی سرکوبی کے لئے مغیرہ بن شعبہ، زیاد بن ابوسفیان اور سمرہ بن جندب جیسے موقع پرستوں سے خوب کام لیا مغیرہ بن شعبہ اور زیاد نے بڑی بے دردی سے شیعیان علیؑ اور خوارج کا قلع قمع کیا ایک مرتبہ زیاد سمرہ بن جندب کو اپنا جانشین مقرر کر کے کچھ عرصہ کے لئے کوفہ چلا آیا۔ جب واپس گیا تو سمرہ آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر چکا تھا زیاد نے پوچھا کہ تمہیں اس کا اندیشہ تو نہیں کہ کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو۔ جواب دیا اگر اتنے ہی اور میں قتل کرتا جب بھی مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا ابو سوار عدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے میری قوم کے لوگوں میں سے فقط ایک صبح کے وقت پینتالیس (۴۵) آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ سب کے سب جامع قرآن تھے(۳)

---

(۱) مودودی خلافت و ملوکیت بحوالہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ (۲) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی۔

(۳) (۱) زاہد چوہدری مسلمانوں کی سیاسی تاریخ جلد دوم۔

حضرت علیؑ کے ماننے والوں پر یہ مظالم معاویہ کے بیس برس کے عرصہ میں تسلسل سے جاری رہے خصوصاً کوفہ، بصرہ، یمن، دجلہ و فرات کے کنارے آباد قبائل پر بہت زیادہ تشدد اور مظالم توڑے گئے تفصیلات تاریخ اقوام ملل طبری اور کامل ابن اثیر میں دیکھی جا سکتی ہے جنوبی عراق سے پچاس ہزار قبائل کو زبردستی جلاوطن کر دیا گیا جن میں بڑے بڑے قبیلے ربیع مضر، سلیم ثقیف، ہمدان تغلب، بنو اسد کندہ، محارب، مذحج، ور ہوزان شامل تھے جو حلب کرمان اور خراسان میں جا کر آباد ہو گئے۔ جہاں پہلے سے آباد بلوچ اکراد قبائل نے انہیں خوش آمدید کہا۔ ان قبائل نے بعد میں بنو امیہ کی آمریت کے خلاف اٹھنے والی ہر انقلابی تحریک میں بنیادی کردار ادا کیا بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ یہ عرب قبائل بلوچ اکراد میں ضم ہو گئے رند بلوچ خصوصاً ان عراقی قبائل کا حصہ ہیں ان قبائل کی دوسری ہجرت واقعہ کربلا میں سید شہید حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہوئی۔ جب اہلبیتؑ کے حامی ان قبائل نے یزیدی آمریت کے خلاف مسلسل احتجاج، مزاحمت اور جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔ یہ مزاحمت اور ہجرت حجاج بن یوسف کے زمانے تک جاری رہی۔ جس نے اپنے دور حکومت میں لاکھوں انقلابیوں کا قتل عام کیا۔

بنو امیہ کا کارخانہ حدیث سازی

معاویہ نے باقاعدہ فرمان جاری کیا کہ جو کوئی حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کے حق میں بات کرے وہ واجب القتل ہے مسلمانوں کے منبروں سے مسلسل ۹۰ برس تک، سوائے ڈھائی سالہ عمر بن عبدالعزیز کے دور کے آل فاطمہؑ کی کردار کشی کی گئی۔

مورخ اسلام علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور زمانہ تصنیف سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں "حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانے میں ہوئی۔ جنہوں نے پورے نوے برس تک مساجد جامع میں آل فاطمہؑ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا۔

سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔(۱)

ان حدیثوں میں بنو امیہ کی حکومت کو شرعی، اللہ اور رسول کی نیابت قرار دیا جاتا۔ اور بادشاہ مسلمانوں کا اولی الامر کہلاتا۔ اس کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب تھی بنو امیہ نے باقاعدہ فقہی طور پر ایسے عقیدہ کو پروان چڑھایا کہ جو شخص بھی زبردستی خواہ ظلم و ستم سے ایک بار حکومت پر قابض ہو جائے وہ مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہے اس کی پشت پر ہفت ولیوں کی قوت ہوتی ہے وہ اپنی حکومت کو بچانے کے لئے ہر جائز و ناجائز اقدام ظلم و ستم قتل عام بھی کر سکتا ہے حکمرانوں کی طرف سے جو مظالم ہوتے تھے یہ بھی سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ کیوں کہ خیر و شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں انسان مجبور محض ہے۔ بنی امیہ نے اپنے پروپیگنڈے کے زور پر لوگوں کی اس قسم کی نفسیات بنادی تھی کہ اطاعت خلیفہ مدینہ میں صحابہ کے قتل عام اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری اور اس میں آگ لگ جانے سے زیادہ افضل تھا۔ حافظ ابن کثیر مدینہ میں بسر بن ارطاۃ کے مرتے وقت کے آخری الفاظ لکھتا ہے کہ میں نے کوئی عمل اہل مدینہ (کے قتل) سے زیادہ محبوب اور آخرت میں نفع بخش انجام نہیں دیا ہے اب اس کے بعد بھی اگر جہنم میں چلا جاؤں۔ تو یقیناً بدبخت ہوں گا۔ یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔(۲) مورخ یعقوبی کے الفاظ میں بسر بن ارطاۃ کی یہ دعا تھی۔

"خدایا۔ اگر اپنے خلیفہ یزید بن معاویہؓ کی اطاعت اور اہل حرہ کے قتل کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب کرے گا تو یہ میری بدبختی ہوگی۔"(۲)

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے بنی امیہ کی حمایت کرنے والے اصحاب کے حق میں بے تحاشا احادیث گڑوائیں۔ ہزاروں بے ضمیر افراد دن رات اس کام میں لگے رہتے تھے۔

---

(۱) سیرت النبی جلد اول۔ (۲) تاریخ ابن کثیر جلد ۸۔ (۳) بنو امیہ کی آمرانہ فقہ کے اثرات آج عالم اسلام میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آج بھی بیشتر عرب و اسلامی ممالک میں مطلق العنان بادشاہتیں، آمریتیں یا فوجی ڈکٹیٹر قابض ہیں جو اپنی اطاعت جبراً کراتے ہیں اور اپنی اطاعت کا جواز اسلام سے تلاش کرتے ہیں اور مخالفین کو بے دردی سے قتل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں انسانی حقوق، سماجی عدل و انصاف، روشن خیال کا فقدان اور فکر نظری، عدم رواداری، انتہا پسندی کم و بیش پائی جاتی ہے اور علماء عوام کے سامنے قرون اولیٰ کی ملک عضوض "Tyrant States" حکومتوں کو آئیڈیل بنا کر پیش کرتے اور موجودہ دور میں بھی ویسی حکومت کے احیاء کی مہم چلا رہے ہیں۔

ایک مرحلہ ایسا آگیا کہ چھ لاکھ حدیثیں جمع ہوگئیں۔ جن میں صحیح و غلط کی پہچان مشکل ہوگئی یہی وجہ ہے علامہ اقبال کے ہمعصر اور ڈاکٹر جاوید اقبال کو کہنا پڑا۔

''اسلامی فقہ دور اموی میں تبدیل کر دیا گیا اس کو از سر نو جانچنے اور ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔''(۱)

یہ اس وجہ سے کہ فقہ اموی بادشاہوں نے اپنے مفادات پورا کرنے کے لئے دولت اور شمشیر کے زور پر علماء سے مرتب کروایا۔ کہ جس نے امت سے روح حریت چھین لی۔

اس کے علاوہ احادیث کا عقلی بنیادوں پر تجزیہ و تحلیل اور دین میں تحقیق و ریسرچ جسے فقہ میں اجتہاد کا نام دیا گیا ہے اس پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ بس وہی فقہا قابل قبول ٹھہرے جو حکمرانوں کی حمایت کرتے اور ان کے استبدادی نظام کو سپورٹ کرتے۔

ملوکیت کے اسلامی معاشرے پر پڑنے والے اثرات

۱۔ مسلسل خوف و دہشت، ہنگدد، دباؤ، قتل و غارتگری نے عوام کی مزاحمتی روح کو تقریباً ختم کر کے رکھ دیا تھا لوگ شکست خوردگی کا شکار رنگ و عار کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکے تھے۔

۲۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا عمل انتہائی نچلی سطح پر بھی ختم کر دیا گیا۔ معاشرتی اقدار بالکل تبدیل ہو گئیں۔ لوگوں کی زندگی بے مقصدیت کا شکار خوشامد چاپلوسی، بے ضمیری اور دروغ بافی کو اچھا سمجھا جانے لگا اور وہی شخص کامیاب سمجھا جاتا جو ان فنون کا ماہر ہو۔

۳۔ لوگوں کے اخلاق میں اس حد تک گراوٹ، مصلحت کوشی، منافقت آچکی تھی کہ بہت سے خواص یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ سب دین کے نام پر غلط ہو رہا ہے اور حقائق کچھ اور ہیں۔ تنہائی میں حق کے لئے عہد و پیمان بھی کرتے لیکن عین میدان عمل میں بزدلی کا مظاہرہ کر کے راہ فرار اختیار کر جاتے یہی وجہ ہے جب کوفے کے راستے میں امام حسینؑ کی ملاقات اس زمانے کے مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی آپ نے اس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ تو

---

(۱) جسٹس جاوید اقبال، خطبات، ص ۱۰۳۔

فرزدق کا جواب تھا کہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

۴۔ چونکہ زیادہ تر اقوام اسلام میں نئی داخل ہوئی تھیں وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اسلام میں اہلبیتؑ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ نہیں تھیں وہ بنی امیہ کی حکومت کے اہلبیتؑ کے خلاف یکطرفہ پروپیگنڈے (میڈیا وار) کا شکار ہو گئے اور وہ بنی امیہ کے مخالفین امام حسینؑ اور ان کے طرفداروں کو اسلام دشمن اقتدار پرور اور باغی سمجھنے لگے تھے اور اس کے مقابلے میں بنو امیہ کو اسلام کا صحیح وارث و محافظ سمجھتے تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد جب اہلبیتؑ کا قافلہ جس کی قیادت امام زین العابدینؑ کر رہے تھے دمشق میں داخل ہوا دمشق کو خوب سجایا گیا تھا لوگ جیڈ باجے اور ناچ گا رہے تھے اور ایک جشن کی سی کیفیت تھی جامع مسجد کے سامنے ایک بوڑھے نے امام کو دیکھتے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے بزرگ مارے گئے شہروں کو ان کے مظالم سے نجات ملی فتنہ و فساد کی شاخ قطع ہوئی یزید تم لوگوں پر غالب آیا امام زین العابدینؑ نے اس شخص سے پوچھا۔ "اے شیخ تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا ہاں کیوں نہیں ضرور پڑھا ہے امام نے آیت تطہیر پڑھی کہ "اللہ چاہتا ہے دور رکھے آپ اہلبیتؑ سے نجاست کو اور آپ کو پاک و پاکیزہ رکھے تمام برائیوں" آپ نے فرمایا کیا یہ آیت نظر سے گزری ہے اس نے کہا ہاں بے شک گزری ہے آپ نے فرمایا ہم ہی اہلبیتؑ نبی ہیں کہ جن کی طہارت پر اللہ نے آیت نازل فرمائی ہے پھر آپ نے سورۃ شوریٰ کی آیت "مودۃ فی القربا" پڑھی "کہ دو اے نبی میں رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کی جائے۔" آپ نے فرمایا اے شیخ ہم ہی وہ اہلبیتؑ ہیں کہ جس سے محبت کا حکم قرآن دے رہا ہے اور دیگر آیتوں کی طرف بھی آپ نے توجہ دلائی جسے سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ اس کے فکر و ذہن پر اب تک بنی امیہ نے جو منفی تصور بٹھایا تھا یہ شکل اس سے بالکل مختلف تھی بالآخر اس نے اس وقت بنو امیہ سے بیزاری کا اظہار کیا بالکل اسی طرح یہ پروپیگنڈے کا اثر تھا کہ جب کوفہ میں حضرت علیؑ شہید ہوئے تو ایک شامی حیرت سے کہتا ہے کہ کیا علی مسلمان تھا۔ جو مسجد میں شہید ہوا!

۵۔لوگوں کا حق و باطل کا تصور انتہائی مسخ ہو چکا تھا عوام بنو امیہ کی تمام بداعمالیوں اور مظالم کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش تماشائی تھے۔ کیونکہ بنو امیہ کے پروردہ علماء و فقہا بنی امیہ کے ہر عمل کی حمایت کرتے تھے انہیں رسول اکرم کا جانشین قرار دیتے اور ان کے کسی بھی عمل کی مخالفت دینی مخالفت سمجھتے بنو امیہ نے انہیں فقہاء کے ذریعہ لوگوں کی توجہ ان کے حقیقی اجتماعی مسائل سے ہٹاتے ہوئے انفرادی مسائل میں لگادی۔ لوگ زیادہ تر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل میں مصروف رہتے اور اسے ہی اصل دین سمجھتے۔ نیز جہاد کی غلط تفسیر کرتے ہوئے لوگوں کو دوسروں کی سرزمینوں کو فتح کرنے، مال غنیمت جمع کرنے اور کثرت سے لونڈی و غلام بنانے کو مقصد حیات بنا دیا گیا۔

۶۔لوگوں میں وحدت امت کے تصور کو پارہ کرتے ہوئے قبائل میں دوبارہ جاہلی عصبیتیں بیدار کی گئی۔ حجازی و یمنی، مضر و ربیع، کندہ و ربیع، قریش و انصار، عرب و عجم کو باہم ایک دوسرے سے برسر پیکار کر کے سخت دشمن بنا دیا گیا۔ مشہور مستشرق العاوزان اپنی تاریخ دولۃ العرب میں لکھتا ہے۔

"حقیقت یہ ہے زیاد نے کوفے میں شیعہ انقلاب کو اپنے فوجیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ خود قبائل کی مدد سے ختم کر دیا قبائل کے درمیان تعصب اور عداوت کارفرما تھی اس نے ان کو آپس میں لڑانے کے لئے راہ ہموار کی۔ زیاد کو معلوم تھا کہ قبائل کو آپس میں کس طرح لڑایا جا سکتا ہے اور ان کو کس طرح اپنے مقصد کے لئے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں کامیاب بھی رہا۔ (العاذان دولۃ العرب صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶، ۲۰۷۔)

۷۔دین سیاست میں جدائی پیدا ہو گئی اس تقسیم کے تحت اجتماعی و سیاسی میدان پر حکمران قابض ہو گئے اور انفرادی مسائل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مسجد علماء کے ہاتھ لگ گئے۔ اس میں بھی علماء حکمرانوں کے پابند تھے کہ وہ ان کے اجتماعی سیاسی فیصلوں، بداعمالیوں اور مظالم پر خاموش رہیں گے اور جمعہ کو خطبے میں انہی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا انہیں امیر المومنین ظل اللہ اور اولی الامر کہا جائے گا آج تک جمعہ کے خطبہ میں یہی الفاظ اطاعت خلیفہ

کے پڑھے جاتے ہیں۔ معاویہ کا سب سے خطرناک اور آخری قدم یزید کی خلافت کا اعلان تھا۔ اس کے لئے انہوں نے باقاعدہ دھونس سرمائے فریب و فروخت کو بروئے کار لاتے ہوئے۔ اصلاح احوال کی آخری امید کو بھی ختم کر دیا۔

مولانا مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں لکھتے ہیں کہ:۔

اس تجویز کی ابتدا مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ انہیں کوفے کی گورنری سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں اس کی جبر لگ گئی۔ فوراً کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے مل کر کہا کہ صحابہ کے اکابر اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین تمہارے لئے بیعت کے لینے میں تامل کیوں کر رہے ہیں۔ یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا انہوں نے حضرت مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو تم نے یزید سے کہی ہے۔ حضرت مغیرہ نے جواب دیا۔ امیر المومنین آپ دیکھ چکے ہیں کہ قتل عثمان کے بعد کیسے کیسے اختلافات اور خون خرابے ہوئے۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں۔ تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلافات برپا نہ ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اس کام کو پورا کرنے کی ذمہ داری کون لے گا۔ انہوں نے کہا کہ اہل کوفہ کو میں سنبھال لوں گا۔ اور اہل بصرہ کو زیاد اس کے بعد پھر اور کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بات کر کے مغیرہ کوفہ آئے اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ ایک وفد کی صورت میں معاویہ کے پاس جائیں اور یزید کی ولی عہدی کے لئے ان سے کہیں یہ وفد مغیرہ کے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی سرکردگی میں دمشق گیا اور اپنا کام پورا کر دیا بعد میں معاویہ نے موسیٰ کو الگ بلا کر پوچھا تمہارے باپ نے ان لوگوں سے کتنے میں ان کا دین خریدا ہے۔ انہوں نے کہا: تین ہزار میں معاویہ نے کہا تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے۔ (۱)

زیادہ کی وفات کے بعد ۵۳ھ (ترپن) ہجری کے بعد معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر لیا اور بااثر لوگوں کی رائے ہموار کرنے کی کوشش شروع کر دیں اس سلسلے میں

انہوں نے عبداللہ بن عمر کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور یزید کی بیعت کے لئے راضی کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا یہ روپیہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے پھر تو میرا دین میرے لئے بڑا ہی سستا ہو گیا" یہ کہہ کر انہوں نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا۔(۲)

بیعت یزید کے سلسلے میں حجاز میں چار بڑی ہستیوں نے امیر معاویہ کی مخالفت کی ان میں امام حسینؓ، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر، اور عبدالرحمان ابن ابوبکر تھے امیر معاویہ نے ان کو زیر کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کر کے دیکھ لی لیکن یہ حضرات کسی قسم پر تیار نہیں ہوئے۔ آخر میں انہوں نے ایک مخصوص چال چلی۔ ان چاروں اصحاب کو ایک مجمع میں بلا کر حضرت امیر معاویہؓ نے کہا۔

"اب تک میں تم لوگوں سے درگزر کرتا رہا ہوں۔ اب خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بات کی جواب میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اس کی زبان سے نکلنے کی نوبت نہ آئے گی۔ تلوار اس کے سر پر پڑ چکی ہوگی۔ پھر اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کر دو۔ اور اسے تاکید کر دو کہ ان میں سے جو بھی میری بات کی تردید یا تائید میں زبان کھولے اس کا سر قلم کر دے۔ اور اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ یزید کی ولی عہدی پر راضی ہیں۔ اور انہوں نے بیعت کر لی ہے لہٰذا تم لوگ بھی بیعت کر لو۔

اب لوگوں کی طرف سے انکار کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا اہل مکہ نے بھی بیعت کر لی۔(۳)

حضرت حسن بصری فرماتے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے چار اعمال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ ایک امیر معاویہؓ کا اس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لینا۔ امت میں بقائے صحابہ موجود تھے۔ دوسرے ان کا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا

---

(۱) مسعودی خلافت و حکومت صفحہ ۲۴۸۔۲۴۹ تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۹، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۷۹، ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۵۔۱۶۔ (۲) مسعودی خلافت و حکومت صفحہ ۲۵۰، تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۰، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۸۹۔ (۳) خلافت و حکومت صفحہ ۲۵۳، تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۲۔

حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا۔ ریشم پہنتا اور طبورے بجاتا تھا تیسرے ان کا ابن زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا۔ حالانکہ نبی کا صاف حکم موجود ہے کہ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں چوتھے ان کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینا۔(۱)

یزید بن معاویہؓ کا کردار

مشہور مورخ مسعودی اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے۔

یزید موسیقی ہوا و ہوس کا دلدادہ تھا۔ وہ عیاش مرد تھا۔ وہ کتے بندر باز اور چیتے باز تھا۔ اور ان سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ عیش و طرب اور مے گساری کی محفل سجاتا تھا۔ قتل امام حسینؓ کے بعد ایک دن شراب کی ایک محفل میں اس نے ابن زیاد کو اپنے دائیں طرف بٹھایا۔ اور ساقی سے کہا مجھے شراب کا وہ جام دو جو میری نرم ہڈیوں کو سیراب کر دے۔ اور ابن زیاد کو بھی ایک ایسا جام دو کہ یہ میرا امین و رازدار ہے میری حکومت کی بنیاد اور میرا جہاد اسی کے دم قدم سے ہے۔

پھر رقاصاؤں سے کہا کہ رقص و گانا شروع کرو۔ یزید کا یہ فسق و فجور اس کے اعمال اور حاکموں میں بھی سرایت کر چکا تھا۔ اور وہ بھی گناہ کے عادی ہو گئے تھے۔ اور یہ بے پروائی، بے دینی، امت اسلام میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ اس کی خلافت کے زمانے میں گانا بجانا، ناچ اور شراب خوری مکہ مدینہ تک میں معمول بن گئے اسباب لہو و لعب عام تھے لوگوں نے کھلم کھلا شراب پینا شروع کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ یزید اس امت کے لئے فرعون کی طرح تھا بلکہ فرعون تو اس سے بہت ضعیف حکمران تھا۔(۲)

مورخ یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ: جب عبداللہ بن عمر سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تو انہوں نے یوں جواب دیا۔ اس کی بیعت کروں۔ جو بندر باز اور کتے باز شراب خور ہے اور اعلانیہ فسق و

---

(۱) خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶، بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۲، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰۔

(۲) مروج الذہب المسعودی جلد ۲ صفحہ ۹۳۔

(۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔

فجور کے علاوہ اسے کوئی کام نہیں۔ میں خدا کے حضور اس کی بیعت کا کیا جواز پیش کروں گا۔(۱)

مصر حاضر کے نامور مصری مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

تمام مورخین متفق ہیں۔ "کہ یزید حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لائق نہ تھا۔ یزید عیش و عشرت کی زندگی کا دلدادہ تھا۔ ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتا۔ اس کی راتیں مستی اور دن خمار میں بسر ہوتے تھے وہ غیر از شراب اور معشوق کچھ نہ جانتا تھا۔ وہ لہو لعب فسق و فجور سے ملول ہوتا اور تھکتا نہ تھا۔"(۲)

غرض امیر معاویہؓ نے ملوکیت کے سائے میں انحرافات کی جو بنیادیں رکھیں تھیں۔ یزید کے زمانے تک وہ ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ حکمرانوں کی بداعمالیوں کے اثرات نچلی سطح تک عوام میں بھی پھیل چکے تھے مورخین لکھتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مغنیہ کا انتقال ہو گیا تین دن تک مدینہ کے جوان اس کے سوگ میں مغموم رہے۔ عرب جہالت کے وہ تمام اثرات جنہیں اسلام ختم کرنے آیا تھا۔ وہ سب ایک ایک کر کے زندہ ہوتے چلے گئے۔

مصر کے جید عالم اور اخوان المسلمین کے رہنما سید قطب شہید، یزید کی ولی عہدی پر لکھتے ہیں۔ "یزید کی ولی عہدی کا محرک اور خاندانی تعصب تھا۔ جس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ معاویہؓ بن ابوسفیان اور ہند کا بیٹا اپنے گزرے ہوؤں کا وارث اور اسلام کی حقیقت سے دوری میں ایک دوسرے سے مشابہ تھے۔"(۳)

درحقیقت بنی امیہ کی حکومت اسلامی حکومت نہیں تھی۔ جس میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم رہتا۔ بلکہ وہ اعراب کی حکومت تھی اور ان پر جاہلیت کا رنگ چھایا ہوا تھا۔ جس میں اسلام کا نام و نشان تک نہ تھا۔(۴)

---

(۱) کتاب علی اور ان کے عہد صفحہ ۲۶۲۔

(۲) اسلام کا نظام عدل و انتظامی صفحہ ۱۸۰۔

(۳) تاریخ الاسلام۔

یزید جس جاہلی تہذیب کا نمائندہ تھا جس اقدار کی وہ پیروی اور انہیں زندہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ اقدار اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے جنہیں دور جاہلیت کہا جاتا تھا جو عربی عصبیت پر مبنی تھیں اور اس کے آباؤ اجداد اس تہذیب و تمدن نظام اخلاق کے عملی نمونہ تھے۔ وہ اصل میں رسول اکرمؐ کی آل سے رسالہ جاہلیت کی جنگوں کا بدلہ لے رہا تھا۔ مورخ طبری اور یعقوبی نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے کہ جب آل رسول کو دربار میں پیش کیا گیا۔ دربار کو بہت خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ یزید شراب کے نشے میں دھت تھا۔ امام زین العابدینؑ اور نبی زادیاں بندھے ہوئے ہاتھوں سے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ بڑے فخر و مباہات سے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

''کاش میرے وہ بزرگ جو بدر میں مارے گئے تھے آج زندہ ہوتے تو مجھے داد دیتے، میں نے بنی ہاشم کے سرداروں کو قتل کیا۔ بے شک میں نسب کے نامور نسل [illegible] ہے کہ بنی ہاشم (محمد مصطفیٰ) نے سلطنت کا کھیل کھیلا تھا۔ ورنہ کیسی وحی نازل ہوئی اور کیا فرشتہ آیا۔ اگر میرے (بدر کے) بزرگ زندہ ہوتے اس موقع کو دیکھ کر خوشی کے مارے کھلکھلا کے ہنستے اور کہتے یزید! کبھی تیرے ہاتھ شل نہ ہو۔''(۱)

مولانا مودودی یزید کے کرتوتوں کے بارے میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ خدا ان کو ناس کرے کیا یہ وہی نہیں ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مدینہ) حرم کو حلال کر لیا اور تین دن اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے رہے، اپنے پہلی اور قبلی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے کی چھوٹ دی۔ اور وہ شریف و بیدار خون پر حملہ کرتے رہے اور کسی کی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رکے پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے اس پر سنگ باری کی اور اس کو آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ برا انجام دیکھیں۔(۲)

---

(۱) یعقوبی، تاریخ طبری۔ (۲) خلافت و ملوکیت، ص [illegible] طبع ۱۳۷۰ھ۔

انقلاب کی تیاریاں

یہ وہ حالات تھے جن سے امام حسینؑ دوچار تھے۔ آپ کی اولیں کوشش یہ تھی کہ امت میں بیداری پیدا کی جائے۔ انہیں دین کا حقیقی شعور اور معرفت دی جائے۔ اور ان کے سوئے ہوئے ضمیروں، مردہ روحوں کو جھنجھوڑا جائے اور عملی جدوجہد کے لئے آمادہ کیا جائے اس سلسلے میں امام حسینؑ نے اس شعور و بیداری کی تحریک کو برزمیں جاری رکھا جسے آپ کے بڑے بھائی امام حسنؑ نے شروع کیا تھا۔ جس کے بڑے مراکز حجاز عراق یمن اور طب اور خراسان کے علاقے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے امیر معاویہؓ کے انتقال سے دو سال قبل ۵۸ (اٹھاون) ہجری میں حج کے موقعہ پر امت کے سرکردہ چیدہ چیدہ اصحاب رسول، انصار و مہاجرین، تابعین، دانشور، مفکرین اور خواص امت کو کہ جن کی تعداد تاریخ میں چھ سو سے آٹھ سو تک ملتی ہے جمع کیا اور منیٰ کے مقام پر امام نے ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں اس زمانے کے معاشرے کے سیاسی و سماجی حالات، ابتر صورت حال، پستی اور انحطاط کے اسباب سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے نجات کے سلسلے میں عملی اقدامات کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے خطاب کا بنیادی محور یہ تھا کہ رسول اکرمؐ کا انقلاب شدید تحریفات اور انحرافات کا شکار ہے ہماری جدوجہد کی بنیاد رسول کے انقلاب کی دوبارہ اس کی اصلی شکل میں بحالی اور عدل و انصاف پر مبنی نظام کا قیام ہونا چاہئے۔ اس خطبے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلے حصے میں آپ نے خاندان رسالت اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے فضائل بیان کیئے ہیں۔

دوسرے حصے میں آپ نے ملت کی بیداری میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت کی اہمیت اور ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے اور تیسرے حصے میں خواص علماء، دانشوروں کی عظیم ذمہ داری، خاموشی کے نقصانات اور امت پر ان کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔

خطبے کا پہلا حصہ چھوڑتے ہوئے۔ کیونکہ فضائل اہلبیتؑ بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرے اور تیسرے حصے کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امر بالمعروف کی اہمیت

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کی سرزنش کر کے اپنے اولیاء کو جو نصیحت کی ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہودی علماء اور دینی رہنما انہیں گناہ آلود باتوں اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے۔ بنی اسرائیل سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ انہیں لعن وطعن کی گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو برے اعمال کی انجام دہی سے منع نہیں کرتے تھے اور وہ کتنا برا کام کرتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کے باوجود کہ ظالمین کھلم کھلا برائیوں اور خرابیوں کو پھیلا رہے ہیں انہیں (ظالموں کو) اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں ان ظالموں کی طرف سے ملنے والے مال ومتاع سے دلچسپی تھی۔ اور ان کی طرف سے (پہنچ سکنے والی) سختیوں سے خوفزدہ تھے۔ خدا کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے نہ ڈرو۔ اور پروردگار نے فرمایا۔ مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست اور سرپرست ہیں۔ اچھائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

خواص کی فضلیت کی وجہ

اے وہ گروہ جو علم وفضل کے لئے مشہور ہے جس کا ذکر نیکی اور بھلائی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور وعظ ونصیحت کے سلسلے میں آپ کی شہرت ہے۔ اور اللہ والے ہونے کی بنا پر لوگوں کے دلوں پر آپ کی ہیبت وجلال ہے یہاں تک کہ طاقتور آپ سے خائف ہے اور ضعیف ونا تواں آپ کا احترام کرتا ہے حتیٰ وہ شخص بھی آپ کو ترجیح دیتا ہے جس کے ہاتھ میں آپ کی کوئی فضلیت حاصل نہیں جب حاجت مندوں کے سوال رد ہو جاتے ہیں تو اس وقت آپ ہی کی سفارش کارآمد ہوتی ہے (آپ کو وہ عزت واحترام حاصل ہے کہ) گلی کوچوں میں آپ کا گزر بادشاہوں کے سے جاہ وجلال اور اعیان واشراف کی سی عظمت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حق کے قیام سے پہلوتہی

یہ سب عزت و احترام صرف اس لئے ہے کہ آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ آپ الٰہی احکام کا اجراء کریں گے۔ اگرچہ اس سلسلے میں آپ کی کوتاہیاں بہت زیادہ ہیں آپ نے امت کے حقوق کو نظر انداز کر دیا ہے (معاشرے کے) کمزور اور بے بس افراد کے حق کو ضائع کر دیا ہے اور جس چیز کو اپنے خیال میں اپنا حق سمجھتے تھے اسے حاصل کر کے بیٹھ گئے۔ نہ اس کے لئے کوئی مالی قربانی دی اور نہ اپنے حالق کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی اور نہ اللہ کی خاطر کسی قوم و قبیلہ کا مقابلہ کیا۔

رسول کی ہم نشینی کی بے جا توقع

(اس کے باوجود) آپ جنت میں رسول اللہؐ کی ہم نشینی اور اللہ کے عذاب سے امان کے متمنی ہیں۔ حالانکہ مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب آپ پر نازل نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کی عزت و عظمت کے سائے میں آپ اس بلند مقام پر پہنچے ہیں۔ جبکہ آپ خود ان لوگوں کا احترام نہیں کرتے۔ جو معرفت خدا کے لئے مشہور ہیں جبکہ آپ کو اللہ کے بندوں میں اللہ کی وجہ سے عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

آئین اسلام کی خلاف ورزی

آپ دیکھتے رہتے ہیں کہ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑا جا رہا ہے اس کے باوجود آپ خوفزدہ نہیں ہوتے اس کے برخلاف اپنے آباؤ اجداد کے بعض عہد و پیماں ٹوٹتے دیکھ کر آپ لرز اٹھتے ہیں جبکہ رسول اللہ کے عہد و پیمان نظر انداز ہو رہے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں کی جا رہی ہے۔

محرومیوں کی حالت زار

اندھے، گونگے اور اپاہج شہروں میں لاوارث پڑے ہیں اور کوئی ان پر رحم نہیں کھاتا آپ لوگ نہ تو خود اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور نہ ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو کچھ کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعے اپنے آپ کو ظالموں کے ظلم سے بچایا ہوا ہے جبکہ خدا نے منع کیا ہے اور ایک دوسرے کو (بھی) منع کرنے کے لئے کہا ہے اور آپ ان تمام احکام کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔

ان سب حالات کے ذمہ دار آپ خود ہیں

آپ پر آنے والی مصیبت دوسرے لوگوں پر آنے والی مصیبت سے کہیں بڑی مصیبت ہے اس لئے کہ (اگر آپ سمجھیں تو) علماء کے اعلیٰ مقام و منزلت سے آپ کو محروم کر دیا گیا ہے کیونکہ مملکت کے نظم و نسق کی ذمہ داری علمائے الٰہی کے سپرد ہونی چاہئے جو اللہ کے حلال و حرام کے امانت دار ہیں اور اس مقام و منزلت کے چھین لئے جانے کا سبب یہ ہے کہ آپ حق سے دور ہو گئے اور واضح دلائل کے باوجود سنت کے بارے میں اختلاف کا شکار ہیں اگر آپ اذیت اور آزار جھیلنے اور اللہ کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتے تو حکام الٰہی (اجراء کے لئے) آپ کی خدمت میں پیش کرتے آپ ہی سے صادر ہوتے اور (معاملات میں) آپ ہی سے رجوع کیا جاتا۔ لیکن آپ نے ظالموں اور جابروں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ آپ سے یہ مقام و منزلت چھین لیں اور اللہ کے حکم پر چلنے والے امور (وہ امور جن میں حکم الٰہی کی پابندی ضروری تھی) اپنے کنٹرول میں لے لیں تاکہ اپنے اندازوں اور وہم و خیال کے مطابق فیصلہ کریں اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کریں۔

باطل حق پرستوں کی کمزوری کی وجہ سے قابض ہے

وہ حکومت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کیونکہ آپ موت سے ڈر کر بھاگنے والے

تھے اور اس فانی و عارضی دنیا کی محبت میں گرفتار تھے۔ (پھر آپ کی یہ کمزوریاں سبب بنیں کہ) ضعیف و کمزور لوگ ان کے چنگل میں پھنس گئے (اور نتیجہ یہ ہے کہ) کچھ تو غلاموں کی طرح کچل دیئے گئے اور کچھ مصیبت کے ماروں کی مانند اپنی مصیبتوں کے ہاتھوں بے بس ہو گئے حکام اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں ذلت و خواری کا سبب بنتے ہیں بدقماش افراد کی پیروی کرتے ہیں اور پروردگار کے مقابلے میں گستاخی دکھاتے ہیں۔

ریاست کا میڈیا ٹرائل

ہر شہر میں ان کا ایک ماہر خطیب منبر پر بیٹھا ہے (۱) رسن میں ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں (یعنی جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں) عوام ان کے غلام بن گئے ہیں اور اپنے دفاع سے عاجز ہیں حکام میں سے کوئی حاکم تو ظالم جابر اور دشمنی اور عناد رکھنے والا ہے اور کوئی کمزوری کو سختی سے کچل دینے والا ہے ان ہی کا حکم چلتا ہے جبکہ یہ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ روز جزاء کو۔

تعجب ہے۔ اور کیوں تعجب نہ ہو۔ ملک ایک دھوکہ باز ستم کار کے ہاتھ میں ہے اس کے مالیات کے عہدیدار ظالم ہیں اور صوبوں میں اس کے (مقرر کردہ) گورنر مومنوں کے لئے سنگ دل اور بے رحم ہیں (آخرکار) اللہ ہی ان امور کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ جس کے بارے میں ہمارے اور ان کے درمیان نزاع ہے اور وہی ہمارے اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلاف پر اپنا حکم صادر کرے گا۔

خطاب کا اختتام ان الفاظ میں فرمایا

بار الٰہی! تو جانتا ہے کہ جو جو کچھ ہماری جانب سے ہوا (بنو امیہ اور امیر معاویہؓ کی حکومت کی مخالفت میں) وہ نہ تو حصول اقتدار کے سلسلہ میں رشہ کشی ہے اور نہ ہی مال دنیا کی

---

(۱) روایات میں علماء سوء کو ایسے بگڑے ہوئے منبر کہا گیا ہے جو حکمرانوں کی خوشنودی اور اپنے ذاتی مفادات کی خاطر استعمال کرتے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو منبر خطابت کو اہل بیت کے لئے استعمال کرتے۔

طلبی کے لئے ہے بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ تیرے دین کی نشانیوں کو آشکار کردیں اور تیری مملکت میں اصلاح کریں تیرے مظلوم بندوں کو امان میسر ہو اور فرائض اور قوانین اور احکام تو نے معین کئے ہیں ان پر عمل ہو اب اگر آپ حضرات (حاضرین سے مخاطب) نے ہماری مدد نہ کی اور ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو ظالم آپ پر (اور زیادہ) چھا جائیں گے۔ اور "نور نبوت" کو بجھانے میں اور زیادہ فعال ہو جائیں گے ہمارے لئے تو بس اللہ ہی کافی ہے اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور اس کی طرف ہماری توجہ ہے اور اسی کی جانب پلٹنا ہے۔

انقلابی مرحلے کا آغاز

۵۸ ہجری میں منیٰ کے خطبے پر ارباب حل وعقد کے بڑے اجتماع سے خطاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام نئے انقلابی حالات ہموار کرنے مردہ ضمیروں کو جھنجوڑنے اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے آئندہ کی عملی جدوجہد کے لئے آمادہ کر رہے تھے اس کے لئے امام کو ایک موزوں و مناسب وقت اور انقلابی قیام کے لئے سازگار ماحول کا انتظار تھا۔ جو امیر معاویہؓ کے انتقال اور یزید کی زبردستی بیعت لینے کی صورت میں سامنے آیا ان کا انتقال ۱۵ رجب ۶۰ ہجری کو ہوا۔ یزید نے برسر اقتدار آتے ہی سب سے پہلے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ امام حسینؑ عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر سے بیعت لے۔ عبداللہ ابن زبیر کے پاس جب ولید نے قاصد بھیجا وہ دوسرے دن خفیہ راستے سے مکہ روانہ ہو گئے عبداللہ ابن عمر نے ابتداء میں یزید کی بیعت سے انکار کیا لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے بیعت کر لی امام حسینؑ نے آئندہ پیش آنے والے حالات کے تحت مستقبل کے حوالے سے دو ممکنہ صورتوں کی منصوبہ بندی تیار کر لی۔

پہلی صورت میں امام کی یزید کی بیعت نہ کرنے اور اس کے خلاف امت کو قیام و مزاحمت کے راستے پر لے جاتے ہوئے احیائے دین کی تحریک چلانا اور انقلابی اسلامی

حکومت قائم کرنا جو عدل و احسان کے تصور پر استوار ہو۔ دوسری صورت یہ کہ اگر امت امام کا ساتھ نہیں دیتی۔ سستی، کاہلی، مصلحت کوشی یا مالی منفعت کا شکار ہو جاتی ہے یا جس طرح ان کے والد اور بھائی کے ساتھ ہوا تھا تو ایسی صورت میں تن تنہا بڑا اقدام کرنا چاہئے اور امت کے مردہ ضمیر کو جھنجوڑتے ہوئے ان کے احساس اور وجدان پر اتنی کاری ضرب لگائی جائے تاکہ امت پر حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے۔ یزیدی آمریت کے چہرے سے مقدس، مذہبی نقاب ہٹاتے ہوئے اس کا اصل چہرہ سامنے لایا جائے اور آئندہ کے لئے فکری و نظریاتی تحریکوں کی راہ ہموار کرتے ہوئے انقلابات کی راہ کھولی جائے امام کا مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک کا سفر اسی سرخ، انقلابی جد و جہد کا غماز ہے جسے خود امام کے خطابات، مکتوبات اور دعائیہ مناجات کی روشنی میں بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔

گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کی دربار میں طلبی اور بیعت کا مطالبہ

امام کا جواب:

اے امیر! ہم خاندان نبوت اور معدن رسالت ہیں ہمارے گھروں پر فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے اور ہمارے خاندان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارے گھرانے سے شروع کیا اور آخرت تک ہمیشہ ہمارا گھرانہ اسلام کے محور رہے گا۔ لیکن یزید! کہ جس کی بیعت کی تم مجھ سے توقع کر رہے ہو اس کا کردار یہ ہے کہ وہ شراب خور ہے، بے گناہ افراد کا قاتل ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کیا اور سر عام فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے مجھ جیسا شخص کسی صورت اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرے گا اب ہم اور تم دونوں آنے والے وقت کا انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ مستحق ہے۔(۱)

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر۔

ولید سے ہونے والی گفتگو کے بعد امام حسینؑ نے یزید کی حکومت کے خلاف عملی جدوجہد کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اور جدوجہد کے لئے ایسا انداز اختیار کیا کہ جس کے اثرات تا قیامت امت کے سوئے ہوئے ضمیر میں حرارت، حرکت، مزاحمت بیداری، شعور، آگاہی اور عملی جدوجہد کے لئے رہنما اصول اور حرارت پیدا کرتے رہیں۔ اس مرحلے کا آغاز سب سے پہلے آپ اپنے نانا کی قبر پر حاضری سے کیا اور یہ کہتے ہوئے۔ قبر مبارک کی زیارت کی۔

قبر رسول پر حاضری

اے اللہ کے رسول آپ پر میرا سلام ہو میں حسینؑ آپ کا فرزند اور آپ کا نواسہ ہوں۔ میں آپ کا وہ فرزند ہوں جسے امت کی ہدایت اور رہبری کے لئے آپ نے جانشین بنایا ہے اے رسول اللہ! آپ گواہ رہیے گا کہ امت نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اور میری حفاظت نہیں کی ہے یہ آپ کی بارگاہ میں میری شکایت ہے یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔(۱)

امام نے دوسرے دن مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

مدینہ چھوڑنے سے پہلے دوسری رات آپ پھر الوداعی سلام کے لئے اپنے جد بزرگوار نبی کریمؐ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور۔

روضہ نبیؐ پر الوداعی سلام

بار الٰہی! یہ تیرے نبی کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کا نواسہ ہوں۔ اور جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ تو اس سے آگاہ ہے۔ بار الٰہ میں نیکی اور بھلائی سے پیار کرتا ہوں اور برائی سے نفرت۔ اے ذوالجلال والاکرام، اس قبر اور صاحب قبر کے واسطے سے (تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ) میرے لئے وہ (راہ) پسند فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا اور خوشنودی ہو۔

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی، مقتل خوارزمی۔

جب زوجہ رسول ام المومنین بی بی ام سلمہؑ کو پتہ چلا کہ امام حسینؑ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ امام کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کیا۔ اس طرح عراق کی سمت روانہ ہو کر مجھے غمگین نہ کیجئے کیونکہ میں نے آپ کے نانا رسول اکرمؐ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا فرزند حسینؑ سرزمین عراق میں کربلا نامی مقام پر مارا جائے گا۔

ام المومنین حضرت بی بی سلمہؑ کو جواب

جانی ۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھے ظلم و ستم کے ساتھ شہید ہونا ہے مشیت یہی ہے کہ میرے اہل حرم در بدر پھرائیں جائیں۔ میرے بچے ذبح کئے جائیں۔ انہیں قیدی بنایا جائے۔ اور فریاد کریں تو کوئی ان کا فریادرس نہ ہو اسی میں دین کی بقا اور حیات ہے۔

جانی ۔۔۔ میں آج نہ جاؤں گا۔ تو کل جاؤں گا اور کل نہیں جاؤں گا تو پرسوں جاؤں گا۔ موت سے کوئی مفر نہیں ہے۔ میں وہ دن اور وہ وقت بھی جانتا ہوں۔ جب مجھے قتل ہونا ہے۔ اور وہ جگہ بھی جانتا ہوں۔ جہاں مجھے دفن ہونا ہے۔ گویا میں وہ جگہ دیکھ رہا ہوں اور آپ چاہیں تو آپ کو دکھا دوں۔ یہ کہہ کر امام نے وہ جگہ دکھائی۔ اور ایک مشت خاک اٹھا کر جناب ام سلمہؑ کو دے دی کہ جب یہ خاک خون ہو جائے گی۔ تو سمجھ لیجئے گا کہ حسینؑ شہید ہو گیا۔ (۱) امام حسینؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ کو امام حسینؑ کے فیصلے کا علم ہوا۔ تو آپ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔ بھائی آپ مجھے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اور محترم ہیں اور یہ میری ذمہ داری ہے کہ جس چیز کو آپ کے حق میں بھلا اور بہتر سمجھوں اس سے آپ کو آگاہ کروں۔ میرے خیال میں جس حد تک ممکن ہو آپ ایک شہر میں نہ ٹھہریں۔ اور اپنے خاندان کے ہمراہ کسی ایسی جگہ تشریف لے جائیں جو یزید کی دسترس سے باہر ہو۔ اور ان شہروں سے دور رہیں۔ پھر وہاں رہتے ہوئے آپ اپنے نمائندے بھیجیں اور اپنے لئے لوگوں کی حمایت حاصل کریں۔ اس صورت میں اگر لوگوں نے آپ کی بیعت کی تو خدا کا شکر ورنہ اگر کسی اور کی بیعت کر لی تب بھی آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

---

(۱) تفصیل کے لئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب "سر الشہادتین" میں دیکھ سکتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ کو جواب

بھائی (آپ جو مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جاؤں تو یہ جان لیجیے کہ) اس وسیع و عریض دنیا میں میرے لئے کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانہ نہ ہے تب بھی میں ہرگز یزید ابن معاویہؓ کی بیعت نہیں کروں گا۔ اس حال میں کہ محمد ابن حنفیہ کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے امام نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ اے بھائی! خداوند تعالیٰ اس خیر خواہی اور ہمدردی کے عوض آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے لیکن میں (اپنی وسعداری کو آپ سے بہتر جانتا ہوں اور میں نے) مکے کی سمت روانگی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میرے بھائی بھتیجے اور برادروں میں سے چند افراد اس سفر کے لئے تیار ہیں کیونکہ یہ افراد مجھ سے متعلق ہیں اور ان کے اہداف اور مقاصد بھی وہی ہیں۔ جو میرے پیش نظر ہیں ہاں آپ کی وسعداری یہ ہے کہ آپ مدینے میں میری آنکھ بن کر رہیں اور کوئی اہم بات آپ سے پوشیدہ نہ رہے۔ (یعنی میری غیر موجودگی میں یہاں بنی امیہ کے کارندوں کی آمد و رفت اور حرکات پر نظر رکھیں اور اس سلسلے میں ضروری اطلاعات مجھے فراہم کرتے رہیں)۔(۱)

اس ملاقات کے بعد آپ حرم مطہر رسول کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راستے میں عرب کے شاعر یزید بن مفرغ حمیری کے شعر پڑھتے جاتے تھے۔

مجھے خوف نہیں۔ کہ صبح کے وقت مجھ پر حملہ ہو یا رات کی تاریکی میں نشانہ بنوں۔ اگر میں موت کے ڈر سے ذلت قبول کرلوں اور خطروں سے بچنے کی کوشش کروں تو مجھے۔ یزید (بن مفرغ حمیری) نہ کہنا۔

ابو سعید مغیری کہتے ہیں جب میں نے مسجد نبویؐ کی سمت جاتے ہوئے امام حسینؑ کو یہ شعر پڑھتے سنا تو میں سمجھ گیا۔ کہ وہ کوئی انتہائی بڑا اور اہم فیصلہ کر چکے ہیں۔

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

مدینے سے نکلنے سے پہلے آپ نے اپنی وصیت تحریر فرمائی اور مہر لگا کر اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو دے دی۔

وصیت نامہ امام حسینؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

یہ حسینؑ ابن علیؑ کی وصیت ہے محمد حنفیہ کے نام۔

حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کا پیغام حق اور جنت اور جہنم سب برحق ہیں۔ قیامت بہرحال آنے والی ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت اللہ سب کو قبروں سے نکالے گا۔

میں کسی تفریح، غرور، فساد اور ظلم کے ارادے سے نہیں نکل رہا ہوں۔ میں اپنے جد کی امت کی اصلاح چاہتا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ نیکیوں کا حکم دوں اور برائیوں سے روکوں اپنے باپ اور نانا کی سیرت پر چلوں۔ اس کے بعد جو میری بات کو قبول کرے گا۔ تو اللہ اولیٰ بالحق ہے اور جو رد کرے گا اس کے رد کر دینے پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ میری وصیت ہے اور میری توفیقات اللہ کی طرف سے ہیں اس پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف توجہ ہے۔ (۱)

مدینے سے نکلتے وقت آپ کی زبان پر قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ تھی جو حضرت موسیٰ نے فرعونیوں سے مقابلے کے لئے مصر سے نکلتے وقت پڑھی تھی۔

''تو موسیٰ شہر سے باہر نکلے خوفزدہ اور دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اور کہا کہ پروردگار مجھے ظالم قوم سے محفوظ رکھنا۔'' (۲)

---

(۱) مقتل ابو مخنف ص ۵۲ (۲) سورہ قصص آیت ۲۱

آپ کے کچھ ساتھیوں نے عبداللہ ابن زبیر کی طرح غیر معروف پہاڑی راستے سے سفر کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا۔

نہیں خدا کی قسم میں کسی بھی صورت میں شاہراہ عام چھوڑ کر غیر معروف راستوں پر سفر نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ جو مشیت الٰہی ہو وہ ہو جائے۔

مکے میں داخلے کے وقت آپ سورہ قصص کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

''اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا۔ تو کہا کہ عنقریب پروردگار مجھے خیر اور صلاح کے راستے کی ہدایت کردے گا۔''(۱)

مکے میں ان دنوں میں عبداللہ ابن عمر چند ذاتی کاموں اور عمرے کے سلسلے میں قیام پذیر تھے آپ امام حسین کا سن کر ان سے ملنے تشریف لائے۔ اور آپ کو یزید سے تصادم سے باز رکھنے اور معاملہ کو صلح جوئی اور لو اور دو کی بنیاد پر حل کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔

عبداللہ ابن عمر کو جواب

اے عبداللہ! دنیا کی پستی کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (جیسے برگزیدہ اور عظیم نبی) کا سر اقدس بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل (خدا کی نافرمانی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ) طلوع فجر سے طلوع شمس تک کے درمیانی عرصے میں ستر پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔ اور پھر اس طرح (معمولات دنیا) خرید و فروخت اور روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے جیسے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ اس کے بعد بھی اللہ نے فی الفور بدلہ نہیں لیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں انہیں فنا کر دیا۔

امام نے فرمایا:

اے عبداللہ! خدا سے ڈرو اور ہماری مدد و نصرت سے کنارہ کش نہ ہو۔

---

(۱) سورہ قصص آیت ۲۲

حضرت عبداللہ ابن عمر نے امام حسینؑ سے خواہش کا اظہار کیا کہ جدائی کے اس لمحے میں آپ کے بدن کے اس حصے کو بوسہ لوں جسے رسول اللہ چوما کرتے تھے امام نے اپنا کرتا اوپر کیا۔ اور عبداللہ ابن عمر سینے سے نیچے کا حصہ تین دفعہ چومتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔ ابا عبداللہ! آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور الوداع کہتا ہوں۔ کیونکہ اس سفر میں آپ قتل کر دیئے جائیں گے۔(۱)

مشہور مورخ طبری لکھتا ہے کہ مکے سے آپ نے مختلف گروہوں، قبائل کے سرداروں اور بااثر افراد کو خطوط بھیجے۔

اہل بصرہ کے نام خط

امابعد! اللہ نے تمام لوگوں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چنا۔

نبوت کے ذریعے انہیں بزرگی سے نوازا اور اپنی رسالت کے لئے انہیں منتخب کیا پھر جب آنحضرت اللہ کے بندوں کو نصیحت اور ان کی رہنمائی فرما چکے اور آنحضرت نے اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے دیا تو پروردگار نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ ہم انہی کے اہلبیتؑ اوصیاء، اولیاء اور ورثاء ہیں اور ہم ہی تمام لوگوں میں ان کے مقام کے سب سے زیادہ اہل اور حقدار ہیں لیکن ایک گروہ نے یہ حق ہم سے چھین لیا۔ ہم نے (حقدار ہونے کے باوجود) صبر کیا۔ اور (مسلمانوں کے درمیان) اختلاف اور تفرقے کو ناپسند کرتے ہوئے امن و عافیت کو ترجیح دی۔ جبکہ ہم جانتے تھے کہ ہم اس حق کے سب سے زیادہ مستحق تھے جس پر دوسرے مسلط ہو گئے۔

اب اس خط کے ساتھ میں اپنا نمائندہ تمہاری جانب بھیج رہا ہوں۔ اور تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی دعوت دیتا ہوں۔ (کیونکہ آج حالات ایسے ہیں) سنت پامال ہو چکی ہے۔ اور بدعت پھیل چکی ہے۔ اگر تم میری دعوت پر لبیک کہو۔ تو میں راہ راست کی جانب تمہاری ہدایت کروں گا۔(۲)

امام نے یہ خط اپنے ایک دوست سلیمان کے ہاتھ بصرہ روانہ فرمایا۔

سلیمان بصرے میں اپنی ذمہ داری انجام دینے کے دوران گرفتار ہوئے۔ اور بالآخر شہید کر دیئے گئے۔

---

(۱) مقتل ابی مخنف ازدی۔ (۲) تاریخ طبری۔

امام اور رہبر وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنا وجود اللہ کے لئے وقف کر دے۔ (۱)

ذوالحجہ کی آمد کے ساتھ ہی مکہ میں جوق در جوق حاجیوں کے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ انہی ایام میں امام حسینؑ کو خبر نے خبر دی کہ عمرو بن سعید بن عاص خطرناک عزائم کے ساتھ پہنچا ہے۔ یزید نے ایام حج میں گمنام افراد کے ذریعے خفیہ انداز میں امام حسینؑ کو حرم میں شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ لہٰذا خانہ کعبہ اور حرم کے تقدس کو محفوظ رکھنے اور یزیدی سازش کو ناکام بناتے ہوئے امام نے مراسم حج میں شرکت کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے حج کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا۔ اور آٹھ ذوالحجہ بروز منگل مکہ سے عراق کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ مکہ چھوڑنے سے پہلے امام نے بنی ہاشم اور اپنے حامیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مکہ چھوڑتے ہوئے خطاب

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قدرت کارگر نہیں، درود و سلام اللہ کے رسولؐ پر۔ انسانوں کے لئے موت اس طرح لازم کر دی گئی ہے جس طرح نوجوان لڑکی کے گلے پر گلوبند کا اثر ہوتا ہے۔ مجھے اپنے بزرگوں اور اجداد سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا شوق یعقوب کو یوسف سے ملنے کا تھا۔ میری قتل گاہ معین ہو چکی ہے۔ جہاں میں پہنچ کر رہوں گا۔ گویا میں خود دیکھ رہا ہوں کہ صحرا اور بیابان کے بھیڑیئے (یزیدی لشکر کی جانب اشارہ) سرزمین کربلا اور "نواویس" کے درمیان میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھوکے پیٹ اور خالی تھیلے بھر رہے ہیں۔ خدا کے لکھے سے فرار نہیں۔ جس بات سے اللہ راضی ہوتا ہے ہم اہلبیت بھی اسی سے راضی ہوتے ہیں۔ ہم اس کے امتحان اور آزمائش پر صبر کریں گے۔ اور وہ ہمیں صابروں کا اجر عنایت فرمائے گا۔ رسولؐ اور ان کے جگر گوشوں کے درمیان جدائی ممکن ہوئی۔ بلکہ بہشت بریں میں سب ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے جنہیں دیکھ کر آنحضرتؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور وعدے کو پورا کریں گے۔

---

(۱) تاریخ طبری۔ (۲) بحار الانوار۔

امام اور رہبر وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنا وجود اللہ کے لئے وقف کر دے۔ (۱)

ذالحجہ کی آمد کے ساتھ ہی مکہ میں جوق در جوق حاجیوں کے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ انہی ایام میں امام حسین کو مخبر نے خبر دی کہ عمرو بن سعید بن عاص خطرناک عزائم کے ساتھ پہنچا ہے۔ یزید نے ایام حج میں گمنام افراد کے ذریعے مخفی انداز میں امام حسین کو حرم میں شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ لہٰذا خانہ کعبہ اور حرم کے تقدس کو محفوظ رکھنے اور یزیدی سازش کو ناکام بناتے ہوئے امام نے مراسم حج میں شرکت کا پروگرام موخر کرتے ہوئے۔ حج کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا۔ اور آٹھ ذالحجہ بروز منگل مکہ سے عراق کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ مکہ چھوڑنے سے پہلے امام نے بنی ہاشم اور اپنے حامیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مکہ چھوڑتے ہوئے خطاب

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قدرت کارگر نہیں، درود و سلام اللہ کے رسول پر۔ انسانوں کے لئے موت اس طرح لازم کر دی گئی ہے جس طرح دوشیزہ کے گلے پر گلو بندھ بند کا اثر ہوتا ہے۔ مجھے اپنے بزرگوں اور اجداد سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا شوق یعقوب کو یوسف سے ملنے کا تھا۔ میری قتل گاہ معین ہو چکی ہے۔ جہاں میں پہنچ کر رہوں گا۔ گویا میں خود دیکھ رہا ہوں کہ صحرا اور بیابان کے بھیڑیے (یزیدی لشکر کی جانب اشارہ) سرزمین کربلا اور "نواویس" کے درمیان میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھوکے پیٹ اور خالی تھیلے بھر رہے ہیں۔ خدا کے لکھے سے فرار نہیں۔ جس بات سے اللہ راضی ہوتا ہے ہم اہلبیت بھی اسی سے راضی ہوتے ہیں۔ ہم اس کے امتحان اور آزمائش پر صبر کریں گے اور وہ ہمیں صابروں کا اجر عنایت فرمائے گا۔ رسول اور ان کے جگر گوشوں کے درمیان جدائی ممکن ہوئی۔ بلکہ بہشت بریں میں سب ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے جنہیں دیکھ کر آنحضرت کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور وعدے کو پورا کریں گے۔

---

(۱) تاریخ طبری۔ (۲) مثیر الاحزان۔

مکہ سے باہر عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے امام کی ملاقات ہوگئی جو اپنی والدہ کو حج کرانے لایا تھا۔ امام نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت کئے اس نے جواب دیا۔ آپ نے ایک باخبر شخص سے سوال کیا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ اور تلواریں آپ کے خلاف (بہرحال) تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے انجام ہوتا ہے۔

فرزدق کو امام کا جواب

تم نے سچ کہا۔ تمام امور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر دن ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر حالات ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق رہے تو ہم اس (اللہ) کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے اور ادائے شکر کے لئے بھی وہی مدد کرنے والا ہے۔ لیکن اگر حوادث ہمارے اور ہماری آرزوؤں کے درمیان رکاوٹ بن گئے اور حالات نے ہماری خواہش کے مطابق رخ اختیار نہ کیا۔ تب بھی جس کی نیت حق ہو اور جس کے دل میں خوف خدا ہو وہ راہ حق سے گمراہ نہیں ہوتا۔(۱)

امام حسینؑ کا انقلابی اقدام

مکہ سے باہر مقام تنعیم پر امام حسینؑ کا سامنا ایک قافلے سے ہوا۔ جس میں یمن کے گورنر "بحیر بن یسار حمیری" نے یزید کے لئے یمنی کپڑے اور کچھ قیمتی سامان روانہ کیا تھا۔ آپ نے یہ سب سامان قبضے میں لے لیا۔ اور اونٹ والوں کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ امام کے اس اقدام سے معلوم ہوا کہ جب انقلابی تحریک چلتی ہے۔ تو کارکن استبدادی حکومت کو کمزور کرنے کے لئے ایسے اقدامات سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ ظالم حکومت کمزور ہو(۲) کوفہ کے راستے میں "حاجر" نامی جگہ پر امام حسینؑ کو مسلم ابن عقیل کا خط ملا۔ آپ نے اس خط کے جواب میں اہل کوفہ کو دوسرا خط لکھا۔ اور اسے اپنے سفیر قیس ابن مسہر صیداوی کے ذریعے ارسال کیا۔

---

(۱) ذہبی تذکرہ الحفاظ، تاریخ طبری۔ (۲) انساب الاشراف بلاذری، تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

اہل کوفہ کے نام دوسرا خط

مجھے مسلم کا خط ملا جس میں خبر دی گئی ہے کہ تم لوگ ہماری مدد پر اور ہمارے حق کے مطالبے کے سلسلے میں متفق ہو۔ خدا کے حضور دعا گو ہوں کہ ہمارے امور بخیر و خوبی انجام پائیں۔ اور ہماری مدد کرنے پر وہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں مکہ سے منگل کے دن مورخہ ۸ ذوالحجہ کو تمہاری طرف روانہ ہو چکا ہوں میرے قاصد کے پہنچنے پر تم لوگ جلد از جلد اپنے کاموں کو منظم کرو۔ میں خود بھی آئندہ چند روز میں پہنچ جاؤں گا۔(۱)

کوفہ کے راستے

حافظ ابن کثیر نے کوفہ کے ایک باشندے سے نقل کیا ہے امسال حج انجام دینے کے بعد کوفہ واپسی پر مجھے راستے میں چند خیمے نظر آئے۔ پوچھا تو بتایا گیا۔ یہ خیمے حسینؑ ابن علیؑ کے ہیں۔ میں جب زیارت کی غرض سے آپ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا۔

(ایک طرف) مجھے اس قوم بنی امیہ سے خطرہ ہے (اور دوسری طرف) یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں اور یہی اہل کوفہ مجھے قتل کریں گے۔ اور جب اس جرم میں ہاتھ رنگ لیں گے اور مجھ کے احکام اور فرامین کا احترام پامال کر لیں گے۔ تب خدا ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل و خوار کر دے گا اور ان کی حیثیت (ماہانہ عادت کے ایام میں) عورتوں کے استعمال شدہ کپڑے سے زیادہ پست ہو جائے گی۔(۲)

ثعلبیہ کے مقام پر سوال کا جواب

ثعلبیہ کے مقام پر ایک شخص نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس آیت کے متعلق پوچھا کہ قرآن کریم میں ہے کہ قیامت کے دن ہم ہر قوم کو اس کے امام اور پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱) اس کا کیا مقصد ہے۔

---

(۱) البدایہ النہایہ، تاریخ طبری، انساب الاشراف۔ (۲) تاریخ ابن کثیر، البدایہ النہایہ۔

امام نے فرمایا:

ایک امام و پیشوا وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو راہ راست اور کامیابی اور سعادت کی طرف دعوت دیتا ہے کچھ لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں۔ جبکہ ایک اور امام اور پیشوا وہ ہے جو لوگوں کو گمراہی اور بدبختی کی طرف بلاتا ہے۔ اور لوگوں کا ایک گروہ اس کی دعوت قبول کرتا ہے۔ ان میں پہلا گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ دوزخ میں جائے گا۔ (۱)

شقوق کے مقام پر چند اشعار

شقوق کے مقام پر آپ نے چند اشعار ارشاد فرمائے۔

اگرچہ بعض لوگوں کے لئے یہ دنیا انتہائی قیمتی ہے۔ لیکن اللہ کا اجر و ثواب اس سے زیادہ قیمتی اور گراں بہا ہے اور اگر جمع شدہ مال و دولت کو (دنیا میں) چھوڑ ہی جانا ہے پھر انسان کا اس کے بارے میں بخل (کنجوسی) کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر رزق و روزی مقدر (میں لکھا) ہے اور تقسیم کر دیا گیا ہے تو پھر انسان دولت کے حصول کے لئے جتنی کم طمع کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر بدن بنائے ہی اس لئے گئے ہیں کہ انہیں موت آئے۔ تو پھر اللہ کی راہ میں تلوار سے مارا جانا ہی افضل ہے۔ اے خاندان محمد! آپ پر میرا سلام ہو کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ جلد ہی آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (۲)

شراف کے مقام پر لشکر حر سے خطاب

شراف کے مقام پر ابن زیاد کی طرف سے بھیجے جانے والے پہلے لشکر کہ جس کی قیادت حر بن یزید ریاحی کر رہا تھا۔ خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو خدا سے ڈرو اور حق کو اہل حق کے لئے قبول کرو تو (تمہارا یہ عمل) اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم نبی اکرم حضرت محمدؐ کے اہلبیتؑ ولایت اور رہبری کے لئے ان

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی۔ (۲) ابن عساکر، مقتل خوارزمی۔

لوگوں (بنی امیہ) سے بہتر ہیں جو ایسی چیز کے دعویدار ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے۔ انہوں نے ظلم و ستم اور اللہ کی دشمنی کا راستہ اپنایا ہوا ہے۔ اب اگر تمہیں انکار ہے ہم سے منہ موڑنا چاہتے ہو ہمارے حق سے غفلت کرنا چاہتے ہو۔ اور اب اگر تمہاری رائے وہ نہیں ہے جسے تم نے خطوط میں لکھا تھا تو میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔

بیضہ کے مقام پر لشکر حر سے اپنی جدوجہد کے مقاصد کا بیان

لشکر حر امام حسینؑ کے قافلے کے ساتھ ساتھ متوازی چل رہا تھا۔

بیضہ کے مقام پر امام حسینؑ نے اپنی جدوجہد کے عوامل و اسباب بیان کرتے ہوئے لشکر حر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔

جو شخص کسی بادشاہ کو دیکھے کہ وہ ظلم و جور کرتا ہے محرمات الٰہی کو حلال سمجھتا ہے۔ خدائی عہد و پیمان کو توڑ چکا ہے۔ سنت رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے۔ اور بندگان خدا میں معصیت کا طرز اختیار کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ شخص ان باتوں سے چشم پوشی اختیار کر کے اس کی اصلاح کی کوشش نہ کرے۔ تو اللہ اسے بھی اسی بادشاہ کے ساتھ محسوب کرے گا۔

موجودہ حکومت آئین شکن، غیر قانونی ہے

بنی امیہ نے اللہ کی اطاعت ترک کر کے شیطان کی اطاعت کو اپنا شعار بنالیا ہے مسلمانوں کے اموال پر اپنا ذاتی حق جتاتے ہیں۔ حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کرتے ہیں۔ مسلم معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔ اسلامی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ امت بے بسی اور بے چارگی سے دوچار ہے۔ تہذیب بشری دم توڑ رہی ہے۔ اور انسانیت لب گور ہے۔ ایسی حالت میں مجھ سے زیادہ کس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان ناروا باتوں کی اصلاح کرے اور امت مسلمہ کو مزید تباہیوں سے بچائے۔

---

(۱) ابن عساکر، مقتل خوارزمی)

اس دوران امام کو اپنے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کی شہادت کی خبر ملی آپ نے یہ افسوسناک خبر سننے کے بعد قرآن کی آیت تلاوت فرمائی۔ "کچھ نے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا۔ اور کچھ اس کے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے وعدے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔" (سورہ احزاب آیت ۲۳)

پھر امام نے اپنے قاصد کو دعا دیتے ہوئے کہا۔

اے اللہ ہمیں اور انہیں جنت عنایت فرما اور ہمیں اور ان کو جوار رحمت میں اکٹھا کرتے ہوئے اپنا خیر و شدہ بہترین ثواب عطا فرما۔

قصر بنی مقاتل کے مقام پر عمرو بن قیس اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ ملا۔ امام حسینؑ نے جب نصرت کے لئے کہا۔ تو اس نے معذوری کا اظہار کیا۔

امام نے فرمایا:

اس علاقے سے دور چلے جاؤ۔ تاکہ ہماری صدائے استغاثہ تم تک نہ پہنچ سکے۔ اور نہ تم ہمیں دیکھ پاؤ کیونکہ جو کوئی ہماری صدائے استغاثہ کو سنے یا ہمیں دیکھے لیکن ہماری پکار کا مثبت جواب نہ دے یا ہماری مدد کے لئے نہ آئے تو خدا اسے منہ کے بل (انتہائی ذلت و خواری کے ساتھ) آتش جہنم میں پھینکے گا۔

امام کے قافلے کا بنی مقاتل سے سفر شروع ہوا۔ تو کہاں امام کی آواز بلند ہوئی آپ مسلسل "کل استرجع" "انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد اللہ رب العالمین" پڑھ رہے تھے۔

آپ کے اٹھارہ سالہ دلیر اور شجاع فرزند جو کہ نبی اکرمؐ کی ہم شکل تھے کہ جن کو عقل کی طرف بھیجتے ہوئے امام نے کہا تھا پروردگار اب میں اس کو تیری راہ میں بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت میں تیرے نبی کے ہمشکل ہے ہمیں جب بھی تیرے نبی کی یاد آتی تھی۔ تو ہم علی اکبرؑ کو دیکھ لیا کرتے تھے علی اکبرؑ امام کے کلمات پڑھنے کا سبب دریافت کیا۔

امام نے فرمایا:

میرا گھوڑے کی زین پر سر رکھا ہوا تھا، اسی اثنا میں مجھ پر ہلکی سی نیند طاری ہوگئی اس حال

میں میں نے ایک گھوڑے سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ اپنے سفر پر گامزن ہے اور موت انکا پیچھا کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ہمارے بارے میں کہہ رہا ہے اور یہ ہماری موت کی خبر ہے۔

حضرت علی اکبرؑ نے سوال کیا۔ بابا کیا ہم حق پر ہیں۔

امام نے جواب دیا۔ بیٹا یقیناً ہم حق پر ہیں۔

علی اکبرؑ نے دوبارہ عرض کیا۔ جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کوئی فکر نہیں۔ ہم موت پر جا پڑیں یا موت ہم پر آ پڑے۔

اس موقع پر امام نے علی اکبرؑ کو دعا دی۔

خدا تمہیں بہترین جزا دے جو بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے ملتی ہے۔

امام حسینؑ اور حرؑ کا قافلہ ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔ غیوا کے مقام پر ابن زیاد کا جاسوس آیا۔ اور ابن زیاد کا پیغام حرؑ کو دیا۔ کہ امام پر سختی کرو۔ اور انہیں بے آب و گیاہ مقام پر اتارو۔ فرات کے نزدیک طف کے مقام پر حرؑ نے امام کو آگے بڑھنے سے روک دیا امام نے اترنے کے بعد اس جگہ کا نام دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا۔ "طف" امام نے کہا اسے اور بھی کسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ اسے "کربلا" بھی کہتے ہیں امام نے کربلا کا سنتے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔

بار الٰہی۔ رنج و غم سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (پھر فرمایا) یہی ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہے خدا کی قسم یہی ہماری قبروں کا مقام ہے۔ خدا کی قسم ہم یہیں سے قیامت کے دن زندہ کئے اور اٹھائے جائیں گے۔ میرے جد نے اسی کا وعدہ کیا تھا اور ان کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔(۱)

امام حسینؑ ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا پہنچے کچھ دیر آرام کے بعد اپنے اصحاب و انصارؑ کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

کربلا پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب سے خطاب

امابعد! معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کر لی ہے وہ آپ کے سامنے ہے

---

(۱) تاریخ طبری، ابن اثیر۔

یقیناً دنیا نے رنگ بدل لیا ہے۔ اور بہت بڑی مشکل اختیار کر گئی ہے اس کی بھلائیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اور اب اس میں اتنی ہی اچھائیاں باقی بچی ہیں جتنی کسی برتن کی تہہ میں باقی رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہو گئی ہے جب کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان۔ آپ دیکھ رہے ہیں حق پر عمل نہیں ہو رہا اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں مرد مومن کو چاہئے کہ خدا سے ملنے کی آرزو کرے۔ میں جانبازی اور شجاعت کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت اور حقارت ہے۔

امام نے مزید فرمایا:

لوگ دنیا کے غلام ہیں۔ اور دین صرف ان کی زبانوں پر زبانی جمع خرچ کی حد تک رہتا ہے۔ یہ بس اس وقت تک دین کے حامی ہیں۔ جب تک ان کی زندگی آرام و آسائش سے گزرے۔ اور جب امتحان میں ڈالے جاتے ہیں۔ تو ان میں دیندار بہت کم رہ جاتے ہیں۔ (۱)

ابن زیاد نے قاصد بھیجا جس میں یزید کی بیعت یا قتل کے لئے تیاری کا پیغام تھا۔

آپ نے اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اور فرمایا۔

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو خالق کی ناراضگی کی قیمت پر مخلوق کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے۔ ۷ محرم الحرام کو امام کے لشکر پر پانی بند کر دیا گیا۔ ۸ محرم کو امام اور یزیدی فوج کے کمانڈر ان چیف عمر ابن سعد کے درمیان ملاقات ہوئی۔ (۲)

امام کی یزیدی سپہ سالار عمر ابن سعد سے ملاقات

امام نے عمر ابن سعد سے فرمایا۔

---

(۱) تاریخ طبری، مقتل خوارزمی، ابن عساکر۔

(۲) یہ شخص مشہور صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیٹا تھا جسے دنیا کی محبت نے اندھا کر دیا تھا۔

اے ابن سعد! کیا تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں خدا کا کچھ خوف نہیں۔ جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں۔ جسے تم اچھی طرح جانتے ہو۔ انہیں (بنوامیہ) کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جاؤ۔ کہ یہی خدا کے نزدیک (پسندیدہ) ہے۔

عمر ابن سعد نے جواب دیا۔ اگر آپ کا ساتھ دوں گا تو مجھے ڈر ہے۔ کہ یہ لوگ کوفہ میں میرا گھر ڈھا دیں گے۔

امام نے جواب دیا میں اپنے خرچ پر تمہارا گھر بنوا دوں گا۔

عمر ابن سعد نے کہا کہ یہ میرے باغ اور نخلستان کو ضبط کر لیں گے۔

امام نے فرمایا۔ میں تمہیں حجاز میں ایسے باغ دلوا دوں گا جو تمہارے کوفہ کے باغ سے بہتر ہوں۔ عمر ابن سعد نے کہا میرے بیوی بچے کوفہ میں ہیں۔ یہ انہیں مروا دیں گے۔

امام نے جب دیکھا کہ یہ شخص مسلسل بہانے کر رہا ہے کسی بھی طرح توبہ کی امید اس سے نہیں کی جا سکتی۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

نویں محرم کو عصر کے وقت امام کی گفتگو

نویں محرم امام اپنے خیمے سے باہر بیٹھے کوہ سے ٹیک لگائے اگلی ہی نیند میں تھے آپ کی بہن جناب زینب نے دشمنوں کا شور سن کر آپ کے قریب گئیں۔ آپ نے سر اٹھا کر یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا ہے جو مجھ سے فرما رہے تھے کہ میرے فرزند تم جلد ہی میرے پاس آؤ گے۔

اس کے بعد امام نے اپنے بھائی ابوالفضل عباس کو بھیجا کہ دشمن سے ایک رات کی مہلت مانگ لو۔ جنگ کو کل صبح تک کے لئے ٹال دو۔ تاکہ آج کی رات ہم نماز، استغفار اور اللہ کے ساتھ راز و نیاز میں بسر کریں خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت قرآن، اور کثرت سے دعا اور استغفار کس قدر پسند ہے۔

حضرت عباس کے کہنے پر عمر ابن سعد ٹال مٹول سے کام لینے لگا۔ اس پر اس کے ایک

سردار عمر بن حجاج زبیدی نے کہا کہ اگر ترک یا دیلم کے لوگ ہم سے مہلت طلب کرتے تب بھی ہمیں انہیں مثبت جواب دینا چاہئے تھا۔ جبکہ یہ تو پیغمبرؐ کی آل و اولاد ہیں۔ تھوڑی ٹیل و حجت کے بعد عمر بن سعد نے ایک رات کی مہلت دے دی۔(۱)

امام حسینؑ نے غروب آفتاب سے قبل خاندان بنی ہاشم اور اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔

نویں محرم کی شب امام کا خطاب

میں اللہ تعالیٰ کی بہترین تعریف و ثناء کرتا ہوں۔ اور آسانیوں اور سختیوں میں اسی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تیری حمد بجالاتا ہوں کہ تو نے ہمارے گھرانے کو نبوت کے ذریعے شرف و احترام عنایت فرمایا۔ اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی ہمیں دین کی سمجھ بوجھ عطا کی اور ہمیں حق کو (سننے والے) کان حق کو (دیکھنے والی) آنکھیں اور (روشن اور نورانی) قلب عطا فرمایا۔ اور ہمیں مشرکوں میں قرار نہیں دیا۔

امابعد میں نے اپنے اصحاب سے بہتر اصحاب کہیں نہیں دیکھے اور نہ کسی کے اہل خانہ اپنے اہلبیتؑ سے بڑھ کر باوفا اور حق شناس پائے۔ خدا آپ سب کو میری طرف سے جزائے خیر عنایت کرے۔

میرے نانا رسولؐ اللہ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے عراق بلایا جائے گا اور میں عمور اور کربلا نامی ایک مقام پر ٹھہروں گا۔ اور وہی شہید کر دیا جاؤں گا۔ اب اس شہادت کا وقت آپہنچا ہے۔ میرے خیال میں کل ہمارے اور اس کے درمیان جنگ کا دن ہوگا میں آپ سب کو چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ میں نے آپ سب پر سے اپنی بیعت اٹھالی ہے۔ اور اب آپ لوگوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ رات کی تاریکی نے آپ سب کو چھپایا ہوا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھایئے۔ آپ میں سے ہر شخص میرے اہلبیتؑ میں سے کسی ایک کا ہاتھ تھام کر اس کے ساتھ یہاں سے چلا جائے۔ خدا آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔(۲)

---

(۱) انساب الاشراف جلد ۳ تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔ (۲) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر۔

اس خطبے کے بعد امام کے تمام اصحاب نے اپنی حمایت کا مکمل یقین دلایا اور اپنی جانیں قربان کر دینے کا عہد کیا۔

اصحاب امام حسینؑ کہ جن کی قیادت حبیب ابن مظاہر کر رہے تھے۔ امام حسینؑ سے اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے خیموں کے قریب گئے اور بنی ہاشم کی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے بولے اے رسول کی بیٹیوں اور اے حرم رسول خدا۔ یہ آپ کے جانثار اپنی بے نیام تلواروں کے ساتھ حاضر ہیں۔ ہم سب نے عہد کیا ہے کہ یہ تلواریں اب اس وقت تک نیام میں نہیں جائیں گی جب تک آپ کے دشمنوں کی گردنوں پر نہ چل جائیں اور آپ کے غلاموں کے ہاتھ میں موجود یہ لمبے اور تیز نیزے ہم نے قسم کھائی ہے کہ آپ کے دشمنوں کے سینے توڑے بغیر نیچے نہیں جھکائیں گے۔

اس موقع پر خیمے کے اندر سے کسی خاتون نے جواب دیا۔ اے پاک سرشت لوگو! رسول خدا کی بیٹیوں اور امیر المومنین کے خاندان کی حفاظت کرو۔ خاتون کی یہ آواز سن کر اصحاب رونے لگے اور اپنے خیموں کی طرف واپس چلے گئے۔

صبح عاشور اپنے اصحاب سے خطاب

صبح عاشور صبح کی نماز کی ادائیگی کے بعد امام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آج میرے اور آپ کے مارے جانے کی اجازت دے دی ہے اب آپ سب صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے دشمن سے جنگ کریں۔

اے معزز لوگوں کی اولاد صبر و تحمل سے کام لو۔ موت تو صرف ایک پل ہے جس کے ذریعے تم سختی اور مشکلات سے گزر کر وسیع و عریض جنت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں تک پہنچ جاؤ گے تم میں سے کون ہے جسے یہ بات پسند ہو گی کہ وہ ایک قید خانے سے نکل کر محل میں منتقل ہو جائے۔ یہ موت تمہارے دشمنوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے انہیں کسی محل سے نکال کر قید خانے اور عقوبت گاہ میں ڈال دیا جائے میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا ہے انہوں

نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ

"دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور موت ایک پل ہے جو مومن کو جنت میں اور کافر کو جہنم میں پہنچا دیتی ہے میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی مجھے کبھی جھوٹ بتایا گیا ہے۔"

صبح عاشور جب آپ نے دشمن کے پر ہجوم لشکر کو صف بندی کرتے دیکھا آپ نے بارگاہ الٰہی سے راز و نیاز فرمایا۔

امام حسینؑ کی خداوند تبارک و تعالیٰ کے حضور راز و نیاز

بار الٰہا! ہر رنج و غم میں تو ہی میرا سہارا اور ہر مشکل میں تو ہی میری امید کا مرکز ہے مجھ پر جب کبھی مصیبت نازل ہوئی تو میں نے تیری ہی پناہ لی ہے تیرے ہی ذریعے (اپنے بچاؤ کا سامان کیا ہے) کتنے ہی ایسے مصائب و آلام آئے جب دل کمزور پڑ گئے چارہ و تدبیر کے راستے بند ہو گئے دوست ساتھ چھوڑ گئے اور دشمنوں نے خوشیاں منائیں لیکن میں نے تیری ہی طرف رجوع کیا تجھ ہی سے فریاد کی اور تیرے سوا ہر کسی سے بے نیاز ہو کر تجھ ہی سے لو لگائی اور تو نے مجھ سے ہر مصیبت کو دور کیا اور ہر رنج و الم سے مجھے نجات دلائی بے شک تو ہی ہر نعمت کا مالک اور حاجت کا مرکز ہے۔(۱)

صبح عاشور امام اپنے لشکر کی تنظیم و ترتیب سے فارغ ہونے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور عمر ابن سعد کے لشکر کے قریب گئے۔ اور اس لشکر سے خطاب فرمایا۔

یوم عاشور امام کا پہلا خطبہ

اے لوگو! میری بات سنو اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا تاکہ میں تمہیں وعظ و نصیحت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری انجام دے سکوں۔ اور تمہارے پاس آنے کا سبب بتا سکوں۔ اگر تم

---

(۱) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، تاریخ ابن عساکر۔

نے میری بات قبول کی میری تائید کی اور میرے بارے میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کیا تو اس طرح تم سعادت اور کامیابی حاصل کرو گے اور پھر میرے خلاف جنگ کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی اور انصاف سے کام نہ لیا۔ تو پھر اپنے ارادے پختہ کر گزرو۔ اور مجھے کسی طرح کی مہلت نہ دو۔ بے شک میرا مالک و مختار وہ خدا ہے۔ جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ اپنے نیک بندوں کا والی وارث ہے۔

اے اللہ کے بندو! خدا سے ڈرو اور دنیا سے ہوشیار ہو اگر یہ دنیا کسی کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی۔ اور کوئی دنیا میں ہمیشہ باقی رہ سکتا تو انبیاء اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ اور ان ہی کی رضا کے حصول کے لئے جیا کرنا بہتر تھا۔ اور یہی حکم انتہائی پسندیدہ ہوتا۔ لیکن درحقیقت یہ ہے کہ اللہ نے دنیا کو فنا کے لئے خلق کیا ہے۔ اس کی ہر نئی چیز پرانی ہو جانے والی اور اس کی ہر نعمت زائل و برباد ہو جانے والی ہے۔ اس کی خوشیاں غم واندوہ میں بدل جانے والی ہیں یہ پست ٹھکانہ اور عارضی جائے سکونت ہے۔ لہٰذا یہاں سے زاد آخرت فراہم کر لو۔ اور بہترین زاد آخرت تقویٰ ہے اللہ سے ڈرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

اے بندگان خدا! اللہ نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا و زوال کا گھر بنایا یہ اپنے مکینوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں الٹتی پلٹتی رہتی ہے فریب خوردہ وہ ہے جسے دنیا دھوکے میں ڈال دے اور بدنصیب ہے وہ جسے دنیا اپنے فتنوں میں جکڑ لے۔ پس تم دنیا کے دھوکے میں نہ آجانا۔ کیونکہ جو کوئی بھی اس پر بھروسہ کرتا ہے یہ اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ اور جو کوئی اس کی طمع کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے تم سب نے ایک بات پر اتفاق کر لیا ہے۔ جو خدا کے غیظ وغضب کا باعث ہے۔ اور اس نے اپنا منہ تمہاری طرف سے پھیر لیا ہے۔ اور تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیا ہے کتنا اچھا ہے ہمارا پروردگار اور کیسے بدکردار بندے ہو تم لوگ کس اللہ کی اطاعت کا اقرار کیا اور اس کے رسول محمدؐ پر ایمان لائے۔ اور پھر اسی کی آل واولاد کو قتل کرنے کے لئے اس پر حملے کی تیاری کر رہے ہو۔ شیطان تم پر غالب آگیا ہے اور تمہیں خدا کی یاد سے غافل کر دیا ہے وائے ہو تم پر اور تمہارے ارادوں پر۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" (ہم اللہ ہی کے

لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس جائیں گے) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا اور یہ ظالم لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔

اے لوگو! میرے شجرہ نسب اور خاندان کو دیکھو۔ پھر پلٹ کر سوچو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اور غور کرو۔ کہ کیا تمہارا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت کو پامال کرنا جائز ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں، کیا میں ان کے وصی اور ان کے چچازاد بھائی کا فرزند نہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو کچھ نبی اکرمؐ خدا کی طرف سے لائے تھے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی۔

کیا حمزہ سید الشہداء میرے چچا نہیں؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں؟ کیا تم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نبی اکرمؐ کا وہ قول نہیں سنا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اگر تم میری کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے ہو تو یہی حق ہے اور خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والے سے نفرت کرتا ہے اور اس کے جھوٹ کا نقصان خود اس کی طرف پلٹتا ہے۔ اور اگر مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو اب بھی مسلمانوں کے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھو تو وہ تمہیں بتائیں گے جابر ابن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل ابن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس ابن مالک کسی سے بھی پوچھ لو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہؐ کا یہ قول سنا ہے۔ کیا یہی ایک جملہ کافی نہیں جو تمہیں میرا خون بہانے سے روک سکے۔ اس موقع پر شمر بن ذی الجوشن نے دیکھا کہ امامؑ کی تقریر کا لوگوں پر اثر ہو رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ جنگ سے گریز کرنے لگیں۔ اس نے شور مچانا شروع کر دیا بلند آواز میں بولا۔ وہ تو بس زبانی کلامی حد تک اللہ کی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام نے دوبارہ اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

اگر تمہیں (میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسولؐ کے) اس قول کے بارے

میں کچھ شک ہے تو کیا تمہیں اس حقیقت میں بھی شبہ ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ خدا کی قسم مشرق و مغرب کے مابین تم میں اور تمہارے ماسوا لوگوں میں میرے علاوہ نبی کا کوئی نواسہ نہیں۔ وائے ہو تم پر۔ کیا میں نے تمہارا کوئی آدمی قتل کیا ہے جس کی قصاص میں" مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ یا میں نے تم میں سے کسی کو مالی نقصان پہنچایا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔

امام کا خطبہ جاری تھا لشکر یزید پر خاموشی چھائی ہوئی تھی عمر ابن سعد سنانے میں تھا امام نے کوفہ کے چند سرکردہ افراد کو اس لشکر میں شامل موجود تھے۔ صدا دیتے ہوئے کہا۔

اے شبث ابن ربعی، اے حجار ابن ابجر، اے قیس ابن اشعث، اے یزید ابن حارث کیا تم ہی لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پکنے کے قریب ہیں۔ درخت سرسبز و شاداب ہیں اور تیار لشکر آپ کے لئے حاضر ہے۔ امام کی گفتگو کے جواب میں ان سرداروں کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا وہ اتہامات سے انکار کرنے لگے۔

اس پر قیس ابن اشعث نے بلند آواز میں کہا۔ اے حسینؑ آپ اپنے چچازاد بھائی کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔ اگر آپ بیعت کر لیں تو اس صورت میں وہ آپ کی پسند کے مطابق آپ سے سلوک کرے گا اور آپ کو کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچے گی۔

امام نے جواب دیا۔

"نہیں خدا کی قسم ہرگز پست اور کم ہمت لوگوں کی طرح میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہ فرار اختیار کروں گا اس کے بعد امام نے وہ آیت پڑھی جو حضرت موسیٰ نے فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور گستاخی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔"

"میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو روز جزا پر ایمان نہیں رکھتا۔"(۱)

ابوبکر خوارزمی لکھتے ہیں کہ

---

(۱) سورہ مومن آیت ۲۷

لشکر یزید نے اعلان جنگ کا بگل بجاتے ہی شور وغل کرنا شروع کر دیا عمر ابن سعد نے اپنا پرچم لہرا دیا۔ اور ہر طرف ماحول باسچ کی آواز گونجنے لگی۔ دشمن کی فوج نے چاروں طرف سے حسینی فوج کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس موقع پر امام حسینؑ ایک دفعہ پھر دشمن کی صفوں میں گئے اور انہیں خاموش ہو جانے کو کہا۔ لیکن یہ لوگ نہ مانے مسلسل شور وغوغا اور چیخ چلاتے رہے۔ یہ دیکھ کر امام نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا۔

وائے ہو تم پر۔ خاموش کیوں نہیں ہوتے تا کہ میری بات سن سکو۔

میں تمہیں راہ راست کی طرف بلا رہا ہوں جو بھی میری پیروی کرے گا وہ ہدایت پائے گا جو میری مخالفت کرے گا وہ ہلاکت اور تباہی کا شکار ہو جائے گا۔ اور تم میری مخالفت کر رہے ہو کیوں میری بات نہیں سن رہے ہو۔ تمہیں دیئے جانے والے حرام کے تحفے وتحائف اور مال حرام سے بھرے جانے والے تمہارے پیٹ تمہیں اس مقام پر لے آئے ہیں کہ اللہ نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے وائے ہو تم پر کہ تم خاموش نہیں ہو گے۔ اور میری بات نہیں سنو گے۔

امام کی یہ گفتگو سن کر عمر ابن سعد کے سپاہی ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگے اور ایک دوسرے کو خاموش کرانے لگے جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو امام نے اپنا دوسرا خطبہ شروع کیا۔

روز عاشورہ امام کا دوسرا خطبہ

اے لوگو ذلت اور حسرت تمہارا مقدر بنے۔ خود تم ہی نے ہمیں اور پریشان ہو کر ہمیں مدد کے لئے بلایا اور جب ہم بھرپور تیاری کے ساتھ تمہاری مدد کو پہنچے تو تم نے اپنی تلواریں ہمارے خلاف کھینچ لیں۔ اور جس آگ کو ہمارے مشترک دشمن نے ہمارے خلاف بھڑکایا تھا اسے تم نے ہمارے خلاف شعلہ ور بنا دیا۔ آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور اپنے دشمنوں کے دست بازو بن گئے ہو۔ جبکہ نہ تو دشمنوں نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ ان سے بھلائی کی کوئی توقع پیدا ہوئی ہے۔ سوائے دنیا کے اس مال حرام کے جو تم نے ان سے حاصل

کیا ہے اور ذلت و حقارت کی اس زندگی کے جس کی تم ان سے آس لگائے بیٹھے ہو۔

اتنی جلدی نہ کرو۔ بدبختی اور تباہی تمہارا مقدر ہے کیونکر تم نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ اور ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہو۔ حالانکہ نہ تو ہم سے تمہارے خلاف کوئی بات صادر ہوئی ہے نہ ہمارے متعلق تمہارا کوئی خیال غلط ثابت ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے تمہارے خلاف تلوار کھینچی تھی ہمارے دل میں بھی تمہاری طرف سے مطمئن تھے۔ اور تمہارے متعلق ہماری رائے میں بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ لیکن تم نڈی دل کی طرح چاروں طرف سے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ برائی تمہارا نصیب ہو۔ تم امت کے سرکش لوگوں میں سے ہو۔ بدمعاش گروہوں کے بچے کچے لوگ ہو۔ کتاب خدا کو چھوڑ دینے والے ہو شیطان کی ناک کا نرغہ، گنہگاروں کی ٹولی، کتاب خدا میں تحریف کرنے والے اور سنت رسول کو مٹا دینے والے۔

تم آل رسول کو قتل کرتے ہو۔ اور اولیاء اوصیاء کی نسلوں کو برباد کرتے ہو۔ تم ولد حرام (ابن زیاد) کو نسبی اولاد قرار دینے والے مومنین کو اذیت و آزار پہنچانے والے اور کتاب الٰہی کا مذاق اڑانے والے کی ٹولی کے سرغنہ کے مددگار ہو۔

اور اب تم ابن حرب (ابوسفیان) اور اس کے پیروکاروں کے مددگار بن گئے ہو۔ اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے ہاں خدا کی قسم تمہاری دھوکہ دہی اور بے وفائی مشہور ہے۔ یہ تمہاری جڑوں میں پیوستہ ہے تمہاری شاخوں میں اسے وراثت میں پایا ہے اسی کے ساتھ تمہارے دل پروان چڑھ رہے ہیں اسی کو تمہارے سینے چھپائے ہوئے ہیں تم بدترین پھل ہو۔ جو اپنے بانبان کے گلے میں پھنس جاتا ہے اور غاصبوں کے لئے خوش مزہ ہوتا ہے خدا کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو مضبوط قول و قرار کے بعد اپنے وعدوں سے پھر جاتے ہیں حالانکہ تم لوگوں نے عہد و پیمان پر خدا کو بھی گواہ و ضامن قرار دیا تھا۔ کی قسم تم ہی وہ (عہد و پیمان توڑنے والے) ہو۔ دیکھو پست اور فرومایہ باپ کے پست اور کمین بیٹے (ابن زیاد) نے مجھے دو میں سے کسی ایک بات کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے یا تو تلوار اٹھالوں یا ذلت قبول کرلوں ممکن ہی نہیں کہ ہم ذلت قبول کریں خدا اس کا رسول پاک و پاکیزہ آغوش، اونچی ناک، غیرت مند نفس، قطعاً

ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں کی اطاعت کو ترجیح دیں۔
یاد رکھو میں نے تمہیں سب کچھ بتا کر حجت تمام کر دی اور تمہیں متنبہ بھی کر دیا ہے ہاں انصار و اعوان کی کمی اور مددگاروں کے منہ موڑ لینے کے باوجود میں اس عزم کے ساتھ تمہارے خلاف جنگ کے لئے تیار ہوں۔

اس کے بعد امام نے درج ذیل شعر پڑھے۔

اگر ہم دشمن پر کامیاب ہو جائیں تو یہ نئی بات نہیں۔ ہم تو پہلے بھی کامیاب ہوتے رہے ہیں اور اگر شکست کھا جائیں تب بھی وہ ہماری شکست نہ ہوگی خوف اور بزدلی ہمارا شیوہ نہیں لیکن اس وقت ہم حوادث کی زد میں ہیں اور بظاہر ہمارا دشمن فائدہ میں ہے [illegible] دل پر خوشیاں منانے والوں سے کہو۔ کہ وہ بھی ایک دن ایسے ہی حالات کا سامنا کریں گے جب دوسرے ان کی مصیبت پر خوشیاں منائیں گے کیونکہ موت کا اونٹ ایک دروازہ سے ہٹ کر دوسرے کسی دروازہ پر بیٹھ جاتا ہے۔

خدا کی قسم اس کے بعد تم اتنی ہی دیر تک سکو گے (۱) جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتی ہے یہاں تک کہ حوادث کی چکی تمہیں پیس کر رکھ دے گی اور جس طرح چکی کا مرکز مسلسل گردش میں رہتا ہے اسی طرح تم بھی چکر میں رہو گے یہ وہ وعدہ ہے جو میرے والد نے نبی اکرمؐ سے سن کر مجھ سے نقل کیا ہے اب تم اور تمہارے شریک اپنا کرلو اور تم پر کوئی بات مخفی نہ رہے میرے بارے میں باطل ارادے کو عملی جامہ پہناؤ اور مجھے ذرا مہلت نہ دو میں تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور زمین پر چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے۔

بارانِ ابر آسمان سے ہونے والی بارش روک دے انہیں ایسے قحط سے دوچار کر جیسا

---

(۱) اہل کوفہ امام کے ارمان کے بعد بھی سکون سے نہ بیٹھ سکے کچھ عرصے بعد ہی انہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کر دی اور ان کے ایک گروہ نے توابین کے نام سے امام کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے خروج کیا۔ اس نے کربلا کے مقام پر یزید کی فوج سے جنگ کی جس میں سلیمان بن صرد خزاعی سمیت بہت سے لوگ مارے گئے۔ اس کے بعد مختار ثقفی نے بھی خون حسینؑ کا بدلہ لینے کے لئے خروج کیا۔ اس نے کربلا کے مقام پر ہی یزید کی فوج سے جنگ کی جس میں شریک لوگوں کی تعداد مختلف روایات کے مطابق ۳ ہزار سے ۷ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد بھی بنو امیہ کے خلاف بغاوتیں ہوتی رہیں۔ ۱۲۷ھ میں زید بن علی نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۳۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۷۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے عیسیٰ نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۳۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے محمد نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۷۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۳۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۷۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے محمد نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۳۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم نے بھی خروج کیا۔ ان کے ساتھ بھی ۷۰ ہزار کوفی شریک ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ

قلعہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آیا تھا ان پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط کر دے جو انہیں ذلت خواری کا مزہ چکھا دے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑے یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل چوٹ کا بدلہ چوٹ سے نہ لے اور میرا اور میرے انصار اور اہلبیت کا انتقام ان سے لے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہمیں جھٹلایا اور ہماری حمایت سے گریز کیا تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم نے تجھ ہی پر توکل کیا اور تیری ہی طرف ہمیں پلٹنا ہے۔ (۲)

عمر ابن سعد کے ساتھ آخری گفتگو

امام نے اپنے دوسرے خطاب کے بعد عمر ابن سعد کو بلایا وہ آنے سے کترایا اور امام سے آنکھیں ملانے سے چرا رہا تھا بالآخر سامنے آیا امام حسینؑ نے اس پر آخری مرتبہ اتمام حجت کی اور اس کو جنگ کے برے نتائج سے آگاہ کیا۔

اے عمر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تم مجھے قتل کر دو گے تو پھر وہ بے حیا (یزید) رے اور گرگان (ایران) کی حکومت تمہارے حوالے کر دے گا۔ نہیں خدا کی قسم وہ حکومت تمہیں کبھی نصیب

---

(۲) واقعہ کربلا کے چند سال بعد عراق میں حجاج کے ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والا شخص حجاج بن یوسف ثقفی عمر ان بن اس نے عراقیوں پر مظالم کے تمام پہاڑ توڑ دیے جو اپنی جلاد صفت اور خونخوار شخصیت کی وجہ سے عالم میں مشہور ہے جس نے اپنے دور حکومت میں کئی لاکھ افراد کو انتہائی اذیت ناک طریقے سے مروا دیا۔ جور و جبر و دہشت کا بے تاج بادشاہ تھا۔

ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے حجاج ماہ رمضان میں جمعہ کے دن عصر و مغرب کے وقت اس شہر کی جامع مسجد میں ستر ہزار نمازیوں کو قتل کر دیتے۔ حجاج کی موت کے وقت پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کی قید میں تھیں وہ خواتین اور مردوں کو ایک ساتھ قید میں رکھتا تھا۔ ان قیدی خواتین میں سے سولہ ہزار کو برہنہ کیا گیا تھا۔ اس کے قید خانہ میں مچھر نہیں تھے۔ جو گرمی سردی باد و باران سورج کی دھوپ سے محفوظ رہ کر تکلیف دیتے ہیں کوڑا کھانے میں تک ہلاک کر دیا جاتا تھا بعض چند دنوں میں دھوپ کی گرمی اور کھانے سے قیدی کا رنگ سیاہ فاموں جیسا ہو جاتا تھا علی ابن حسین کے ایک طبیب عمر بن عبدالعزیز نے حجاج بن یوسف کے متعلق کہا کہ اگر دنیا کی تمام قوموں میں ظلم و ستم و بربریت کا مقابلہ ہو تو وہ اپنے خبیث ترین خونخوار افراد کو لائیں ہم اپنی طرف سے حجاج کو پیش کریں گے تو پست عنصری کے اس مقابلے میں ہم سب قوموں پر بازی لے جائیں گے۔ امام نے ان کے متعلق کہا تھا کہ تمہاری حیثیت بنو امیہ میں عورتوں کے استعمال شدہ کپڑے کی سی ہو جائے گی۔

نہیں ہوگی اور یہ وعدہ یقینی ہے کہ جو کر سکتے ہو کر گزرو میرے بعد نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں کہیں بھی تمہیں چین نصیب نہ ہو سکے گا وہ وقت زیادہ دور نہیں جب اسی کوفہ میں تیرا سر ایک بانس پر ہوگا اور شہر کے بچے اسے کھلونا بنا کر اس پر سنگ باری کریں گے۔(۱)

---

(۱) عمر ابن سعد کربلا کے بعد بہت تھوڑے عرصے زندہ رہا۔ اس عرصے میں ایک دن بھی اسے چین نصیب نہ ہوا امام حسینؑ کو شہید کر کے جب اسیروں کا قافلہ لے کر کوفہ پہنچا۔ اور ابن زیاد کو تمام رپورٹ پیش کی۔ ابن زیاد نے اس سے دوخط طلب کیا جس میں اسے جنگ کی قیادت کو کہا گیا تھا۔ اس نے وہ تقرری نامہ دینے سے انکار کیا۔ جس کی وجہ سے ان میں تلخ کلامی اور جھگڑا ہو گیا۔ ابن زیاد نے اسے بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا۔ اس کی رے (ایران) کی حکومت کی خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ اس نے ابن زیاد کی لاکھ منت کی کہ میں نے تمہاری خاطر حسینؑ ابن علیؑ جیسی عظیم ہستی کو قتل کر دیا لیکن ابن زیاد نہ مانا۔ ابن جوزی لکھتا ہے جب یہ دارالامارہ سے نکل کر جا رہا تھا اس کی زبان پر تھا کہ "کوئی مسافر میری طرح بدقسمت خالی ہاتھ گھر واپس نہ آیا ہو میری تو دنیا بھی گئی اور آخرت سے بھی محروم رہا۔" اس واقعے کے بعد وہ گھر میں بند ہو کر بیٹھ گیا ایک تو ابن زیاد اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اسے تنگ کرتا تھا۔ دوسری کوفے میں وہ شدید عوامی نفرت کا شکار تھا۔ گلی کوچے سے اس کا نکلنا مشکل ہو گیا تھا جہاں سے گزرتا عورتیں بچے اس کو پتھر مارتے گالیاں دیتے اس کی طرف اشارہ کرتے کہ "ہذا قاتل الحسینؑ" یہی حسینؑ کا قاتل ہے ۶۵ ہجری میں امام حسینؑ کی شہادت کے پانچ سال بعد ابن زیاد کے قید خانے سے مختار ثقفی نے چھوٹنے کے بعد قاتلین حسینؑ سے چن چن کر انتقام لینا شروع کیا۔ ابن قتیبہ کہتا ہے مختار کی پولیس کا سربراہ کیسان ابن سعد کے گھر پہنچا اور دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر ہے ابن سعد نے جب کیسان کے غضبناک تیور دیکھے تو بستر سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن لحاف میں پھنس کر گر گیا۔ کیسان نے وہیں بستر پر اسے ذبح کر دیا کیسان اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لے گیا ابن سعد کا بیٹا حفص اپنے باپ کی سفارش کے لئے مختار کے پاس پہلے سے موجود تھا یہ شخص بھی واقعہ کربلا میں شریک تھا اس نے باپ کا سر دیکھنے کے بعد کہا اب اس کے بعد زندگی بے مزہ ہے مختار نے اس کا سر بھی تن سے جدا کر کے باپ کے ساتھ رکھ دیا کہ یہ علی اکبر کے خون کا بدلہ ہے۔

تاریخ کے بدترین مجرم عمر ابن سعد کو اس کی بداعمالی کی سزا مل گئی دنیا کی محبت اور حب منصب نے اس شخص کی عقل پر قبضہ کر لیا تھا یہ دنیا کی محبت میں اندھا ہو گیا تھا۔

(الامامۃ والسیاسۃ دینوری، تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر)

تین مزید عبرتیں

تاریخ میں ملتا ہے کہ روز عاشورہ بہت سے افراد فوری اپنے انجام سے دو چار ہوئے جب امام نے یزیدی لشکر کی شقاوت دیکھی اور دیکھا کہ ان پر موعظت و نصیحت بالکل اثر نہیں کر رہی اور لحہ بہ لحہ شقاوت بڑھتی جا رہی ہے۔

آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے خداوند تعالیٰ کے حضور عرض کیا۔

بارالہا، ہم تیرے نبی کے اہلبیتؑ، آل و اولاد اور ان کے قرابت دار ہیں معبود ان سب کو ذلیل و خوار کر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارا حق غصب کیا ہے یقیناً تو سننے اور سب سے قریب ہے محمد بن اشعث جو دشمن کی اگلی صفوں میں تھا۔ وہ یہ سنتے ہی آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

''تمہارے اور محمد کے درمیان کون سی قرابت داری ہے۔''

امام نے جب اس کا صاف انکار، ڈھٹائی اور بدتمیزی بلکہ حق کی توہین الفاظ میں بددعا دی۔

''بارالٰہی! آج ہی فوری میرے سامنے اس پر ذلت نازل فرما۔''

تھوڑی دیر میں محمد بن اشعث کو پیشاب لگا وہ رفع حاجت کے لئے لشکر سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

اسے برہنہ حالت میں ایک سیاہ بچھو نے ڈس لیا۔ اور وہی ہلاک ہو گیا۔ (۱)

بلاذری اور ابن اثیر لکھتے ہیں جب عمر ابن سعد امام کے خیموں کے نزدیک ہوا تو اس موقع پر عبداللہ بن حوزہ تیمی آگے بڑھا اور امام کے اصحاب سے مخاطب ہوا کہا تمہارے درمیان حسینؑ'' موجود ہے تیسری دفعہ کی تکرار پر امام کے ایک ساتھی نے امام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں حسینؑ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ عبداللہ ابن حوزہ نے کہا امام کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تمہیں جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔''

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ میں تو اس

(۱) مقتل خوارزمی۔

پروردگار کی بارگاہ میں جاؤں گا جو بخشنے والا مہربان اور شفاعت قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی کا حکم مانا جاتا ہے تو بتا تو کون ہے۔ عبداللہ نے کہا میں ابن حوزہ ہوں اس موقع پر امام نے دست مبارک بلند کئے اس کے نام کی مناسبت سے اس الفاظ میں بددعا دی۔

"بارالٰہی! اسے آتش جہنم کی طرف کھینچ لے۔"

ابن حوزہ یہ سن کر چیخ پڑا ہو گیا اور غصے سے گھوڑے کو چابک مار کر دوڑایا۔ گھوڑا بدک گیا اور یہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ لیکن اس کی ٹانگ گھوڑے کی رکاب میں پھنس گئی گھوڑا اسے ادھر ادھر لئے پھرتا رہا۔ آخر کار اس خندق میں لے چلا۔ جس میں آگ لگی ہوئی تھی۔

عبداللہ کا رمقی نیم جان جسم اس آگ میں جل کر جہنم کا ایندھن بن گیا یہ دیکھ کر امام سجدے میں گر گئے۔

ابن اثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مسرور ابن وائل حضرمی کی زبانی لکھتا ہے کہ میں مال غنیمت لوٹنے کی غرض سے اگلی صفوں میں آ گیا تھا لیکن جب میں نے ابن حوزہ کا حشر دیکھا میں ڈر گیا میں سمجھ گیا کہ یہ گھرانا اللہ کے نزدیک خاص احترام رکھتا ہے۔(۱)

بلاذری نے لکھا ہے کہ عاشورہ کے دن عبداللہ ابن حسین مصری نے بلند آواز میں پکار کر کہا۔

اے حسینؑ یہ فرات کا پانی دیکھ رہے ہو۔ کیسا صاف و شفاف ہے خدا کی قسم اس کا ایک قطرہ بھی تمہارے حلق تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ یہاں تک کہ تم اسی پیاس میں مر جاؤ۔

امام نے اس کے جواب میں بددعا دیتے ہوئے کہا۔

بارالٰہا! اسے پیاس سے مار ڈال اور کبھی اس کی مغفرت نہ فرما۔

اس کے بعد وہ جتنا پانی پیتا تھا اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی۔ جتنا پانی لیتا چاہتا کہ اور پانی لاؤ۔ اس کے اندر ایک آگ لگی ہوئی تھی یہاں تک کہ اس عالم میں وہ ہلاک ہو گیا۔(۲)

امام کے لشکر یزید سے خطاب اور عمر ابن سعد نے امام سے گفتگو کے بعد اپنے لشکر میں جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور امام حسینؑ کے خیموں کی طرف پہلا تیر پھینک کر اپنے سپاہیوں سے بولا۔

---

(۱) اشراف الانساب، تاریخ کامل ابن اثیر۔ (۲) انساب اشراف، تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ ابن عساکر

امیر کے سامنے گواہی دینا کہ (حسینؑ ابن علیؑ کی طرف) سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔

اس کے بعد یزیدی افواج نے امام کے خیموں کی طرف شدید تیر اندازی شروع کردی تیر بارش کے قطروں کی طرح خیموں پر گرنے لگے۔ اس تیر باری سے امام کے بہت زیادہ اصحاب زخمی ہو گئے یہ کچھ دیکھ کر امام نے اصحاب سے فرمایا۔

جنت اور جہنم کے درمیان فاصلہ

اٹھو! اے صاحبان عزت و شرف اور اس موت کی طرف بڑھو جس سے فرار ممکن نہیں یہ تیر اس قوم کی جانب سے تمہارے لئے جنگ کا پیغام ہے۔ خدا کی قسم تم لوگوں اور جنت اور دوزخ کے درمیان موت ہی کا فاصلہ ہے جس سے گزر کر تم جنت میں پہنچو گے اور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ تاریخ میں ہے کہ اس کے بعد امام کے اصحاب نے یکجا ہو کر ایک شدید حملہ کیا اور حق و باطل کی فوجوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی چھڑ گئی اس حملے کے بعد جب گرد چھٹا تو پتہ چلا۔ کہ امام کے اصحاب باصفا میں سے بیاسی افراد جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

اس موقع پر امام حسینؑ نے اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لے کر فرمایا۔

خدا کی ناراضگی کے اسباب

اللہ تعالیٰ یہودیوں پر شدت کے ساتھ غضبناک ہوا۔ کہ وہ اس کے لئے ایک بیٹے کے لئے قائل ہوئے۔ عیسائیوں پر اس لئے ناراض ہوا۔ کہ انہوں نے رب العزت کو تین میں تیسرا قرار دیا۔ اور مجوسیوں پر اس لئے شدید طیش میں آیا کہ وہ خدا کے بجائے سورج اور چاند کی عبادت کرنے لگے اور اب اس قوم (لشکر یزید) پر اس لئے انتہائی غیض میں آیا کہ وہ ایکا کر کے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی گفتگو کے اختتام پر فرمایا۔

واللہ! میں کبھی ان کے مطالبات نہیں مانوں گا یہاں تک کہ اپنے ہی خون میں رنگا ہوا،

اللہ سے ملاقات کروں گا۔

پھر آپ نے با آواز بلند فرمایا۔

کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو ہماری مدد کو آئے کیا کوئی مدافع ہے جو حرم رسول کا دفاع کرے۔ جب یہ آواز امام کے خیموں میں عورتوں اور بچوں نے سنی تو ان کے رونے کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس موقع پر لشکر عمر ابن سعد سے دو جوان بھائی سعد اور ابو الحتوف امام کے لشکر میں شامل ہو گئے اور امام کی رکاب میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے خواتین کی گریہ پر امام نے حضرت عباس اور حضرت علی اکبر کو بھیجا کہ انہیں خاموش کرائیں۔

اصحاب کی شہادت کے موقع پر امام کی گفتگو

امام علیہ السلام اپنے اصحاب کی جانبازی اور شہادت کے آخری سرخ لمحات میں ان کی مختلف طریقوں سے حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ انہیں وداع کرتے یا دم آخر خاک آلود نیم جان اجساد پر پہنچ کر محبت بھرے انداز میں انہیں الوداع کہتے جس سے انصار میں نئی روح خوشی اور طمانیت پیدا ہو جاتی۔

اپنے اصحاب میں سے ایک ترک غلام واضح کی جان کنی کے وقت تشریف لے گئے اسے گلے سے لگاتے ہوئے۔ اپنا دست مبارک اس کی گردن کے نیچے رکھا اور اپنا چہرہ اس کے چہرہ پر رکھا۔ آپ کی بے انتہا محبت و شفقت دیکھ کر غلام نے کہا مجھ جیسا کون ہوگا (جسے یہ اعزاز ملا ہو) کہ فرزند رسول نے اپنا رخسار اس کے رخسار پر رکھا ہو اس عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ (۱)

خوارزمی کے مطابق جب صحابی میدان جنگ کی طرف جاتے تو آپ کو یہ کہہ کر سلام کر کے وداع کرتے۔

اسلام علیک یا ابن رسول اللہ۔

---

(۱) مقتل خوارزمی۔

اے رسول اللہ کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔

امام نے فرمایا تم پر بھی سلام ہو۔ اور ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

''ان میں سے بعض نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اپنے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔ (۱)

امام حسینؑ کے ساتھ کوفہ سے قبیلہ کلب کے عبداللہ ابن عمیر اپنی والدہ اور زوجہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ جو شمر کی طرف سے امام کے لشکر کے بائیں طرف حملے میں بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے کچھ اصحاب کے ساتھ شہید ہوئے۔ انہوں نے اس جنگ میں غیر معمولی استقامت کا مظاہرہ کیا دشمن کے سپاہیوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کی زوجہ جو خیمہ میں موجود تھیں۔ اپنے شوہر کے پارہ پارہ لاشے پر بیٹھی اس کے چہرے کی خاک صاف کرتی اور فرماتی۔

تمہیں جنت مبارک ہو جس خدا نے تمہیں بہشت عطا کی۔ اسی سے دعا ہے کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ وہاں ہم نشین بنائے۔

اسی دوران شمر کے غلام رستم نے شمر کے حکم سے عبداللہ کی زوجہ پر گرز سے حملہ کیا اور اس کے سر کو پاش پاش کر ڈالا۔ یہ میدان کربلا میں شہید ہونے والی واحد خاتون ہیں۔

عبداللہ کی ماں خیمے کی لکڑی اکھاڑ کر ان کی طرف بڑھیں۔ لیکن امام نے انہیں روک دیا۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

تم میرے اہلبیتؑ کی طرف سے بہترین جزا پاؤ، عورتوں کی طرف واپس چلی جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے اللہ نے تم پر سے جہاد کا فریضہ اٹھایا ہوا ہے۔ (۲)

امام کے ایک اور صحابی عمرو بن کعب ابو ثمامہ صائدی نے ظہر کے وقت جب ہر طرف سے شدید حملے ہو رہے تھے امام کی خدمت میں عرض کیا۔

---

(۱) سورہ احزاب آیت ۲۳۔ (۲) اسباب الاشراف۔

میری جان آپ پر فدا ہو۔ اگرچہ دشمن حملے کر رہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی آپ تک پہنچ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک اور نماز آپ کی امامت میں ادا کر کے اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔

امام نے ابو ثمامہ کے جواب میں فرمایا۔

تم نے مجھے نماز یاد دلائی۔ خدا تمہیں ان نماز گزاروں میں سے قرار دے جو خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے دشمن سے کہو کہ کچھ دیر ٹھہر جائیں تا کہ ہم نماز پڑھ سکیں۔

دشمن جنگ بندی پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور ایک حملے میں حبیب ابن مظاہر اسدی بھی شہید ہو گئے۔

آخر کار امام حسینؑ نے سو سلاد صاد برستے تیروں کے دوران نماز ظہر پڑھی۔ چند اصحاب نماز کے دوران حقیقی نماز گزاروں کی صف میں شامل ہوتے ہوئے شہید ہوئے۔

چند اصحاب امام کی حفاظت کی خاطر نماز ظہر کے دوران مسلسل کھڑے رہے جو تیروں کی شدت کی وجہ سے نماز کے دوران شہید ہوئے ان میں سعید ابن عبداللہ حنفی اور عمرو ابن قرظہ بھی شامل تھے۔

جیسے ہی نماز ختم ہوئی یاصحاب تیروں کے شدید زخم سے گر پڑے اور انہوں نے کہا اے فرزند رسول کیا ہم نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔

امام نے جواب دیا ہاں تم نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔ تم جنت میں میرے آگے آگے ہو گے۔

رسول کو میرا اسلام پہنچانا اور انہیں بتا دینا کہ میں بھی تمہارے بعد آ رہا ہوں۔(۱)

ظہر کے بعد امام نے اپنے بچے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

نماز ظہر کے بعد اصحاب سے خطاب

اے معزز لوگو! دیکھو یہ جنت ہے جس کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ جس کی نہریں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور جس کے پھل تر و تازہ اور تیار ہیں یہ رسول خدا اور راہ

---

(۱) تاریخ کامل ابن اثیر۔

خدا میں مارے جانے والے شہداء ہیں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں اور ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنا رہے ہیں لہٰذا اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین کی مدد کرو اور حرم رسول کا دفاع کرو۔

حر ابن یزید ریاحی کی توبہ

حر ابن یزید ریاحی ابن زیاد کے بھیجے گئے ابتدائی لشکر کا سالار تھا جس نے امام حسینؑ کو کربلا تک گھیر کر لایا تھا۔ یہ کوفہ میں بنی ریاح قوم کا سردار اور بہادر جنگجو تھا۔ یہ عمر ابن سعد کے لشکر سے علیحدہ ہو کر توبہ کی غرض سے امام کے پاس حاضر ہوا۔ نادم ہو کر کہنے لگا کہ میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ لوگ معاملے کو اس حد تک آگے لے جائیں گے۔ اور بچ بچ آپ سے جنگ کرنے لگیں گے ورنہ میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا۔ اب تک جو میں نے آپ کے خلاف کام کئے ہیں ان سب خطاؤں سے توبہ کے لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں مرتے دم تک آپ کی مدد کروں گا۔ آپ کے قدموں میں جان نثار کروں گا۔ کیا آپ میری توبہ قبول فرمائیں گے۔

امام نے جواب دیا۔

ہاں خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔(۱)

حر اور زہیر ابن قین نے مشترکہ طور پر دشمن پر زبردست حملہ کیا اور دونوں بہادری سے لڑتے رہے دشمن کے چالیس سے زیادہ افراد کو قتل کیا حر کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں جس پر وہ پیدل ہو کر لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے نیم جان ہو کر گر پڑا اس موقع پر امام کے کچھ افراد اسے بچا کر خیمہ میں لے آئے جہاں شہداء کی لاشیں رکھی تھیں آپ حر کے قریب تشریف لائے۔ ابھی اس کے جسم میں کچھ رمق باقی تھی کہ آپ نے فرمایا۔

یہ (دشمن) ایسے قاتلوں کی مانند ہیں جیسے انبیاء اور اولاد انبیاء کے قاتل ہوتے ہیں تم آزاد مرد ہو۔ جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام "حر" (یعنی آزاد) رکھا تھا تم اس دنیا اور آخرت دونوں میں آزاد ہو۔

---

(۱) تاریخ کامل ابن اثیر۔

حر کے غم میں امام کے چند اشعار

حر تو قبیلہ بنی ریاح سے تعلق رکھتا ہے کیا جوان مرد ہے گھمسان کی جنگ اور تیروں کی بارش کے باوجود ثابت قدم ہے۔ اور وہ کتنا اچھا ہے کہ جب حسینؑ نے اسے صدا دی۔ اس نے ان کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردی بارالہا!۔۔۔ جنت میں خوبصورت وسیع حور کو اس کی زوجہ قرار دے۔(۱)

حر کی شہادت کے بعد زہیر ابن قین کی شہادت ہوئی یہ بھی کوفہ کے سرداروں میں سے تھے حضرت علیؑ کے دور خلافت میں انہوں نے امیر معاویہ کا ساتھ دیا تھا ۶۰ ہجری میں اپنی زوجہ کے ہمراہ حج کی غرض سے نکلے تھے واپسی میں کربلا کے نزدیک امام حسینؑ سے ملاقات ہوگئی ایسے مطلب ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ کر امام کے ہمرکاب ہوگئے اور بہت بہادری سے لڑے دوران جنگ امام حسینؑ کے پاس آئے اور کہا۔

میری جان آپ پر فدا ہو۔ اے ہدایت یافتہ ہادی، آج میں آپ کے جد پیغمبر سے ملاقات کروں گا حسن مجتبیٰ مرتضیٰ اور دو پروں والے شیخ جوان مرد (جعفر طیار) سے ملوں گا۔ اللہ کے شیر حمزہ سے بھی جو ہمیشہ رہنے والے شہید ہیں۔

زہیر جب شہید ہوکر گرے تو امام ان کے سرہانے پہنچے اور ان الفاظ میں ان کی قدر افزائی فرمائی۔

خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔ اے زہیر اور تمہارے قاتلوں پر لعنت کرے۔ جو گزشتہ قوموں پر کی گئی تو وہ بندر اور سور کی شکل میں مسخ ہوگئے۔(۲)

امام حسینؑ کے اصحاب میں "حنظلہ بن شبامی" بھی تھے انہوں نے دشمن کے سامنے آکر اسے نصیحت کی اور آخر میں یہ آیت تلاوت کی جو مومن آل فرعون نے فرعونیوں کو حضرت کے قتل سے باز رکھنے کے لئے کہی تھی۔

---

(۱) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، اسد الغابہ، الاصابہ۔ (۲) مقتل الحسین۔

"اے قوم! میں تمہارے بارے میں فریاد رسی کے لئے پکارنے کے دن (قیامت) سے ڈر رہا ہوں جس دن تم سب پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن خدا کے غضب سے کوئی تمہیں بچانے والا نہیں ہوگا۔ اور جس کو خدا اس کے عمل کے اثر سے، گمراہی میں چھوڑ دے۔ اس کی ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔(۱)

یہ جب لعینوں کی طرف آئے تو امام حسینؑ نے ان کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا تم پر رحم کرے جب ان لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور تمہارے دوستوں کے قتل کے لئے تیار ہوئے تو اسی وقت عذاب کے مستحق ہو گئے تھے اور اب تو انہوں نے تمہارے ساتھیوں کا خون ناحق بہا دیا ہے۔

حنظلہ نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو آپ نے بالکل درست فرمایا۔

پھر حنظلہ نے اذن جہاد کے لئے کہا۔

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاؤں اور اپنے بھائیوں سے جا ملوں وہ بھائی جو جنت میں میرے منتظر ہیں۔

امام نے جواب دیا۔

ہاں جاؤ۔ اس طرف جو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے ایسی سلطنت جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

حنظلہ نے امام سے وداع کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام علیک یا ابا عبداللہ و صلی اللہ علیک و علی اھلبیتک و علی ابنائک و علی جسمک"

حنظلہ بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔(۲)

کربلا میں شہید ہونے والوں میں حضرت ابوذر غفاری کے سیاہ فام غلام جون بھی تھے یہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کے بعد اہلبیتؑ کے ساتھ رہے تھے عاشورہ کے دن جب

---

(۱) سورہ غافر آیت ۳۲۔ ۳۳۔ (۲) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

جنگ کی شدت اپنی انتہاؤں کو چھونے لگی تو امام کے پاس آئے اور آپ سے اذن جہاد طلب کیا۔
امام نے فرمایا۔

اے جون! میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ (کہ یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی جان کی حفاظت کرو) کیونکہ تم سکون و عافیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے ہمارے ہمراہ آئے تھے اب ہماری وجہ سے اپنے کو خطرے میں مبتلا نہ کرو۔

جون نے امام کے قدموں میں اپنے کو گرا لیا اور ان کے قدم چومتے ہوئے عرض کی۔

اے فرزند رسول! کیا یہ ممکن ہے کہ راحت و آسائش کے دنوں میں تو میں آپ کے ساتھ رہوں اور برے دنوں میں اور مشکلات اور دشمنوں کے درمیان آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں ہاں میرے بدن سے بو آتی ہے میرا حسب پست ہے میرا رنگ سیاہ ہے اب مجھے جنت دے کر مجھ پر احسان کیجیے تاکہ میرے بدن سے خوشبو آئے میرا رنگ سفید ہو جائے اور میں عزت و شرافت حاصل کر سکوں خدا کی قسم میں ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ میرا یہ سیاہ خون آپ کے خون میں مل جائے۔

امام حسینؑ نے جب جون کا خلوص، ایثار، فداکاری اور اصرار دیکھا تو آپ کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی جب وہ نڈھال ہو کر گرے تو امام اس کے سرہانے پہنچ گئے۔ اور اسے ان الفاظ میں دعا دی۔

بارالہا! اس کے چہرے کو منور کر دے اس کے بدن کو معطر کر دے۔ اسے اپنے نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما۔ اور محمد و آل محمد اور اس کے درمیان زیادہ سے زیادہ آشنائی اور واقفیت قرار دے۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ شہدائے کربلا کے جسموں میں سے سب سے زیادہ خوشبو جون کے بدن سے آرہی تھی جو سارے ماحول کو معطر کئے ہوئے تھی۔

امام کے ایک اور صحابی جنادہ انصاری جنگ کے پہلے حملے میں شہید ہو چکے تھے ان کے گیارہ سالہ فرزند عمر امام سے اذن جنگ کے لئے آئے۔ امام نے کہا اس جوان کے والد پہلے حملے میں مارے جا چکے ہیں اب (اس کا جانا) اس کی ماں پسند نہ کرے گی۔

اس جانباز نوجوان عمر بن جناوہ نے جب یہ سنا تو عرض کیا۔

میری ماں ہی نے مجھے حکم دیا ہے۔

امام نے جب اس کا جواب سنا تو اجازت دے دی۔

عمر میدان جنگ کی جانب روانہ ہوئے اور دشمن کے سامنے پہنچ کر یہ رجز پڑھی۔

''میرے سردار حسینؑ ہیں اور یہ کتنے اچھے انسان ہیں جو بشیر و نذیر پیغمبر کے دل کا چین ہیں علیؑ و فاطمہ ان کے والد ہیں کیا تم ان جیسی کسی اور ہستی سے واقف ہو۔''

عمر سخت مقابلے کے بعد شہید ہوئے۔ دشمن نے ان کا سر کاٹ کر خیموں کی طرف پھینک دیا۔ عمر کی والدہ نے سر اٹھا کر صاف کیا۔ اور دشمن کے ایک قریب کھڑے سپاہی کو مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر خیمے سے ایک لکڑی اٹھالائیں اور درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کر دیا۔

''میں ایک ضعیف کمزور اور ناتواں عورت ہوں۔ لیکن فاطمہؑ کے فرزند کی حمایت میں تم پر سخت ضرب لگاؤں گی انہوں نے دشمن کے دو مزید سپاہیوں کو زخمی کر دیا پھر امام کے حکم سے خیموں کی سمت واپس چلی آئیں۔(۱)

شہادت جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام

جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام میدان کربلا کے وہ واحد شہید ہیں کہ جنہیں امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا سے خط لکھ کر بلایا۔ مورخین نے لکھا کہ جب امام حسین علیہ السلام کا قاصد امام حسین علیہ السلام کا خط لے کر کوفے پہنچا تو جناب حبیب ابن مظاہر بازار میں بالوں میں لگانے کے لئے خضاب خرید رہے تھے۔ امام حسینؑ کے قاصد نے جناب ابن مظاہر کو امام حسین علیہ السلام کا خط دیا۔ جناب حبیب ابن مظاہرؓ نے خط کو آنکھوں سے لگایا اور پڑھنا شروع کیا خط میں تحریر تھا کہ حبیب میں اپنے اہراہیوں کے ہمراہ میدان کربلا میں نرغہ اعداء میں گھر چکا ہوں اور ہمارے ساتھ رسول زادیاں بھی ہیں۔ جناب حبیب ابن مظاہر نے خط پڑھتے ہی اپنا عمامہ سر سے اتار کر پھینک دیا اور دکاندار کو یہ کہتے

ہوئے خضاب واپس کیا کہ اب میری میدان میں میرے خون سے ہی خضاب ہوگی۔

اس کے بعد فوراً آپ اپنے گھر پہنچے اپنی زوجہ کو اپنی کربلا روانگی سے مطلع کیا غلام سے کہا کہ گھوڑے کو سفر کے لئے تیار کرے۔ غلام نے بھی آپ کے ہمراہ کربلا جانے کے لئے اصرار کیا اس طرح فوج یزید کی سخت ترین ناقہ بندی کے باوجود جناب حبیب ابن مظاہرؓ اور ان کا غلام کربلا پہنچ گئے۔ اور خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے جیسے ہی اصحاب حسینؑ کو جناب حبیب ابن مظاہرؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو فوج حسینیؑ نے نعرہ تکبیر بلند کر کے جناب حبیب ابن مظاہرؓ کا استقبال کیا۔

اور پھر روز عاشورہ وہ وقت بھی آیا کہ ۸۰ سال کے جناب حبیب ابن مظاہرؓ نے اپنی کمر سے پٹکا باندھا۔ اور تلوار ہاتھ میں لے کر جوانوں کی طرح خدمت امام حسین علیہ السلام میں اذن جنگ لینے کے لئے آئے۔ امام حسین علیہ السلام نے جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو میدان کارزار میں جانے کی اجازت دی تو شجاعانہ انداز میں لشکر یزید پر حملہ آور ہوئے کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کیا لیکن ۳ دن کے بھوکے پیاسے حبیب ابن مظاہرؓ کہاں تک لڑتے آخر وہ وقت بھی آیا کہ امام حسین علیہ السلام کو سلام آخر کیا۔ امام حسین علیہ السلام جناب حبیب ابن مظاہرؓ کے لاشے پر پہنچے اور گریہ کرتے ہوئے اپنا منہ جناب حبیب ابن مظاہرؓ کے منہ پر رکھ کر فرمایا کہ حبیب اب تمہارے بعد خیام حسینیؑ کی حفاظت کون کرے گا۔

خانوادہ رسالت و دیگر بنی ہاشم کے جوانوں کی شہادت

علی اکبرؑ کی شہادت

امام کے انصار و اصحاب کی شہادت کے بعد آپ کے گھرانے کے افراد نے جنگ میں جانا شروع کیا۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ کربلا میں کل انہارہ بنی ہاشم شہید ہوئے جن میں سب سے پہلے شہید امام کے فرزند ارجمند علی اکبرؑ تھے جو تمام حسین و جمیل جوان تھے۔

کربلا کے دوران ایک دفعہ امام حسینؑ نے علی اکبرؑ کو اپنی اور اصحاب و انصار کی شہادت کی خبر سنائی تو انہوں نے جواب دیا کہ اے والد! اگر موت حق کی راہ میں واقع ہوئی تو پھر ہمیں

---

(۱) مقتل خوارزمی، جامع طبری۔

موت کی کوئی پروا نہیں۔

شہادت سے پہلے آپ اٹھارہ سال کے تھے اور خاندان رسالت کے سب سے پہلے شہید ہیں جب آپ نے اپنے والد سے وداع ہونے کا قصد کیا۔ امام حسینؑ نے بہت محبت سے آپ کے سراپہ پر نگاہ ڈالی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

بارالہا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب ایک ایسا جوان اس کی طرف جا رہا ہے جو صورت و سیرت عادات و اطوار اور اقوال گفتار میں تیرے نبی سے سب لوگوں سے زیادہ شباہت رکھتا ہے اور جب کبھی ہم تیرے نبی کی زیارت کرنا چاہتے تھے تو اس کے (علی اکبرؑ کے) چہرے کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

بارالہا! ان لوگوں کو زمین کی برکتوں سے محروم کر دے اور انہیں اختلاف و انتشار میں مبتلا کر دے انہیں گروہوں گروہوں میں بانٹ دے ان کے حکام کبھی ان سے خوش نہ ہوں۔ ان لوگوں نے ہمیں اس لئے بلایا تھا کہ یہ ہماری مدد کریں گے لیکن پھر ہمارے ہی دشمن ہو گئے تاکہ ہمیں قتل کریں۔

پھر امام نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے۔ یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا جاننے والا ہے۔(۱)

جب حضرت علی اکبرؑ مقتل کی سمت روانہ ہونے لگے تو امام نے مرہ ابن منقذ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ خدا تیری نسل کو ختم کرے جس طرح تو نے میری نسل کو ختم کیا ہے تو نے میری اور رسول اکرمؐ کی قرابت کا لحاظ نہ رکھا۔ خدا تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تیرے بستر پر تیرا سر تن سے جدا کر دے۔(۲)

---

(۱) سورہ آل عمران آیت ۳۳ تا ۳۴

(۲) علم انساب کی دو اتھارٹی، ہم کتابوں یعنی "نسب قریش" اور "جمہرۃ ابن حزم" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرہ ابن منقذ کی نسل میں سے اس کے پوتے "بکر ابن حفص" کے بعد کوئی نہیں باقی بچا خود ابوبکر اپنے باپ حفص کے بعد کچھ ہی عرصے زندہ رہا اس کی موت کے بعد اس کی کسی اولاد کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یقیناً اس کی کوئی اولاد ہوتی تو نسب و نسب کے ماہرین ضرور اپنی کتابوں میں ذکر کرتے خصوصاً امام کی بددعا کے بعد یہ ایشو خاص طور پر ایک تحقیقی موضوع کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

حضرت علی اکبر نے دشمن کی صفوں کے سامنے آکر پر جوش رجز پڑھا۔

میں علی ابن حسینؑ ابن علی کا بیٹا ہوں۔ اور کعبہ کی قسم ہم ہی نبی کے سب سے قریب ترین ہیں۔ خدا کی قسم یہ پست انسان کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ اس نیزے سے دشمن پر اتنے وار کروں گا کہ اس کی انا مر جائے گی۔ اس تلوار سے اس وقت تک ضرب لگاؤں گا جب تک یہ تلوار گھوم نہ جائے۔ ایسی ضرب جو ہاشمی علوی جوان کے شایان شان ہے۔

خوارزمی لکھتے ہیں علی اکبر نے پیاس کی شدت کے باوجود ایسی شدید ترین جنگ کی اور دشمنوں کی صفوں پر تابڑ توڑ حملے کئے کہ دشمن دادو فریاد کرنے لگے ان کے ہاتھوں ایک سو بیس سے زیادہ افراد مارے گئے اس کے بعد آپ خیمے کی طرف لوٹ آئے۔ پھر دوسرا حملہ کیا۔ اور جب زمین پر گرے تو بلند آواز میں کہا۔ بابا جان! یہ میرے جد رسول اللہ ہیں۔ جنہوں نے مجھے بہشت کے جام سے سیراب کر دیا ہے اب مجھے کوئی پیاس نہیں امام حسینؑ ان کے سرہانے پہنچ گئے۔

اور فرمایا:

"خدا اس قوم کو نابود کر دے۔ جس نے تمہیں قتل کیا ہے۔ میرے بیٹے یہ لوگ کس قدر بے باکی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہتک حرمت کر رہے ہیں تمہارے بعد اس دنیا پر خاک ہے۔"(۱)

حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد مسلم ابن عقیل کے کم سن فرزند عبداللہ جنگ کے لئے گئے عبداللہ کی والدہ کا نام رقیہ تھا۔ جو حضرت علیؑ کی صاحبزادی تھی عبداللہ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا۔

میں آج اپنے والد مسلم اور ان دلاوروں سے ملاقات کروں گا جو نبی اکرمؐ کے دین کی راہ میں مارے گئے۔

عبداللہ نے اسی طرح رجز خوانی کرتے ہوئے تین مرتبہ دشمن پر حملہ کیا اور ہر مرتبہ کئی افراد کو ہلاک کیا۔

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، مقتل خوارزمی۔

لشکر یزید کے ایک شخص یزید بن رقاد نے عبداللہ کی پیشانی کا نشانہ لے کر تیر مارا۔ عبداللہ نے بچنے کے لئے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کی لیکن تیر ہاتھ سمیت پیشانی میں پیوست ہو گیا۔

اس موقع پر ہاشمی جوانوں نے حملہ کر کے عبداللہ کی لاش خیمے میں لے آئے امام نے ہاشمی جوانوں کو عقاب کی مانند حملہ کرتے دیکھا تو فرمایا۔

اے چچا زاد بھائیوں اور اے میرے خاندان والوں موت کے لئے اتنی بے تابی مت دکھاؤ، خدا کی قسم آج کے بعد کبھی کسی ذلت کا سامنا نہیں کرو گے۔(۱)

قاسم ابن حسنؑ کی شہادت

آل ابی طالب کے چند ہاشمی جوانوں کی شہادت کے بعد ایک اور خوبرو جواں کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا ہوا تھا جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا جن کی عمر تیرہ سال بیان کی جاتی ہے وہ قاسم ابن امام حسن مجتبیٰؑ تھے وہ اس انداز میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے کہ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا بدن پر (زرہ کی بجائے) عربی لباس تھا کم سنی کے باعث کوئی زرہ آپ پر فٹ نہیں آ رہی تھی پاؤں میں نعلین تھیں اور ہاتھ میں تلوار سنبھالے ہوئے۔ حضرت قاسم جنگ میں مصروف تھے کہ کچھ دیر بعد عمرو بن سعد نامی ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور انہیں زمین پر گرا دیا۔ انہوں نے اپنے چچا امام حسینؑ کو مدد کے لئے پکارا امام جو مسلسل قاسم کو جنگ کرتا دیکھ رہے تھے۔ تیزی سے قاسم کی مدد کے لئے لپکے آپ کی نظر جب قاسم کے خون میں ڈوبے ہوئے جسم پر پڑی تو فرمایا۔ "اللہ کی رحمت سے دور ہے وہ قوم جس نے تمہیں قتل کیا۔ قیامت کے دن تمہارے جد امجد اور والد گرامی ان کے مدعی اور مخالف ہوں گے۔

پھر فرمایا۔ خدا کی قسم تمہارے چچا کے لئے سخت ناگوار ہے کہ تم مدد کے لئے پکارو۔ اور وہ خود مدد کو نہ پہنچ سکے یا اس وقت پہنچے جب کوئی فائدہ نہ رہے۔ واللہ آج تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور حامیوں و انصار بہت کم۔"

---

(۱) تاریخ طبری، مقتل خوارزمی۔

معصوم علیؑ اصغر کی شہادت

شہدائے کربلا میں ایک اور دردناک اور جانگداز شہادت امام کے چھ ماہ کے دودھ پیتے بچے علی اصغر کی ہے مورخ خوارزمی نے اپنے مقتل میں لکھا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کے تمام اصحاب و انصار کے مارے جانے کے بعد جب ان کے خیموں میں عورتوں بچوں اور سید سجاد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امام نے استغاثہ بلند کیا۔

"کیا کوئی ہے جو حرم پیغمبر کا دفاع کرے؟ کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو رضائے الٰہی کے لئے ہماری مدد کو آئے؟ کیا کوئی ناصر و مددگار ہے جو خدا سے ڈرے اور ثواب کی امید پر ہماری مدد و نصرت کرے۔"

امام علیہ السلام کی صدائے استغاثہ سن کر خیموں سے عورتوں بچوں کی گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ امام پلٹ کر خیموں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا۔

میرے بیٹے علی (اصغر) کو لاؤ۔ تاریخ لکھتی ہے کہ جب امام استغاثہ بلند کر رہے تھے اس شیر خوار نے اپنے کو پنگھوڑے سے نیچے گرا لیا۔ امام علی اصغر کو لے کر میدان میں آئے۔ اور کہا اے فوج اشقیاء اگر تمہاری نظر میں میں قصوروار ہوں اس بچے نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔ اسے تو پانی پلا دو۔

اس سے لشکر میں بے چینی کے اثرات بڑھنے لگے لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے عمر ابن سعد نے حرملہ کو اشارہ کیا جو ماہر تیر انداز تھا اس نے علی اصغر کی گردن کا نشانہ لے کر تیر مارا جو امام کے بازو کو زخمی کرتے ہوئے بچے کی شہادت کا موجب بنا۔

تاریخ لکھتی ہے کہ علی اصغر کا خون امام نے زمین پر گرنے نہیں دیا چلو میں لے کر آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا۔

"اے اللہ یہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا۔

سپہ سالار فوج حسینی قمر بنی ہاشم کی شہادت

لشکر حسینی کے سپہ سالار حضرت ابوالفضل عباسؑ تھے جو امام حسینؑ کے چھوٹے بھائی تھے آپ کی والدہ ام البنین تھیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے چار بھائی عبداللہ بن علی، جعفر بن علی، عثمان بن علیؑ، محمد بن علی بھی معرکہ کربلا میں شہید ہوئے اس طرح حضرت علیؑ کے کل چھ بیٹے اس دن شہید ہوئے شہادت کے وقت حضرت عباس کی عمر بتیس برس تھی آپ قمر بنی ہاشم کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ انتہائی جری شجاع، عالم، عارف اور دردمند انسان تھے امام نے اسی شجاعت و دلاوری کے پیش نظر انہیں میدان جنگ میں بھیجے جانے میں تاخیر کر رہے تھے ہر مرتبہ اذن جہاد طلب کرنے پر فرماتے تھے۔ آپ میرے پرچم دار ہیں آپ کی شہادت لشکر حق کی ہزیمت و شکست اور لشکر شیطاں کی کامیابی تصور کی جائے گی۔

جب سب انصار و یاور و مددگار اور بھائی، بھتیجے، بھانجے و دیگر شہدائے بنی ہاشم شہید ہو گئے تو حضرت عباسؑ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور فرمایا۔

اب میرا دل تنگ ہو چکا ہے اور میں زندگی سے اکتا چکا ہوں۔

امام نے انہیں حکم دیا کہ آپ بچوں کے لئے پانی کا بندوبست کیجیے حضرت عباسؑ انتہائی بہادری سے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے نہر فرات تک پہنچ گئے مشک بھرنے کے بعد چاہا کہ پانی پی لیں۔ لیکن فوراً ہی پانی پھینک دیا اپنے آپ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے نفس! اگر حسینؑ۔ ہوں تو ذلت اور تباہی تیرا مقدر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ان کے بعد زندہ رہوں حسینؑ تو میدان جنگ میں ہیں اور تو تشنہ، پانی پینا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم میرا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔"

پھر جب مشک بھر کر خیام کی طرف واپس جاتے ہوئے اپنے راستے میں دشمن کے جمع غفیر کو دیکھا تو یہ رجز پڑھا۔ "موت کی چنگھاڑ سننے کے باوجود میں موت سے نہیں ڈرتا۔ یہاں تک کہ میرا جسم میدان جنگ میں تلواروں کے درمیان چھپ جائے۔ میری جان مصطفیٰ کے

پاکیزہ بیٹے پر قربان ہو۔ میں عباس ہوں۔ اور یہ مشک خیمے تک لے کر جاؤں گا۔ اور دوران جنگ مجھے کوئی خوف طاری نہیں ہوتا۔

اس موقع پر حضرت عباس کی انتہائی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح پانی سادات کے تین دن کے پیاسے بچوں تک پہنچ جائے آپ انتہائی گھمسان کی جنگ کر کے آگے بڑھ رہے تھے اس موقع پر دشمن کے زید بن رقاد نامی فرد نے جو کھجور کے درخت کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ ایک بزدلانہ حملہ کر کے آپ کا دایاں بازو قلم کر دیا حیدر کرار کے بیٹے نے اپنا سیدھا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود اپنے اہداف و مقاصد کو ولولہ انگیز اشعار میں یوں بیان کیا۔ خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا دایاں بازو قلم کر دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین کا دفاع کرتا رہوں گا۔ اور اپنے امام کا دفاع کروں گا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور پاک و پاکیزہ و صادق و امین نبی کے فرزند ہیں۔

آپ اپنے بازو کے کٹنے کے باوجود دشمنوں کی طرف جنگ کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اس اثناء میں حکیم بن طفیل نامی شخص نے اپنی خفیہ کمین گاہ سے گھات لگا کر آپ کا دوسرا بازو بھی قلم کر دیا۔ اس دوران آپ پر تیروں کی بارش بھی ہو رہی تھی انہی میں سے ایک تیر مشک پر اور ایک حضرت عباس کے سینے پر لگا جس کے نتیجے میں ان سے آگے بڑھنا محال ہو گیا اس موقع پر دشمن کے ایک فرد نے موقع پا کر آپ کے سر پر فولادی گرز سے حملہ کر دیا جس سے آپ کا سر کھلے کھلے ہو گیا آپ نے زمین پر گرتے ہوئے صدا دی۔

علیک منی سلام یا ابا عبداللہ

اپنے بھائی کی آواز سن کر امام عالی مقام ان کے سرہانے تشریف لائے اور وہیں ان کے غم میں لشکر یزیدی سے مخاطب ہو کر چند اشعار کہے۔

اے بدترین لوگو! تم نے ظلم و ستم کی حد کر دی۔ اور ہم اہلبیتؑ کے بارے میں محمد رسول اللہ کے احکام کی مخالفت کی۔ کیا نبی اکرمؐ نے جو اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہیں۔ تمہیں ہمارے بارے میں ہدایت نہیں دی تھی۔ کیا میرے نانا کو رسالت کے لئے منتخب نہیں کیا گیا تھا۔ کیا

سیدہ زہرا میری والدہ ماجدہ نہیں تھیں۔ اور خیر الانام رسول اللہ کے بھائی علیؑ میرے والد نہیں تھے۔ اس ظلم و ستم کی وجہ سے جس کے تم مرتکب ہوئے ہو تمہیں لعنت اور ذلت کا سامنا کرنا ہوگا اور جلد ہی ایسی آگ کی طرف لے جائے جاؤ گے جس کی حدت بہت شدید ہے۔(۱)

شہادت عبداللہ بن حسنؑ

مورخ کامل ابن اثیر لکھتا ہے کہ امام حسینؑ دوران جنگ ایک موقعہ پر دشمن کے درمیان محاصرے میں آ گئے تو امام کے خاندان کا ایک کمسن بچہ خیمے سے نکلا اور دوڑتا ہوا امام علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت زینب اسے خیمہ میں واپس لانے کے لئے اس کے پیچھے آئیں لیکن وہ یہ کہہ کر بھاگتا رہا۔ نہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا کے ساتھ رہوں گا۔ اسی دوران دشمن کے ایک فرد بحر ابن کعب ابن تیم نے تلوار سے امامؑ پر وار کیا۔ بچے نے جب یہ دیکھا تو چلا کر کہا "اے خبیث عورت کے بچے تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اپنے چچا کو بچانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ بحر ابن کعب کی تلوار پڑی۔ بچے کا ہاتھ کٹا اور تلوار سے لٹک کر رہ گیا۔

---

(۱) رسول اکرمؐ نے اپنے آخری وقت میں امت کو قرآن اور اہلبیتؑ سے تمسک رکھنے ان سے وابستہ رہنے ان سے محبت و مودت رکھنے کی وصیت و تاکید کی کہ میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری عترت اہلبیتؑ میں دیکھوں گا۔ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرو گے یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے حوض کوثر پر مجھے ایک ساتھ ملیں گے لیکن امت نے رسول اکرمؐ کے بعد اہلبیت رسولؐ کو ایسے ایسے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا کہ جن کے بیان سے زبان عاجز ہو جاتی ہے۔ اگر حضورؐ اپنے بعد اہلبیتؑ کو اذیت دینے کی تاکید کرتے بھی تو امت ان سے زیادہ ظلم و اذیت نہیں پہنچا سکتی تھی۔ قیامت کے دن جب رسول اکرمؐ امت سے سوال کریں گے۔ بتاؤ تم نے میرے بعد میری عترت اہلبیتؑ سے میرا رسالت کیسے ادا کیا تو امت کا جواب ہوگا ہم نے تعمیل ارشاد رسالت مآب کیا۔ آپ کے نواسے کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اور اس کی پامال لاش کئی دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ اور آپ کی بیٹیوں کو کڑی دھوپ کے بارہ دنوں دریاؤں میں الغیر چادر و گھروں میں بغیر تے دشمن سے سر برہنہ رہنے اور ان کی بے حرمتی کرنے کے بجائے چند سوالوں میں ہم نے ملوکیت کے کارندوں سے مطمئن و تسلی کا اظہار کیا اور انہیں کو دہراتے رہے۔ ہمارا نہیں کی اصلاحات دیوبندی کی۔

بچے نے شدید درد اور تکلیف کے عالم میں امام کی طرف رخ کیا۔ اور صدا دی۔ ہائے چچا میری مدد کیجیے۔ اور مجھے اس درد سے نجات دیجیے امام نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور کہا۔ میرے بھتیجے اس مصیبت پر صبر کرو۔ خدا تمہیں تمہارے پاک و پاکیزہ اجداد، رسول اللہ، علیؑ، حمزہ، جعفر، اور حسنؑ سے ملائے گا۔ پھر امام نے یزیدی لشکر کو بددعا دی۔

امام کی رسول زادیوں سے آخری رخصت

اگر یہ کہا جائے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ عاشورہ کے دن امام حسینؑ کی اپنے اہلبیتؑ مستورات و بچوں اور بیمار بیٹے امام زین العابدینؑ سے آخری رخصت طلب کرنا سخت ترین لمحہ تھا۔ کیونکہ ایک طرف مخدرات اہلبیتؑ یہ دیکھ رہی تھیں کہ ساری کائنات میں ان کے نانا، بابا سرپرست و پیشوا، اصحاب و انصار اور جوانان بنی ہاشم کی شہادت کے بعد ان سے ہمیشہ کے لئے جدائی کے لئے جا رہے ہیں۔ ایسی جدائی کہ جس کے بعد ملنے کا امکان نہیں اور وہ بھی ایسی حالت میں جب نبی زادیاں چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری ہوئی ہیں۔ اور ہر طرف دشمن کی موجودگی کا شور ہے۔ تمام اعزا کے لاشے ارد گرد بکھرے پڑے ہیں۔ اپنے والی و سرپرست کے بعد وہ اس وسیع و عریض صحرا و بیابان میں کہاں جائیں گی۔ کس کو مدد کے لئے پکاریں گی۔ اس غربت و بے کسی میں کس کی پناہ طلب کریں گی۔ یہی وجہ تھی کہ بار بار نبی زادیاں مدینہ کی طرف رخ کر کے "وامحمداہ، وامحمداہ" ہمارے نانا ہماری اس بے بسی میں خبر لیجیے۔ آپ کی امت ہمیں اجاڑنے اور برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ لاچار عورتیں اور بچے امام کے بعد کس طرح اپنے بچاؤ کا سامان فراہم کریں گے۔ کس سے فریاد کریں گے۔ لہٰذا دم آخر یہ سب امام کے ارد گرد جمع ہو گئیں اور امام کا دامن تھام کر وہ گریہ و بکا کیا کہ قلم اس رنج و غم کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ معصوم بچیاں پکار رہی تھیں۔ اے ہمارے بابا اے ہمارے والی و سرپرست ہمیں اس وحشت خیز میں تنہا چھوڑ کر مت جائیں۔ ایک بچی بولی۔ بابا آپ جانے سے پہلے ہمیں ہمارے نانا کے مدینہ پہنچا دیجیے۔

دوسری طرف امام جو شفقت، مہربانی، محبت و غیرت و شجاعت کے پیکر تھے ان غم گیر لمحات میں خاموشی سے اس بے کس گروہ کو دیکھ رہے تھے۔ جن کی نالہ و فغاں سے سرزمین کربلا گونج رہی تھی۔ محمد کی یتیم ہو جانے والی نواسیوں کی بے کسی اور چیخ و پکار سن رہے تھے۔ چھوٹی بچیاں بار بار پانی کا تقاضہ کر کے رو رہی تھیں۔ جبکہ بڑی بی بیاں زینب و ام کلثوم رنج و الم سے مبہوت، لبوں پر سکوت طاری، امام حسینؑ کو دیکھے جا رہی تھیں۔ اب یہ بھی عورتوں اور بچیوں کو چپ کراتے کراتے تھک چکی تھیں۔

امام کی ان حالات میں اندرونی صحیح کیفیت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ کہ آپ نے کس دل و جگر کے ساتھ انہیں قانع کر کے انہیں کس طرح آئندہ پیش آنے والے حالات کے لئے تیار کیا ہوگا اور انہیں صبر و حوصلہ اور اعلیٰ الٰہی اقدار کے لئے کیسے آمادہ کیا ہوگا۔

امام نے انہیں صبر و بردباری کی تلقین کی۔ اور لباس ازار (۱) پہننے کی ہدایت کی۔ پھر فرمایا۔ مصیبتوں اور مشکلات کے دنوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یاد رکھو! اللہ تمہارا محافظ اور حامی ہے۔ وہی بہت جلد تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دلائے گا۔ اور تمہاری عاقبت کو خیر کرے گا۔ اور تمہارے دشمنوں کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور جو رنج و مصائب تم اٹھاؤ گے اس کے بدلے میں تمہیں بیش بہا نعمتیں اور کرامتیں عنایت فرمائے گا۔ لہٰذا نہ گلہ و شکوہ کرنا اور نہ کوئی ایسی بات زبان پر لانا جس سے تمہاری قدر و منزلت کم ہو۔

خواتین سے رخصت لینے کے بعد امام بیمار بیٹے حضرت زین العابدینؑ جو کہ غشی کی حالت میں اپنے خیمے میں تھے سے رخصت لینے گئے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کو نبی کریمؐ کی میراث جو کہ واپسی میں بی بی ام سلمہ کے پاس مدینہ میں تھی حاصل کرنے کی ہدایت کی اور چند خاص باتیں وصیت کیں۔

---

(۱) لباس ازار یہ سر پر اسکارف قسم کی چیز ہوتی ہے جسے خواتین سختی سے سر پر ڈھانپ لیتی ہیں۔ امام جانتے تھے بد خصال دشمن ٹوٹ مار کر کے بیبیوں سے چادر چھین لے گا سیدانیوں کو آئندہ کے مراحل کے لئے امام نے احتیاطاً بی بیوں کو حجاب کروایا۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: پھر امام نے مجھے اپنے گلے سے لگایا۔ جبکہ آپ کے تمام بدن سے خون بہہ رہا تھا۔ فرمایا اے میرے بیٹے! یہ دعا مجھ سے سیکھ لو بوقت ضرورت۔ کسی اہم کام کسی پریشانی، کسی مصیبت یا انتہائی مشکل حوادث کے موقع پر اس کے ذریعے خدا کو پکارنا۔ یہ وہ دعا ہے جو مجھے بی بی فاطمہؑ نے اور انہیں یہ دعا نبی اکرمؐ نے تعلیم فرمائی تھی۔ اور انہوں نے اسے جبرئیل سے حاصل کیا تھا۔

اے یٰسین والقرآن الحکیم وانک لمن المرسلین والقرآن العظیم اے وہ جو مانگنے والوں کی حاجتوں سے باخبر ہے۔ اے وہ جو باطن میں چھپے امور سے مطلع ہے۔ اے غم واندوہ میں مبتلا لوگوں کو تسلی دینے والے اے پریشانیوں سے دوچار لوگوں کو نجات دلانے والے۔ اے وہ جو عمر رسیدہ ضعیف افراد پر رحم کرتا ہے اور چھوٹے بچوں کو ان کا رزق دیتا ہے۔ اے وہ جسے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اے محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور میری مشکل کو اور میرے لئے (اس موقع پر اپنی حاجت کا ذکر کرے) آسان کرے۔

۲۔ دوسری خصوصی وصیت میرے والد کی وہ یہ ہے کہ۔

اے میرے بیٹے! اس شخص پر ظلم کرنے سے خوف کھانا جس کا خدا کے سوا کوئی اور مددگار نہ ہو اس کے بعد آپ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے تمام تاریخیں متفق طور پر یہ لکھتی ہیں کہ آپ نے اتنے زیادہ مصائب اور تین دن کی بھوک و پیاس کے باوجود اتنی شجاعت و بہادری سے جنگ لڑی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ آپ جس طرف بڑھتے تھے دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتے تھے۔ امام نے فرمایا۔ "اگر میرے نانا محمد مصطفیٰ کے دین کے استحکام اور بقا کے لئے میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خوں آشام تلوار! یہ میرا بدن تمہارے لئے موجود ہے۔ اسے لے لو۔ یعنی عزت کے ساتھ قتل ہو جانا رسوائی اور ذلت کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اور ذلت و رسوائی اور بے عزتی برداشت کر لینا جہنم کی آگ میں جلنے سے کہیں زیادہ شدید ہے۔" مورخ خوارزمی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں حسینؑ ابن علیؑ اس حال میں دشمن کے مقابل آئے۔ کہ آپ گھوڑے پر سوار تھے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپ کو اپنی زندگی کی

کوئی پروا نہ تھی۔ اور آپ موت و شہادت کا پکا عزم کئے ہوئے تھے۔

اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

میں علی کا بیٹا ہوں۔ جو آل ہاشم کے بہترین فرد ہیں اور کبھی میرے لئے سب سے بڑا افتخار ہے میرے جد امجد محمد رسول اللہ ہیں جو تاریخ کی بہترین شخصیت ہیں اور ہم اللہ کے وہ چراغ ہیں، جو زمین پر روشن رہتے ہیں۔ میری ماں فاطمہؑ ہیں جو محمدؐ کی پاکیزہ بیٹی ہیں۔ اور میرے چچا جعفر ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہیں اللہ کی کتاب ہمارے پاس ہے وہ کتاب جو ہدایت و رہنمائی کے لئے استعمال ہوئی ہے اور وہی ہدایت ہمارے پاس ہے جسے الہٰی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہم تمام مخلوقات کے لئے اللہ کی طرف سے پناہ گاہ ہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کا کبھی ہم کھل کر اعلان کرتے ہیں اور کبھی پوشیدہ طور پر بتاتے ہیں ہم حوض کوثر کے ساقی ہیں اور قیامت کے دن اپنے چاہنے والوں کو خاص پیالوں سے سیراب کریں گے۔ اور یہ حوض وہی حوض کوثر ہے قیامت کے ہمارے چاہنے والے ہمارے ذریعے سعادت و کامیابی حاصل کر پائیں گے۔ اور ہمارے دشمن اس نقصان اٹھائیں گے۔

امام کی جنگ کئی گھنٹے جاری رہی۔ آپ زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔ جسم میں سینکڑوں تیر پیوست تھے جس کی وجہ سے دور سے کسی پرندہ کا گمان ہوتا تھا تلواروں کے زخم اس کے علاوہ تھے۔

خوارزمی لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔

ان لوگوں نے کفر اختیار کیا اور پہلے بھی ان لوگوں نے جن وانس کے پروردگار کے ثواب سے اپنے کو دور رکھا تھا۔ اور پہلے بھی (ان لوگوں نے) علیؑ اور ان کے نیک سیرت بچے حسنؑ کو قتل کیا تھا اور اب حسینؑ کو قتل کرنے پر کمر بستہ ہیں میرے جد امجد (رسول اکرمؐ) کے بعد میرے والد (علیؑ مرتضیٰ) اللہ کی بہترین مخلوق تھے اور میں ان دو بہترین ہستیوں کا فرزند ہوں۔

دشمن نے دیکھا کہ امام کی جنگ طول پکڑتی جا رہی ہے اور ان کا جانی نقصان بھی بڑھ رہا ہے انہوں نے ایک گھٹیا نفسیاتی چال چلی اور پیچھے سے خیام حسینی کی طرف اپنا رخ پھیر دیا۔

اس موقع پر امامؑ نے بلند آواز میں پکار کر کہا۔

اے خاندان ابوسفیان کے پیروکارو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور قیامت کا بھی تمہیں کوئی خوف نہیں ہے تو کم از کم از دنیا میں آزاد انسانوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ اور اگر خود کو عرب سمجھتے ہو تو اپنے اجداد کی سیرت کو پیش نظر رکھو۔

شمر بولا۔ اے حسینؑ! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

امام نے جواب دیا۔

میں تم سے لڑ رہا ہوں۔ اور تمہاری جنگ مجھ سے ہے۔ ان عورتوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اپنے ان سرکشوں سے کہو۔ کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے حرم پر حملہ نہ کریں۔

شمر بولا۔ فاطمہؑ کے بیٹے میں تمہیں یہ حق دیتا ہوں۔

پھر شمر نے اپنے سپاہیوں کو آواز دے کر کہا۔

ان کے حرم سے دور ہو جاؤ۔ اور خود انہی پر حملہ کرو۔ تمہارا مدمقابل بہت کریم النفس ہے۔

آپ مسلسل زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔ زرعہ بن شریک نے عقب سے آپ کے بائیں کندھے پر وار کیا خولی نے آپ کے سینے پر نیزے کا وار کیا جو پشت کی طرف سے باہر نکلا۔ کندہ کے ایک بدصفت شخص نے سر پر ایک پتھر مارا۔ جس سے سر پھٹ گیا۔

آپ گھوڑے سے نیچے گرے تھے اور حالت سجدہ میں تھے کہ آخری لمحات نزدیک تھے آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ آسمان کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور آخری مرتبہ اپنے پروردگار سے ان الفاظ میں مناجات کیں۔

امام کی رب ذوالجلال کے حضور آخری مناجات

اللّٰھم متعالی المکان العظیم۔ اے خدا اے صاحب عظمت اور بلند مرتبت، اے شدید غضب والے، تیری قدرت ہر قدرت سے بڑھ کر ہے تو اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے اور تیری بڑائی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے تو قادر ہے کہ جو چاہے انجام دے۔ تیری رحمت اپنے

بندوں سے نزدیک ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے تیری نعمتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تیرے احسان میں خوبصورتی ہے اپنے ان بندوں سے تو نزدیک تر ہے جو تجھے پکارتے ہیں اپنی مخلوق پر تیری مکمل گرفت ہے۔ جو کوئی توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے تو جو بھی ارادہ کرے اسے انجام دینے میں قدرت رکھتا ہے اور جو چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ جب تیرا شکر ادا کیا جاتا ہے تو تو شکریہ قبول کرتا ہے اور جب تیرا ذکر ہو تو تو ذکر کرنے والے کو یاد رکھتا ہے میں تجھے اس حال میں پکار رہا ہوں کہ تیری مدد کی مجھے ضرورت ہے اور اس حالت میں تیری جانب میری توجہ ہے کہ سخت ضرورت میں ہوں۔ اس خوف کے عالم میں تجھے پکار رہا ہوں۔ اور تیرے سامنے اپنے درد و غم کے لئے گریہ وزاری کرتا ہوں اور اپنی کمزوری کے عالم میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ اور تجھ ہی پر میرا انحصار ہے اور تو میرے لئے کافی ہے۔

بارالہا۔ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کر دے۔ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا۔ بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ اور ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کی انہوں نے ہمیں قتل کیا۔ جبکہ ہم تیرے نبی کی عترت اور تیرے حبیب کی اولاد ہیں وہ محمد جنہیں تو نے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور اپنی وحی کا امانت دار بنایا۔

پس اے پروردگار! ہمارے لئے مدد اور راہ نجات نازل فرما۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

بارالہا! ہم تیری قضا و قدر کے سامنے صابر و شاکر ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس۔ تیرے سوا میرا کوئی پالنے والا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی معبود ہے میں تیرے حکم پر صبر کرنے والا ہوں۔ اے اس کی مدد کرنے والے جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔ اے ہمیشہ رہنے والے جس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ اے مردوں کو زندہ کرنے والے اور ہر ایک کے اعمال کے مطابق اس کا حساب کرنے والے تو ہی میرے اور ان (لوگوں) کے درمیان فیصلہ فرما اور تو ہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

مناجات کے اختتام پر سلطان ابن انس نے آپ کی پسلی پر تیزے کا گہرا وار کیا اور مسلسل

وار کئے جا رہا تھا۔ جب آپکی واجداہ کی صدا بلند ہوئی۔ تو رسولؐ اللہ کی بڑی نواسی حضرت زینب کبریٰ بنت علیؑ خیمے سے تیزی سے باہر آ گئیں اور بھائی کے قریب پہنچ کر فرمایا۔

وا اخاہ۔ وا سیداہ۔ وا اھل بیتاہ۔ کاش آسمان زمین پر گر جاتا۔

کاش پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر عمر ابن سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے عمر سعد اللہ تجھ پر لعنت کرے تو دیکھ رہا ہے اور ابو عبداللہ شہید کئے جا رہے ہیں۔(۱)

عمر ابن سعد نے منہ دوسری طرف کر لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

بی بی نے فرمایا۔

اللہ تم پر لعنت کرے کیا تم میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے بی بی کی اس غم انگیز فریاد کے نتیجے میں عمر ابن سعد سمیت لشکر کے بیشتر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عمر ابن سعد نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اور بنت زہراء کو کوئی جواب نہیں دیا۔

امام حسینؑ نے آنکھ کھولی اور بی بی زینب کو خیمے میں واپس کر دیا۔

شمر آپ کے سینے پر سوار اور انتہائی بے دردی سے آپ کی پشت سے گردن کاٹ دی۔ اور سر کو نوک نیزہ پر بلند کر دیا۔

پامالی لاش ہائے شہدا اور تاراجی خیام

یزیدی فوج نے شہدا کے لاشے گھوڑوں کے سموں تلے پامال کرنے شروع کر دیئے ایسا موقعہ بھی آیا۔ مختلف قومی لوگوں کی لاشیں ان ہم قبیلہ کے درمیان میں مداخلت کرتے

---

(۱) عمر بن سعد کا کردار واقعات کربلا میں بہت اہم اور بنیادی ہے یہ مرد ایسا نہیں ہے کہ امام حسینؑ کو نہ جانتا یا آپ کی گہری معرفت نہ رکھتا ہو یہ مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیٹا تھا۔ یہ امام حسینؑ کو بچپن سے جانتا تھا آپ کا ہم سن تھا۔ اور ہر اس لمحے کا گواہ تھا جب رسول اکرم حسنؑ و حسینؑ سے محبت و اخوت کا اظہار کرتے لیکن اس شخص کو دنیا کی محبت نے تباہ کر دیا۔ اس کی جوانی سے خواہش تھی کہ "رے" کی حکومت اسے مل جائے جس کی طلب میں یہ سب کر گزرنے کو تیار ہو گیا بعد میں اسے کچھ نصیب نہ ہوا کوفہ کی گلیوں میں پاگلوں کی طرح کہتا پھرتا تھا۔ خسر الدنیا والآخرہ وہ شخص جس کو نہ دنیا مل سکی اور نہ آخرت اور بچے اسے پتھر مارتے تھے۔

ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ حرکے قبیلے نے بھی لاش پامال نہیں ہونے دی۔ صرف نواسہ رسول بے وارث رہ گیا۔ اسی دوران یزید لشکر نے بی بیوں کے خیموں میں لوٹ مار شروع کر دی اور ان کی چادریں چھین لیں۔ اور تمام مال و متاع لوٹنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ساتھ آگ بھی لگاتے جاتے۔ بی بیوں میں شور محشر برپا تھا۔ بچے خوفزدہ روتے ہوئے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ کچھ بچوں کے دامن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ بچے وا محمداہ! وا علیاہ! وا حسیناہ! کی صدائیں بلند کر رہے تھے اس موقع پر علیؑ کی شیر دل بیٹی بی بی زینب نے بہت ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ایک خیمے میں امام زین العابدینؑ بیماری کی حالت میں لیٹے تھے۔ بی بی زینب ان کے پاس گئیں۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے۔ ان سے پوچھا۔ بتا کیا حکم ہے کہ ہم خیموں میں جل جائیں یا باہر نکل آئیں۔ امام زین العابدینؑ نے انہیں باہر نکلنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے بیمار بھتیجے کو باہر نکالا۔ پھر سادات کے یتیم بچوں اور بی بیوں کو ظالموں کی دست برد سے بچاتے ہوئے ایک جگہ جمع کیا۔

شام غریباں

شام غریباں سادات کی اولاد پر گزرنے والی سب سے قیامت خیز رات تھی۔ سامنے میدان میں شہداء کے اجسام پڑے ہوئے تھے۔ ماحول میں خون کی بو رچی ہوئی تھی۔ امام کے یتیم اور سیدانیاں جلے ہوئے خیمے کے پاس خوفزدہ بچوں کو سینے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ بی بی زینب و ام کلثوم لوٹ مار کے دوران بچھڑ جانے والے بچوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ بی بی زینب نے ایک خیمے کی لکڑی لے کر حفاظت کا کام بھی سنبھالا ہوا تھا ایک کونے میں امام زین العابدینؑ خداوند تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ اور اس کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ رات کے وقت قبیلہ بنی اسد کی خواتین جو قریبی گاؤں میں رہتی تھیں۔ جو گندم ابال کر پانی کے ہمراہ لائیں۔

کربلا سے اہل حرم کی روانگی

تاریخ کی سب سے وحشت ناک اور طویل رات گزری صبح عمر ابن سعد نے اپنے لشکریوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور انہیں دفن کرنے کے لئے گئے۔ جبکہ آل رسولؐ کے لاشے بے گور و کفن پڑے رہے۔ عمر ابن سعد نے فراغت کے بعد تمام اسیروں کو بے محمل و عماری (پردے) کے اونٹوں پر بٹھایا۔ امام زین العابدینؑ کے ہاتھ اونٹ کی مہار اور پاؤں کمر سے باندھ کر روانہ ہوئے۔ جب مقتل شہدا کے پاس سے گزرے اور بی بیوں کی اپنے پیاروں پر نظر پڑی تو بی بیاں چیخ کر بین کرنے لگیں کوئی اپنے بیٹے کو کوئی بھائی اور کسی کو اپنے بچوں کی تلاش تھی۔

بھائی اے میرے بھیا! آج تجھ سے ہماری جدائی کا دن ہے۔

بھیا۔ تم پر میری جان فدا ہو ذرا اپنے اہل حرم کو تو دیکھئے، کس مصیبت و بلا میں گرفتار ہیں۔

بھائی۔ اے میرے بھائی حسینؑ یہ دردناک جدائی کا ہے۔

بس ہم اور تم مرنے سے پہلے پھر مل سکتے ہیں۔ بھیا یہ ہمیں اب ملاقات قیامت میں ہوگی۔

میرے بھائی ذرا اپنے بیٹوں کو تو دیکھئے۔

گریہ کیجئے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری کیجئے۔ مثل فرات کے۔

اے میرے بھائی حسینؑ تمہاری جدائی اور صدمہ و فراق میں میرے جسم اور جان گھل گئے ہیں۔ اور آنسو بن بن کر رخسار پر بہہ رہے ہیں۔

بی بی زینب نے روتے ہوئے امام زین العابدینؑ کے چہرے پر نظر کی جو بہت زیادہ تکلیف اور اذیت میں تھے۔ جیسے نزع کا عالم طاری ہے۔ گھبرا کر بھتیجے سے کہا۔ بیٹا آپ ہوش میں آؤ۔ پیارے بیٹے میں یہ کیا حالت دیکھ رہی ہوں۔ تم بھی اپنی جان قربان کر رہے ہو۔ عرض کی پھوپھی اماں۔ میرا یہ حال کیوں نہ ہو۔ آپ دیکھتی ہیں یہ نورانی لاشیں کس طرح خاک و خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔ کوئی ان کا پوچھنے والا نہیں۔ ان کا دفن کرنے والا نہیں۔ ہم ان

لاشوں کو ایسے ہی چھوڑے جا رہے ہیں بی بی زینب نے فرمایا۔

بیٹے صبر سے کام لو! یہ عہد تھا۔ جو میرے بھائی نے خدا اور رسولؐ سے کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے بھائی نے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا خدایا آل محمدؐ کی اس قربانی کو قبول فرما۔

اہل حرم کا کوفہ میں داخلہ

سادات کا لٹا ہوا قافلہ بارہ محرم کو شہر کوفہ میں داخل ہوا۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ شہر کے راستے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے عورتیں چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں آگے آگے شہدا کے سر تھے۔ پیچھے امام زین العابدینؑ اور بے پردہ بیبیاں تھیں۔ جو بڑی مشکل سے اپنے چہروں کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یہ وہی شہر کوفہ تھا۔ جس میں کچھ عرصہ پہلے ان کے بابا حضرت علیؑ کی خلافت تھی اور بی بی زینب کو اس شہر میں "خاتون اول" کی حیثیت حاصل تھی وہ بڑی شان و شوکت عزت و احترام سے رہتی تھیں اس زمانے میں بی بی رباب کے خواتین میں علمی و قرآنی درس کی بڑی شہرت تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ کو عقیلہ بنی ہاشم کا لقب دیا تھا۔ اور امام زین العابدینؑ آپ کو عالمہ غیر معلمہ کہتے تھے۔ اس درس میں ہزارہا خواتین شرکت کرتی تھیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھری محفل سے ایک عورت کو محض اس لئے نکال دیا۔ کہ اس نے اپنے گھر میں مردوں کے سامنے علیؑ کی بیٹی زینب کا حلیہ بیان کیا تھا۔

آج اسی شہر میں بڑی عجیب کسمپرسی اور تباہ حال انداز میں داخل ہو رہی تھیں۔ کوفہ کی بیشتر خواتین جنہیں اب تک اس مظلوم قافلے کی اصلیت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ہمدردی میں بچوں کی طرف کھانے کی چیزیں پھینکنے لگیں۔ جس پر بی بی زینب نے بڑھ کر انہیں منع کیا۔ کہ یہ سادات ہیں۔ سادات پر صدقہ حرام ہے۔ حکومت نے عوام کو خوفزدہ رکھنے اور دہشت پھیلانے کے لئے عوام کو کثیر تعداد میں جمع کیا تھا۔ اور جشن کے انداز میں مسلسل جیڈ باجے شور مچا رہے تھے لیکن نتیجہ اس کے الٹ نکل رہا تھا۔ عوامی ہمدردی میں بے پناہ اضافہ ہوتا جا رہا

تھا۔ عورتیں چیخ چیخ کر بے حال ہو رہی تھیں اس لمحہ بی بی زینب کبریٰ نے یکدم سواری روک دی۔ اور تمام روحانیت کو جمع کرتے ہوئے اہل کوفہ سے مخاطب ہوئیں۔ جیسے ہی آپ کی آواز بلند ہوئی پرانے لوگوں کو بیس برس قبل ان کے بابا علی کا کوفہ یاد آ گیا۔ آپ بالکل اپنے والد کے لہجہ و انداز میں خطاب فرما رہی تھیں۔

بازار کوفہ میں حضرت زینب کا خطاب

آپ نے پہلے زبان پر کلمہ جاری کیا۔ "ایاک عبدو ایاک نستعین" یہ کہہ کر عوام سے کہا خاموش ہو جاؤ۔ آپ کے یہ فرماتے ہی مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ تو مخاطب ہے فرمایا۔

تمام حمد ہے اللہ کے لئے اور درود ہو میرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰ پر اور ان کی پاکیزہ اور بہترین ذریت (اولاد) پر۔

امابعد! اے کوفہ کے غدار دغاباز لوگو! سنو تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں۔ خدا تمہیں آخرت میں بھی رونا نصیب کرے۔ اور تمہارے دل غم آخرت سے جلتے رہیں۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس نے بڑی محنت سے رسی کو بٹا۔ پھر اس کا تار تار الگ کر دیا۔ اور اپنی محنت کو برباد کر دیا۔ تمہاری جھوٹی قسموں میں کوئی صداقت نہیں۔ تم کو معلوم ہو کہ تم سوائے لغو گوئی اور بیکار باتوں کے اور فسق و فجور اور بغض و عداوت کے اور کچھ نہیں رکھتے۔ تمہاری حالت ان کنیزوں اور لونڈیوں کی سی ہے جو نہایت ذلیل ہوں۔ تمہارے دل بغض و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمہاری مثال گندگی کے ڈھیر پر اگنے والی سبزی کی سی ہے جو نہایت بدبودار اور گندی زمین سے اگتی ہے۔ تمہاری مثال ان آراستہ قبروں کی سی ہے جن کے اندر تعفن اور بدبو بھری ہو۔ تم نے بڑے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے سفر آخرت کے لئے تم نے بدترین توشہ مہیا کیا ہے۔ جس کے سبب سے اللہ تم سے ناراض ہو کر تم کو دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اب تم میرے بھائی کے لئے روتے ہو۔ فریاد کرتے ہو۔ بیشک تم اسی کے لائق ہو۔ کہ زیادہ رو اور کم ہنسو۔ تم نے بدترین ننگ اختیار کیا ہے۔ تم نے اپنے دامن پر قتل امام کا وہ

دھبہ لگا لیا۔ جو کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ تم نے خاتم النبیینؐ کے جگر کے ٹکڑے کر ڈالے۔ معدن رسالت کے موتی کو جوانان جنت کے سردار کو اپنے گروہ کی پناہ گاہ کو، اپنی محبت کے مینار کو، اپنے اقوال کی جائے بازگشت کو مار ڈالا۔ تم نے بارگاہ خدا میں بدترین عمل کر کے بھیجا ہے تم نے بدترین عمل اپنے مابعد کے لئے کیا ہے۔ تم ہمیشہ رحمت خدا سے دور رہو۔ تمہارے لئے تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ تم برباد ہو گئے۔ تمہاری عمل تجارت نے تمہیں نقصان پہنچایا۔ تم غضب خدا، ذلت و حقارت کے مستوجب ہو گئے۔

اور اہل کوفہ تم کو خبر بھی ہے کہ تم نے محمد مصطفیٰؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کر دیا۔ تم نے کس عہد کو توڑ دیا۔ اور کس جڑ کو کاٹا اور کون سا خون تھا۔ جسے بہایا۔ اور وہ کس کی حرمت تھی جس کو تم نے ضائع کر دیا تم نے وہ امر عظیم کیا ہے۔ کہ آسمان قریب ہے کہ پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے جان لو کہ تم نے وہ سنگین گناہ کیا ہے جس کا بوجھ زمین و آسمان نہیں اٹھا سکتے۔ تعجب نہیں کہ آسمان سے خون برسے (۱) اور آخرت کا عذاب تو نہایت ہی رسوا اور ذلیل کرنے والا ہے وہاں کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا اس وقت یہ تھوڑی مہلت جو خدا نے تم کو دی ہے۔ اس کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والے عذاب کو کم نہ سمجھنا مہلت دے دینے کی وجہ سے خدا اپنا عذاب نازل کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا۔ خدا کو انتقام کا موقع ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر نہیں ہوتا۔ وہ تمہاری گھات میں ہے۔ (۲)

---

(۱) کتاب ہذا میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اہل حضرت عیسیٰؑ کے بارگاہ الٰہی میں اس طرح شکایت پر پتھروں کے بجائے سے خون برسا آپ کی شہادت کے صدمات میں سرخ آندھیاں آئیں۔ آسمان سرخ ہو گیا۔ عجیب و غریب خارق عادت واقعات رونما ہوئے۔ ملک شام میں جس پتھر کو اٹھائے خون بہتا نظر آتا تھا۔ یہ سلسلہ ۶۰ھ سے ۶۵ھ تک جاری رہا۔ کوفہ کی عورتیں ہونے کی وجہ میں آتی ہیں۔ تفصیلات ملاحظہ ہوں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب سر شہادتین میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

کتاب کنز العمال میں ابن عساکر کی روایت سے مذکور ہے کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے اس روز سے بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون نکلا۔ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے اس کے بعد سے اس دن تک بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون نکلتا ہے۔ اس دن کے بعد سے آج تک بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون نکلتا ہے۔

(۲) تاریخ طبری، ابن اثیر، ابن خلدون۔

عقیلۂ بنی ہاشم کی تقریر ختم ہوتے ہی مجمع رو رو کر بے حال ہو گیا۔ ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ لوگ اپنا گوشت اپنے دانتوں سے نوچنے کو تیار تھے ابن زیاد کی افواج اس صورت حال سے پریشان ہو گئی اس نے جس قسم کے نتائج کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس کے برخلاف واقعات وجود میں آ رہے تھے ہر طرف غم و حزن افسوس و تاسف کی فضا ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔

اہل حرم ابن زیاد کے دربار میں

اسیروں کا قافلہ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوا۔ امام حسینؑ کا سر اس کے سامنے طشت میں رکھا ہوا تھا دربار معززین و قومی سرداروں سے بھرا ہوا تھا ابن زیاد بڑی ڈھٹائی اور بے پروائی سے ناشتے میں مصروف رہا۔ سامنے رسول اکرمؐ کی نواسیاں عصمت بے پردہ گرد و غبار میں اٹی اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ بی بی زینب دربار کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور گرد آپ کی حفاظت اور بے پردگی سے بچانے کے لئے کنیزوں نے حلقہ سا بنا لیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر بی بی زینب کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ یہ عورت کون ہے جو میرے سامنے اتنی لاپروائی سے بیٹھی ہوئی ہے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ تیسری دفعہ برہم ہو کر پوچھنے پر ایک کنیز نے لاپروائی سے جواب دیا۔ اے پوچھنے والے یہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔ ابن زیاد کی رگ عداوت بھڑک اٹھی جناب زینبؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو ذلیل کیا۔ اور تمہارے جھوٹ کو جھوٹ ثابت کر دیا۔ معظمہ نے بے خوف و خطر جواب دیا۔

شکر ہے اس معبود یکتا کا جس نے اپنے نبیؐ کی نسبت سے ہمیں عزت دی۔ اور ہمارے گھرانے کو شرف بخشا۔ اے ابن زیاد! بے آبرو وہ ہوتا ہے جو بے کار اور بد اطوار ہو۔ نیز جھوٹا وہ ہوتا ہے جو آئین کی خلاف ورزی کرے۔ جو قانون کی دھجیاں بکھیرے اور وہ اہم نہیں کوئی اور ہو گا۔

اس جواب سے ابن زیاد تلملا کر رہ گیا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ ان خواتین کا سب کچھ اجڑ چکا ہے اب یہ شکست خوردہ ذہنیت کے ساتھ اس سے کلام کریں گی اپنے مردوں کی غلطیاں تسلیم کر کے اور اس سے رحم کی بھیک طلب کریں گی لیکن اس دندان شکن جواب سے اس کی بڑی

سکی ہوئی اور جس کی شخصیت بے توقیر ہو کر رہ گئی۔

اس نے دوبارہ کہا۔ تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے کنبہ کو کیسے برباد کیا اور تمہارے بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

مظفر نے جواب دیا۔

ہم نے ہمیشہ اچھائی دیکھی! ہاں خاندان رسالت کا رتبہ اتنا اونچا ہے کہ انہیں شہادت جیسی نعمت نصیب ہوئی۔ خدا نے جو چاہا۔ وہ انہوں نے کر دکھایا۔ یہ قتل گاہ سے گزرے اور سبھی شہیدان میں محو آرام ہو گئے۔ مگر یاد رکھنا پسر زیاد۔ وہ جو سب کا داور ہے آخری فیصلے کے لئے وہ بہت جلد تجھے اور ہمیں اپنی عدالت میں طلب کرنے والا ہے۔ اور جب آمنا سامنا ہوگا تب دیکھنا مظلوم کی فریاد کیا رنگ لاتی ہے۔ اور خون ناحق کیسا اثر دکھاتا ہے۔

مرجانہ کے بیٹے۔ تیری ماں کی کوکھ اجڑے وہ تیرا سوگ منائے۔ سن ہاں سن۔ وہ محشر جس دن انصاف کرے گا اس دن تجھے پتہ چلے گا کہ کس کی جیت ہوئی اور کس کی شکست ہوئی۔

ابن زیاد کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اس قسم کا جواب ملے گا اس کے تکبر و غرور کا بت پاش پاش ہو گیا جلاد کو حکم دیا کہ بی بی کو شہید کر دے۔ عمرو بن حریث نے اسے سمجھایا کہ یہ قتل حکومت کے حق میں نہیں جائے گا۔ عوام میں پہلے سے قتل حسینؑ پر اشتعال ہے خاتون کے قتل سے معاملہ اور بڑھ جائے گا یہ سن کر ابن زیاد اپنے ارادے سے باز رہا۔ اور کہنے لگا۔ حسینؑ باغی اور سرکش ہے خدا نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈا کیا۔ (۱)

جناب زینبؑ نے فرمایا۔ مجھے اپنی جان کی قسم تو نے ہمارے بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو قتل کیا اور ہم کو بے پردہ کیا۔ تو نے ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری جڑ کو اکھاڑ دیا۔ اگر ان امور سے تیرا دل ٹھنڈا ہوتا ہو تو بے شک ٹھنڈا ہو۔ مجھے تعجب اس شخص پر (یعنی تجھ پر) جو اپنے آقا کو قتل کر کے یہ سمجھے کہ مجھے شفا حاصل ہوئی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ دار آخرت میں اس کو سخت سزا ملے گی۔ زیاد کے بیٹے تیری آنکھیں اس حسینؑ کے قتل سے ٹھنڈی ہوئیں جس حسینؑ کو

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، مروج الذہب مسعودی۔

دیکھ کر رسولؐ خدا کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ اور رسولؐ اس کا منہ چومتے تھے۔ اور اس کو اور اس کے بھائی کو اپنے کاندھوں پر بٹھاتے تھے۔ تو فردائے قیامت میں اس کا جواب دینے کو تیار ہو جا۔

ابن زیاد یہ سن کر معظر سے بدکلامی کرنے لگا۔ جس پر بیمار کربلا امام زین العابدینؑ سے برداشت نہ ہوا۔ آپ نے ابن زیاد سے کہا۔

اے کمینوں کے بیٹے تو کب تک میری پھوپھی کی توہین کرتا رہے گا۔ اور جو لوگ ان کو پہچانتے بھی نہیں ان کو بھی بچے اتارے گا۔ خدا تیرے ہاتھوں اور پیروں کو قطع کرے۔

ابن زیاد یہ سن کر نہایت غصناک ہوا اور سید سجادؑ کے قتل کا حکم دیا۔ امام نے فرمایا۔ زیاد کے بیٹے اے شقی۔ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ تو یہ نہیں جانتا کہ خدا کی راہ میں قتل ہونا ہماری میراث اور شہادت ہماری فضیلت ہے۔ جناب زینب بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا۔

اے ابن زیاد ہمارا خون بہانے سے تو ابھی تک سیر نہیں ہوا۔ خدا کی قسم میں اپنے اس فرزند کو نہیں چھوڑوں گی۔ اگر اس کو قتل کرنا ہے تو ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔ کیا تو نے قسم کھائی ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کی نسل سے کسی چھوٹے بڑے کو چھوڑے گا نہیں۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتی ہوں۔ کہ مجھے قتل کئے بغیر اسے قتل نہ کر۔ یہ سن کر ابن زیاد خاموش ہو گیا اور چھڑی سے سر حسینؑ کی توہین کرنے لگا۔

زید بن ارقم کا واقعہ

بوڑھے صحابی حضرت زید بن ارقم اس وقت دربار میں موجود تھے وہ یہ منظر دیکھ کر چیخ اٹھے۔ کہا ہٹا لے چھڑی، خدا کی قسم رسول خدا ان لبوں کے بوسے لیا کرتے تھے یہ کہہ کر زور سے رونے لگا۔

ابن زیاد بولا۔ اگر تو بڈھا نہ ہو گیا ہوتا۔ اور تیری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو ابھی تجھے قتل کر دیتا۔ زید یہ کہہ کر اٹھ گئے۔ کہا اے عربو اب تم غلام ہو چکے ہو تمہیں آزادی ضمیر سے کوئی واسطہ

نہیں رہا۔ اس کے بعد ابن زیاد امام کو لے کر مسجد میں لایا جہاں اس نے مجمع عام اکٹھا کر رکھا تھا منبر پر جا کر حمد و ثنا کے بعد کہا شکر ہے خدا کا جس نے حق اور اہل حق کو ظاہر کر دیا۔ امیر المومنین یزید ابن معاویہ اور ان کے گروہ کی نصرت کی جھوٹے کے بیٹے اور اس کے پیروکاروں کو قتل کیا۔

عبداللہ ابن عفیف کا واقعہ

حضرت عبداللہ ابن عفیف ازدی اس وقت مسجد میں موجود تھے یہ اصحاب امیر المومنین حضرت علیؑ میں سے تھے ان کی حضرت علیؑ کی معیت میں ایک آنکھ جنگ جمل اور ایک صفین میں ضائع ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس کے بعد مستقل مسجد میں قیام کر لیا تھا اور دن رات عبادت میں معروف رہتے تھے۔ انہوں نے جب ابن زیاد کے یہ جملے سنے تو غضبناک آواز میں بولے تو جھوٹا ہے اور تیرا باپ زیاد بن ابیہ جھوٹا ہے اور تیرا امیر جھوٹا ہے جس نے تجھے امارت دی۔ مرجانہ کے بیٹے اولاد پیغمبر کو قتل کر کے منبر پر صدیقین کی جگہ پر بیٹھتا ہے اور ایسی باتیں کرتا ہے ابن زیاد نے غیظ میں چیخ کر کہا اس اندھے بڈھے کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ عبداللہ نے اپنے قبیلہ کو آواز دی۔ سات آٹھ سو آدمی آگے بڑھے اور عبداللہ کو ابن زیاد کے آدمیوں سے چھین لیا اس وقت مقابلے کی طاقت نہ پا کر ابن زیاد خاموش ہو گیا رات کی تاریکی میں انہیں قتل کرا دیا۔ مسجد کوفہ کا یہ سرکاری اجتماع ہنگامہ آرائی کی نظر ہو گیا۔ قیدی رندان بھیج دیئے گئے ابن زیاد نے یزید سے ان کے مستقبل کے حوالے سے دریافت کیا ایک ماہ بعد وہاں سے جواب آیا کہ انہیں دمشق روانہ کیا جائے۔

سفر دمشق

سربائے شہداء حر بن قیس کے سپرد کئے گئے ابو بردہ اور طارق بن طبیان کو فوج کے دستوں کا سالار بنایا گیا۔ محفز ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کی سپردگی میں اسیران اہلبیتؑ دمشق روانہ کئے گئے۔ امام زین العابدینؑ کے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں زنجیر ڈال کر ہاتھ

گلے سے باندھ دیئے گئے۔ نبی زادیوں کو بھی بغیر کجاوؤں کے اونٹوں پر سوار کرا کر قافلہ روانہ کیا گیا۔ یہ قافلہ ۲۰ صفر کو کربلا میں داخل ہوا۔ بنی اسد شہیدان کربلا کو دفن کر چکے تھے۔ اہل حرم قبروں سے لپٹ لپٹ کر بہت جگر خراش انداز میں رو رہے تھے۔ صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ انصاری مدینہ سے کچھ لوگوں کو لئے زیارت قبر امام حسینؑ کو آئے تھے۔ یہ قافلہ جب ان زائرین سے ملا۔ تو بہت شدید آہ و بکا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نبی زادیوں نے حضرت جابر کو شہداء کے پیاسے شہید ہو جانے کے دردناک حالات سنائے وادی کربلا میں یک کہرام برپا تھا۔

یزید فوج نے اہل حرم پر سختی کی اور انہیں مزید رکنے نہیں دیا۔ وہاں سے تکریت لائے۔ یہاں سے خشکی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اعمی دیر اعور پر سلیتا، وادی نخلہ اور آدینہ ہوتے ہوئے لبا پہنچے۔ جہاں اہل شہر کو معلوم ہو گیا کہ یہ قیدی اولاد رسولؐ ہیں۔ لوگوں نے گریہ وزاری شروع کر دی اور شہداء پر صلواۃ بھیجی۔ قاتلوں سے اظہار برات کرتے ہوئے انہیں شہر سے نکال دیا۔ وہاں سے کحیل ہوتے ہوئے جہینہ پہنچے۔ عامل موصل کو لکھا کہ سر حسینؑ لا رہے ہیں۔ تزک و احتشام سے ہمارا استقبال کرو۔ اس نے شہر کی آرائش کی اور چھ میل باہر ایک جمع غفیر کے ساتھ استقبال کے لئے آیا۔ لوگوں کو یہی بتایا کہ ایک خارجی کا سر ہے۔ لیکن اسی دوران کسی نے بتایا کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر ہے شہر میں بغاوت کی فضا پیدا ہو گئی۔ لوگ مسلح ہو کر یزیدیوں سے لڑنے کے لئے نکل آئے۔ یزید لشکر نے اپنا راستہ تبدیل کرتے ہوئے تل اعفر کو عبور کرتے ہوئے سنجار پہنچ گئے وہاں سے نصیبین ہوتے ہوئے عین الورود پہنچ گئے۔ عامل شہر کو ضیافت و استقبال کے لئے کہا۔ اس نے ان کا استقبال کیا لیکن اہل شہر رات بھر گریہ وزاری کرتے رہے۔ صبح وہاں سے قنسرین پہنچے وہاں کے لوگوں نے اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ وہاں سے معرۃ النعمانی کفر طاب سیبور پہنچے وہاں بھی پہلے سے خبر ہو جانے کی وجہ سے یزیدی فوجوں پر حملہ آور ہوئے سخت جنگ ہوئی یہ لوگ وہاں سے بچتے بچاتے حماۃ پہنچے اہل حماۃ نے بھی شہر کا دروازہ بند کر لیا حران اور عقلان میں بھی شدید مزاحمت ہوئی۔ حران بن

مصنی حیرانی نے اپنا عمامہ پھاڑ لیا۔ اور شہدا کو کھانا پیش کیا۔ یزیدیوں نے روکنے کی کوشش کی جس پر جنگ چھڑ گئی۔ خود مصنی اپنے پانچ آدمیوں سمیت شہید ہو گئے ان کی قبر دروازہ شہر میں اب تک موجود ہے۔ غرض یہ ساڑھے سات سو میل کا سفر جو ابن زیاد کی نظر میں دہشت زدہ کرتے ہوئے آئندہ کے لئے عبرت کا باعث بنا دینے کے لئے تھا۔ یزیدی حکومت کے لئے بالکل برعکس ثابت ہوا۔ دمشق پہنچنے تک لوگوں میں نفرت اور بغاوت کے آثار پیدا ہو چکے تھے عام مسلمانوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور لوگ حکومتی مظالم پر کھل کر تبصرہ و تنقید کر رہے تھے۔ جگہ جگہ تعزیتی اجتماعات برپا ہونے لگے۔

دمشق میں داخلہ

۱۲ ربیع الاول کو یہ قافلہ دمشق پہنچا۔ بنی امیہ کا دارالسلطنت جہاں آل ابوسفیان نے (۳۵) برس حکومت کی تھی ان برسوں میں اہلبیت کا تعارف بھی وہاں کے عوام سے عملی انداز میں کر دیا یہاں کے لوگ گزشتہ بیس سالوں سے مسجدوں میں علیؑ اور آل رسولؐ پر تبرّی اور سب و شتم سننے کے عادی تھے۔ عام لوگ اہلبیتؑ کے مقام اور مرتبہ سے قطعاً آگاہ نہیں تھے۔ یہ انہیں دین اور اسلامی ریاست کے دشمن ٹولے کے طور پر پہچانتے تھے جو اسلامی سلطنت کے امیرالمومنین کے مخالفین ہیں جو اسلامی تعلیمات کی رو سے اسلامی حکومت کے اصل سربراہ اور نبی کریمؐ کے صحیح جانشین ہیں۔ آل امیہ کے پروپیگنڈے کا اتنا گہرا اثر تھا کہ تاریخ لکھتی ہے کہ دمشق میں حضرت علیؑ کا نام ایک بہت معیوب گالی کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ جس دن حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی۔ جب یہ خبر دمشق پہنچی تو شامی بڑے حیران ہوئے۔ کہ علیؑ جیسے انسان کا مسجد میں سے کیا تعلق جو اسے مسجد میں شہید کیا گیا۔

الغرض لوگ حکومت وقت کے سب سے بڑے باغی کی بغاوت کے خاتمے پر بڑے زور و شور سے جشن منانے جمع ہوئے تھے۔ بنی امیہ نے آج کے روز "یوم تشکر" قرار دیا تھا۔ شہر کو سجایا جا رہا تھا۔ جیتے باجے بج رہے تھے شہر کی سجاوٹ اور انتظامات میں ابھی تھوڑی دیر

باقی تھی خاندان رسالت کو دمشق کے مشہور دروازے باب "الساعات" میں لے جا کر روک دیا گیا۔ کیونکہ ابھی تک انتظامیہ کی طرف سے اندر آنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ باب ساعات پر لوگوں کا اژدھام بڑھتا جا رہا تھا۔ یزیدی لشکر نے اہل حرم کو چار گھنٹے یہاں انتظار کرایا۔ اس موقع پر نبی کریمؐ کے صحابی حضرت سہل بن سعد ساعدی جو ان دنوں بیت المقدس آئے ہوئے تھے۔ جس روز یہ دمشق پہنچے انہوں نے دیکھا کہ شہر کو بڑے اہتمام کے ساتھ سجایا جا رہا ہے بالکل جشن کا سماں ہے انہوں نے لوگوں سے پوچھا کیا آج تمہاری خاص عید کا دن ہے جب باب الساعات پہنچے وہاں انہوں نے اژدھام میں چند مظلوم لوگوں کا قافلہ دیکھا جن میں نیزوں پر سر تھے۔ اور پیچھے بغیر پردوں والے اونٹوں پر بے پردہ خواتین تھیں۔ انہوں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں کسی نے بتایا کہ یہ مدینے کے رہنے والے ہیں اس پر صحابی رسولؐ ٹھٹھک گئے اور شدید اشتیاق کے انداز میں مجمع کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آگے والے اونٹ پر سوار لڑکی سے پوچھا تم کون ہو۔ لڑکی نے جواب دیا میں سکینہؓ بنت حسینؓ ہوں یہ سنتے ہی صحابی رسول بلکتے ہیں آگے آگے امام حسینؓ کا سر نیزے کی انی پر ہے۔ انہوں نے اس لڑکی سے تعارف کرایا کہ میں آپ لوگوں کو بھی خواہ ہوں میں نے آپ کے نانا کی زیارت کی ہے آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان کیجیے۔ میں پوری مدد کروں گا۔ بی بی نے کہا اے سہل اس سر کو لے جانے والے سے کہہ دیجیے کہ سر کو آگے لے جائیں تاکہ لوگ سر دیکھنے میں مصروف ہو جائیں رسول اللہ کی ناموس سے نظریں بچا لیں۔ سہل کہتا ہے کہ میں نے سر والے شخص کو چار سو دینار دے کر راضی کیا کہ وہ اس سر کو آگے لے جائے تاکہ بیبیوں کے اردگرد سے رش کم ہو۔

ایک اور واقعہ تاریخ بیان کرتی ہے کہ چند عورتیں ایک مکان کی چھت پر چڑھی خاندان رسالت کی مظلومیت کا تماشہ دیکھ رہی تھیں ان میں ایک عورت جو نسبتاً زیادہ عمر کی اور زیادہ شریر صفت تھی۔ ہر تھوڑی دیر بعد اونٹوں کی طرف پتھر اچھالتی تھی جس سے اونٹ بدکتے تھے۔ جس سے بچے اور عورتیں بہت زیادہ پریشان ہو جاتے تھے جس سے یہ تماشائی عورتیں

ہنستیں اور خوش ہوتیں باقا خر بی بی کلثوم نے مدینہ کی طرح رخ کر کے فریاد بلند کی۔ اے
ہمارے نانا ہماری خبر لیجیے اسی لمحے مکان کی چھت بیٹھ گئی اور یہ عورتیں ہلاک ہو گئیں۔
جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے یزید نے اجازت دے دی تو حسین کے سر مبارک کو رسن بستہ کر کے
قافلہ چلا آگے بڑھا شہر میں داخلے کے وقت کو پہنچنے لگے تو بی بی نے خشی میں شعر پڑھا۔

''اے کوے تو شور نہ مچا چپ رہ۔ میں نے نبی سے اپنے قرضے چکا لئے۔''

قافلے کے داخلے کے وقت بی بی ام کلثوم نے شمر سے کہا کہ ایسے راستے سے لے چلو۔ جہاں
رش کم ہو تماشائی نہ ہوں۔ اور سروں کو ہم سے دور کر دو۔ تاکہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں۔ لیکن ملعون
نے بی بی کی یہ خواہش رد کر دی۔ اور کھچا کھچ بھرے بازار سے ہی لے کر آگے بڑھا۔

حافظ ابو نعیم نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ جو دمشق میں اسیران کربلا کے داخلے کے وقت
وہاں موجود تھی۔ کہ جب ہم دمشق پہنچے اور عورتوں اور قیدیوں کو بے نقاب داخل (شہر) کیا گیا تو اہل شام
نے کہا شکر ہے کہ ہم نے اسے حسین جیسی نہیں دیکھے ہیں۔ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو تو سکینہ
بنت حسین نے فرمایا ہم آل محمد کے قیدی ہیں جس کے بعد سب کو (جامع) مسجد کے دروازہ پر کھڑا کر دیا گیا
اتفاق سے وہاں علی بن حسین بھی تھے۔ آپ کے پاس ایک بوڑھا آیا اور بولا خدا کا شکر ہے کہ اس نے
آپ کے گھر والوں کو قتل کر دیا اور فتنہ کی سینگ کاٹ دی۔ اور دنیا کو آپ سے بھلا کہتا رہا۔ یہاں تک کہ جب
وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے کتاب خدا کو پڑھا ہے۔ اس نے کہا بے شک پڑھا
ہے تو امام نے فرمایا کیا آیت مودت پڑھی ہے اس نے کہا بیشک فرمایا ہم ہی قربتداران پیغمبر ہیں۔
فرمایا کیا آیت ذوالقربیٰ حقہ پڑھی ہے۔ کہا بیشک پڑھی ہے فرمایا ہم ہی قربا ہیں۔ فرمایا کیا
آیت تطہیر پڑھی ہے اس نے کہا بیشک آپ نے فرمایا ہم ہی اہلبیت ہیں۔

یہ سن کر شامی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ اور کہا خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور
دشمنان آل محمد سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور ان کے ہاتھوں سے برأت کرتا ہوں۔ میں نے قرآن
ضرور پڑھا تھا لیکن سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ حضرات وہی ہیں۔(۱)

(۱) مقتل خوارزمی۔

ابن عساکر نے ابن عمرو سے روایت میں بیان کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ واللہ سر مبارک حسین علیہ السلام کو نیزہ پر لئے جا رہے تھے اور میں شہر دمشق میں تھا اور آگے سر مبارک کے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا کہ کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں، قدرت کے عجوبہ تھے۔

تو گویا اللہ نے سر مبارک کو بزبان فصیح کر دیا۔

پھر کہا سر مبارک نے کہ عجب ہے۔ اصحاب کے قصے سے قصہ میرے قتل کا اور اٹھا لئے پھرتا ہے۔

ایک جگہ ابراہیم طلحہ نامی شخص نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا۔ "من الغالب" اس معرکے میں جیت کس کی ہوئی۔ امام نے کمال اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ جب نماز کا وقت آجائے تو اذان کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہو جانا خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ فتح کس کی ہوئی ہے۔(۱)

دربار یزید میں داخلہ

یزید بڑی شان و شوکت سے دربار سجائے بیٹھا تھا سات سو کرسی نشینوں کا اہتمام کیا گیا تھا اور عمائدین سلطنت، امراء، وزراء، سفراء جمع تھے جن میں روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ اس کے بعد یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو لانے کا حکم دیا۔ وہ سب اس حال میں لائے گئے کہ سب رسیوں میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ بارہ افراد ایک ہی رسی سے باندھے گئے تھے۔ ان شرکاء نے جب بے پردہ سیدانیوں کی باوقار شخصیت اور طوق سلاسل میں ایک نورانی چہرے والے بیمار کو دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ اور کوفے والوںؓ کی طرح یہاں بھی انہیں خیال آیا کہ سرکاری ذرائع ابلاغ سے ان قیدیوں کے بارے میں جو تشہیر کی جاتی رہی۔ وہ درست نہیں لہٰذا

---

(۱) یزید بنیادی طور پر اسلام کی تعلیمات اور رسول اکرمؐ کی لوگوں کی دلی محبت اور وابستگی کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جب تک رسول کا نام زندہ رہے گا۔ حسینیت فتح مند رہے گی۔

درست معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

تشت میں دیگر شہداء کے ساتھ امام حسینؓ کا سر بھی اس کے سامنے پیش کیا گیا یزید شہداء کے سر دیکھ کر رجز پڑھنے لگا۔

کاش! میرے وہ بزرگ جو بدر میں قتل ہوئے۔ دیکھتے کہ میں فرزندان احمدؐ سے کیسا بدلہ لیا۔ بنی ہاشم نے سلطنت قائم کرنے کے لئے ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ تو کوئی وحی آئی تھی اور نہ کوئی خبر اتری تھی۔(۱)

پھر یزید نے ایک اور شعر پڑھا۔

ہم ان لوگوں میں سے ایک شخص کا سر کچل رہے ہیں جو ہمارے لئے نہایت سخت کافر، ظالم اور ظالم تھا۔

پھر یزید قیدیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک ایک بی بی کا نام پوچھتا جاتا تھا۔ پھر امام زین العابدینؒ سے پوچھا۔ اور کہنے لگا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ اور سر امام کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے حسین تم نے مجھ سے سرکشی کی سزا پائی۔ اب تم نے دیکھ لیا۔ اللہ نے ان کا کیا حال کیا۔ حضرت علی ابن حسینؓ نے قرآن مجید سے جواب دیا۔

---

(۱) جنگ بدر جو کفر اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ اس میں لشکر اسلام کی قیادت پیغمبر اکرمؐ کے پاس تھی۔ جبکہ لشکر کفر کی سربراہی یزید کا دادا ابوسفیان کر رہا تھا۔ جنگ کے آغاز میں یزید کا نانا، ماموں وغیرہ چچا شیبہ اور امیر معاویہ کا بھائی حنظلہ لشکر اسلام سے مبارزہ کرنے نکلے۔ اسلامی لشکر سے چند انصاری جوانوں نے جواب دیا۔ لیکن انہوں نے فرار میں آکر انہیں ہم پلہ نہ ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا۔ اور کہا کہ ہمارے ہم پلہ مقابل بھیجو آپ نے اپنے چچا حمزہ، بھائی علی اور پھوپھی زاد بھائی عبیدہ کو بھیجا تمام فرد واحد کی جوانوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے جس پر یزید کی دادی ہندہ نے قسم کھائی کہ جب تک جناب حمزہ کا کلیجہ نہیں چبا لے گی چین سے نہیں بیٹھے گی۔ اس نے اپنے غلام وحشی بن حرب کو دے کر جنگ احد میں اس مقصد کو حاصل کیا۔ عرب میں قبائلی جہالت میں عصبیت اور کینہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ رسول اکرمؐ نے اسلام کے ذریعہ اس جہالت کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن چونکہ ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر اس وقت مسلمان ہوئے جب ان کے پاس اور کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا اس وجہ سے انہیں ملتا ہے کہ جاتا تھا انہوں نے اسلام کی تعلیمات، روح اور مزاج کے مطابق اپنی تربیت نہیں کی۔ یزید نے اپنے گھر کے آباؤ اجداد سے متعلق جو کہ بنی امیہ کے طرز فکر اور اپنے کو اصل اسلام اور جہالت کی تہذیب و اقدار سے جوڑتے ہوئے رسول اکرمؐ سے اپنے گھر کے آباؤ اجداد کے جملے کی نشاندہی کی ہے۔

یعنی جو مصیبتیں دنیا میں یا تمہارے اوپر گزرتی ہیں وہ کتاب میں موجود ہیں قبل اس کے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ تاکہ جو تم کو نہیں ملا۔ اس پر افسوس نہ کرو۔ اور جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس پر خوشی نہ مناؤ۔ اللہ فرور کرنے والے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔(۱)

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ وہ امام کا جواب دے۔ لیکن خالد کوئی جواب نہ دے سکا۔ تب یزید نے اس سے کہا۔ کہ تم ان سے کہو۔

یعنی جو کچھ تم پر گزرتا ہے۔ وہ تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ اور اللہ بیشتر سے تو در گزر کرتا رہتا ہے۔(۲)

اس پر امام نے فرمایا: اے یزید اے معاویہ ہندہ اور صخر کے بیٹے میرے باپ دادا کے پاس نبوت اور حکومت اس وقت سے رہی ہے جب تو پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بدر، احد، اور احزاب کی جنگوں میں میرے دادا علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں رسول اکرمؐ کا علم ہوتا تھا۔ اور تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں کفر کا۔ وائے ہو تجھ پر اے یزید اگر تجھ کو معلوم ہوتا۔ تو نے میرے باپ اور ان کے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ تو پھر تو پہاڑوں میں بھاگ جاتا۔ مٹی پر لیٹا رہتا اور چیخ پکار تا رہتا۔ بس اب تو سمجھ لے کہ قیامت کے روز تجھ کو لوگوں کے اجتماع میں ذلت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یزید کو امامؑ سے اس قسم کے جواب کی توقع نہ تھی۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ نوجوان جو مصائب کے سمندر عبور کر کے آیا ہے۔ مجھ سے مصالحت اور در گزر کی باتیں کرے گا۔ اپنے والد کے افعال سے اپنے کو کنارا کرنے کی کوشش کرے گا۔ یزید نے امام کے قتل کا حکم دے دیا۔ جناب زینبؑ نے جب یہ دیکھا۔ کہ لاوارثوں کا آخری وارث بھی قتل ہو رہا ہے۔ زور سے گریہ کر کے اپنے بھتیجے سے چمٹ گئیں۔ اور اپنے جد امجد سے فریاد کرنے لگیں۔ کہا آپ

---

(۱) سورۂ حدید آیت ۲۲۔ ۲۳۔ (۲) سورۂ شوریٰ آیت ۳۰۔

کہاں ہیں۔ یزید کو آپ کے پیارے نواسے کو قتل کر کے بھی چین نہیں آیا۔ آج آپ کی نسل کو ہی منقطع کرنا چاہتا ہے۔ پھر یزید سے خطاب کیا۔ اے یزید تو خون اہلبیتؑ سے زمین کربلا کو سیراب کر چکا۔ اب سوائے اس فرزند کے ہمارا کوئی باقی نہیں۔ زینبؑ کبریٰ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت بھی اپنے نانا سے فریاد کرنے لگیں۔

اے خدا۔ ہمارے سب مارے گئے۔ ہم قید ہو گئے۔ یزید کو اب بھی صبر نہیں۔ وہ اب بھی اپنی تلوار ہماری گردنوں سے نہیں ہٹاتا۔ یزید نے دیکھا کہ درباریوں کے چہروں پر ناگواری کے اثرات صاف نظر آ رہے ہیں۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔

یزید تسلسل سے امام کے چہرے سے چھڑی سے بے ادبی کر رہا تھا۔ اس موقع پر صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمی موجود تھے۔ انہوں نے اسے اس بے ادبی سے روکا اور کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ یہ دونوں سردار جوانان جنت ہیں۔ یزید نے انہیں دربار سے نکلوا دیا۔ اسی دوران ایک شامی سردار نے جناب سکینہؑ بنت حسینؑ کو کنیزی میں طلب کیا۔ بچی جناب زینبؑ سے آ کر لپٹ گئی۔ بی بی نے حضرت سکینہؑ کو تسلی دیتے ہوئے اس شامی شخص سے کہا۔ تو غلط کہتا ہے۔ نہ تجھے اختیار ہے نہ یزید کو۔ اب یزید کا غصہ اور بڑھ گیا۔ کہا تو جھوٹی ہے۔ مجھے اختیار ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا۔ ہرگز تجھے یہ اختیار نہیں جب تک ہمارے دین کو چھوڑ کے کھلم کھلا کوئی دین اختیار کر لے۔

یزید نے کہا کہ اس طرح مقابلہ کرو گی۔ دین سے تمہارے باپ اور بھائی خارج ہو گئے اس پر بی بی نے جواب دیا دین خدا میرے باپ دادا اور نانا کا دین ہے جسے تو نے اور تیرے باپ دادا نے اختیار کیا۔

دربار یزید میں بی بی زینبؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یزید اس کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ لیکن دربار میں اب تک ہونے والی کارروائی سے حاضرین پر شدید اثرات مرتب ہوئے۔ وہ اب اصل حقائق جاننا چاہتے تھے۔ لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے یزید اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔

دربار یزید میں حضرت بی بی زینب کا خطبہ

حمد و سپاس اللہ کے لئے اور درود و سلام میرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰ اور ان کی پاک اور نیک اولاد پر۔

کتنی سچائی ہے خداوند عالم کے ارشاد میں کہ

"آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں۔ ان کا انجام برا ہوا۔ اس لئے انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ اور وہ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔(۱)

کیوں یزید! زمین و آسمان کے تمام راستے ہم پر بند کر کے اور خاندان نبوت کو عام قیدیوں کی طرح دربدر پھرا کر تو نے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی بارگاہ میں ہمارا جو مقام تھا اس میں کوئی کمی آ گئی۔ اور تو خود بڑا عزت دار بن گیا۔ پھر تو اس خام خیالی کا شکار ہے کہ وہ المیہ جس سے ہمیں تیرے ہاتھوں دوچار ہونا پڑا۔ اس سے تیری وجاہت میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ اور شاید اسی غلط فہمی کے باعث تیری ناک اور چڑھ گئی۔ اور غرور کے مارے تو اپنے کندھے اچکانے لگا۔ ہاں یہ سوچ کر تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہا ہے کہ تیری مستبدانہ حکومت کی حدیں بہت پھیل چکی ہیں۔ اور تیری سلطنت کی نوکر شاہی بڑی مضبوط ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ یہ بھی سمجھ بیٹھا ہو کہ خلاق عالم نے ہماری مملکت میں تجھے بغیر کسی خطرے کے پھیل پھیل کر اطمینان سے اپنا حکم چلانے اور من مانی کرنے کا یہ موقعہ دیا ہے۔

ٹھہر یزید! ایک دو سانس نہیں۔ اور لے لے پھر دیکھ کیا ہوتا ہے۔ اصل رب ذوالجلال کے اس فیصلے کو بھلا بیٹھا ہے کہ "کفر اختیار کرنے والے یہ گمان نہ کریں کہ ہم جو انہیں مہلت دیئے جاتے ہیں۔ وہ ان کے حق میں کوئی بہتری ہے ہم تو انہیں اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب جی بھر کر گناہ سمیٹ لیں۔ اس کے بعد ان کے واسطے سخت ذلت آمیز سزا مقدر ہو چکی ہے۔"(۲)

---

(۱) سورہ روم آیت ۱۰ (۲) (۱) سورہ آل عمران آیت ۱۷۸۔

اے ہمارے آزاد کئے ہوئے لوگوں کی اولاد کیا (۱) یہی عدل ہے اور اس کو انصاف کہتے ہیں کہ تیری عورتیں اور کنیزیں تک پردے میں ہوں۔ اور نبی زادیوں کی چادریں چھین کر انہیں بے پردہ سر برہنا ایک شہر سے دوسرے شہر کشاں کشاں لے جایا جائے۔

ہاں یزید! تو نے ہی ہمیں ان حالوں تک پہنچایا ہے۔ ہم بے وارثوں کا قافلہ جس جگہ پہنچتا ہے۔ جہاں سے کوچ کرتا ہے۔ وہاں تماشائیوں کا رش لگ جاتا ہے۔ ہر قسم کے لوگ ہر طرح کے آدمی راہ راہ، منزل منزل جوق در جوق، دور و نزدیک سے ہمیں دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کارواں کا نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ حمایتی، نہ دوست نہ نگہبان۔

ہاں۔ مگر جس کا تعلق ہمارے بزرگوں کا کلیجہ چبانے والی (نسل) سے ہو۔ (۲) اس سے کسی رعایت کی کیا توقع کی جا سکتی ہے اور جس کا گوشت پوست ہمارے شہیدوں کے خون سے وجود میں آیا ہو۔ بھلا اس کے دل میں ہمارے لئے نرم گوشہ کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں۔ ہاں۔ جو ہلیت عصبیت و طہارت کی دشمنی میں انگاروں پر لوٹ رہا ہو۔ اس سے کب یہ امید باندھی جا سکتی ہے کہ وہ حقیقتوں کے بارے میں کبھی ٹھنڈے دل سے غور بھی کرے گا۔ اے یزید! تو احساس جرم کے بغیر اور جس ڈھٹائی سے کہتا چلا جا رہا ہے کہ اگر

---

(۱) فتح مکہ کے وقت حضور ﷺ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اسی حوالے سے فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والوں کو "طلقا" کہا جاتا تھا۔ ابوسفیان اور امیر معاویہ بھی فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ یہ بھی اسی عام معافی میں شامل تھے۔ جو حضور نے تمام لوگوں کو دی تھی۔

(۲) اس سے مراد یزید کی دادی ہندہ ہے جس نے جنگ احد میں سید الشہداء حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا اور آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ امیہ اور بنی ہاشم میں قبل اسلام سے حق و باطل کی آویزش چلی آ رہی ہے۔ حضرت ہاشم کا مقابلہ امیہ سے رہا۔ عبدالمطلب کی مخالفت حرب کرتا رہا۔ حضور کا مخالف ابوسفیان رہا۔ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کی سب سے زیادہ مخالفت امیر معاویہ نے کی۔ اور امام حسینؓ اور دیگر آل رسول کو یزید نے شہید کیا۔ بعد میں بھی ۹۰ برس بنی امیہ کے حکمران مدینہ شریف کی تاریخی خانہ کعبہ میں سنگ باری اور دیگر اہانت کے قتل و غارتگری میں معروف رہے۔ اور مساجد کے منبروں سے اہلبیت کے خلاف سب و شتم کرتے رہے۔

اگر اس وقت میرے اسلاف مجھے دیکھتے تو کتنے شاد ہوتے۔ وہ مجھے شاباشی دیتے اور کہتے یزید! تیرے دست و بازو کو نظر نہ لگے تو نے محمد کے گھرانے سے کیا خوب انتقام لیا۔

یزید! تو جو کچھ کر رہا ہے اور جو کچھ کہتا چلا جا رہا ہے وہ تیری اندرونی کیفیت کا اظہار ہے۔ ذرا دیکھ تو سہی بے ادب اپنی چھڑی سے جس ہستی کے مقدس ہونٹوں کے ساتھ گستاخی کر رہا ہے۔ وہ جوانان جنت کے سردار ہے۔ تو نے محمدؐ کے پیاروں کا خون بہا کر اور عبدالمطلب کے جانثاروں کو خاک میں ملا کر اپنے سوکھے زخموں کو پھر سے ہرا اور بھرے ہوئے گھاؤ کو کچھ اور گہرا کر دیا ہے۔ اور اس پر سے تو اپنے پرکھوں کو بھی پکار رہا ہے۔ اپنے گڑے ہوئے مردوں کو بھی آواز دے رہا ہے۔(۱)

اور اس سے بے خبر کہ عنقریب تو خود بھی اس گھاٹ اترنے والا ہے جہاں وہ ہیں اور جب تو اپنے سگوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ تو پھر رہ رہ کر تیرا دل یہ چاہے گا کہ کاش نہ زبان میں سکت ہوتی اور نہ ہاتھوں کو جنبش، تاکہ جو کہا ہے وہ نہ کہتا اور جو کیا ہے وہ نہ کرتا۔

پروردگار! تو ان ظالموں سے ہمارا حق دلا دے۔ اور ان ستمگروں سے ہمارے بدلے چکا دے۔ بارالہا! جن جن سفاکوں نے ہمارا لہو بہایا ہے اور ہمارے طرف داروں کو قتل کیا

---

(۱) قرآن مجید میں اور احادیث نبوی میں بنی امیہ کو شجرہ خبیثہ شجرہ ملعونہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔
اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خبیث درخت جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ دیا جائے۔ اور اس کے لئے دوام نہ ہو۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰) ارشاد ہوتا ہے۔
"اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا۔ وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لئے تھا۔ جس طرح قابل لعنت شجرہ بھی انسان کی آزمائش کے لئے تھا۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۰)
علامہ طبری لکھتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ کی مراد اس ملعون شجرہ سے خاندان بنوی امیہ ہے۔ (تاریخ طبری حصہ ۳ جلد ۳) حافظ سیوطی تفسیر در منثور میں صحیح سند سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خواب دیکھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر اچھل رہے ہیں جیسے بندر، حضرت اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہنسے اور اس درخت بنو امیہ پر لعنت کی گئی ہے۔
ابن مسعود کہتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ ہر دین پر ایک آفت ہوتی ہے اس دین کی آفت بنو امیہ ہیں (کنز العمال)
عمران عینی کہتے ہیں آنحضرت نے تین دفعہ فرمایا بنی امیہ کے لئے تباہی ہو۔ (اصابہ فی تمیز صحابہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۳)

ہے۔ان پر اپنا غضب نازل فرما قسم بخدا! اے یزید تو نے خود ہی اپنی کھال نوچی ہے۔اور اپنے ہاتھوں اپنے گوشت کی بکھ بوٹی کی ہے۔

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ تجھے انتہائی ذلت وخواری کے عالم میں اللہ کے رسولؐ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تم نے نبی کی ذریت کو خاک وخون میں غلطاں کیا ہے اور ان کی عزت کے پیاروں کو نشانہ ستم بنا کر ان کی حرمت زائل کیا ہے۔

یزید جب تو اپنے ان سنگین جرائم کو بوجھ اٹھائے قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیش ہوگا تو پھر دیکھنا کہ دار محشر کس عنوان سے ریاض رسالت کے بکھرے ہوئے پھولوں کو اکٹھا کر کے ہر برگ وگل کو آماجگاہ صد بہار قرار دیتا ہے اور وہ منصف حقیقی کس طرح جور وجفا کرنے والے باغیوں سے ہم کو دوبارہ حق دلاتا ہے۔

اس پیدا کرنے والا کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو۔وہ تو درحقیقت زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔"(۱)

سن یزید سن! تیرے لئے تو بس اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ بہت جلد خدائے ذوالجلال فیصلہ دے گا۔محمد مصطفیٰ مدعی ہوں گے اور جبرئیل امین مدد کریں گے۔

ہاں وہ لوگ بھی اسی ہنگام میں اپنا انجام دیکھ لیں۔جنہوں نے زمین ہموار کر کے تجھے اس جگہ تک پہنچایا۔اور پھر اللہ رسول کا کلمہ پڑھنے والوں کی گردنوں پر مسلط کرایا۔

جب حساب وکتاب کا وقت آئے گا تب ہی پتہ چلے گا کہ جو زیادتیاں کرتے ہیں ان کو کتنی بری سزا ملتی ہے۔

اور اسی لمحے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کسے بدترین جگہ دی گئی اور کس کے ساتھی کس درجے کو پہونچے۔

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹۔

اے یزید! یہ تو زمانے کا انقلاب ہے کہ مجھے تجھ جیسے آدمی سے بات کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تجھے تو میں بہت چھوٹا اور بے وقعت سمجھتی ہوں البتہ تیری سرزنش کو بڑا اور تیری ملامت کو ایک اچھی بات قرار دیتی ہوں۔ ہاں تجھ سے مخاطب ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے ہیں اور کلیجہ سے آہیں نکل رہی ہیں۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وہ خاصان خدا جنہیں اس نے عزو شرف دے کر سرفراز فرمایا وہی فتح مکہ کے دن ہمارے آزاد کئے ہوئے شیطان صفت گروہ کے ہاتھوں تہ تیغ ہوں۔

آہ، آہ دشمن کی آستین سے ابھی تک ہمارے شہیدوں کا لہو ٹپک رہا ہے آج بھی ان کے لب و دہان پر ہمارا گوشت چبانے کے نشان موجود ہیں۔

اف! ان کشتگان راہ تسلیم کے پاک و پاکیزہ (۱) اجسام دامن صحرا میں بے گور و کفن پڑے ہیں۔

اے یزید اگر آج ہمیں جنگی قیدی بنا کر تو سمجھ رہا ہے کہ کچھ حاصل کر لیا۔ تو یاد رکھ کل تجھے اس کے مقابلے میں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اور یہ بات نہ بھولنا کہ تو اپنے اعمال کی صورت میں جو بھیجے گا۔ بس وہی پائے گا۔ نیز رب العالمین اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے پاس فریاد لے کر جاتے ہیں صرف اسی کی ذات پر بھروسہ ہے اور وہی ہم سب کا مرکز اعتماد ہے۔

---

(۱) قرآن مجید میں اللہ پاک نے کلہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے دی ہے جس سے مراد رسول اور ان کی عترت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ پاک نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال دی کی جیسے ایک پاک و پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑیں (زمین میں) راسخ ہوں۔ اور جس کی شاخیں آسمانوں میں بلند ہوں۔ اور وہ ہر آن اپنے پروردگار کی اجازت سے پھل دے رہا ہو۔" تمام مفسرین اس آیت کی تشریح میں متفق ہیں کہ اس پاکیزہ درخت کی جڑیں رسول اکرمؐ اور شاخیں بلوغت ہیں یزید کے بیٹے معاویہ نے اپنے خطبہ میں کہا۔ شجرہ طیبہ سے خاندان رسول علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ (حیات الحیوان دوسری جلد صفحہ ۵۰۲ طبع برقی دہلی) چھوڑ کر ہجرت دمشق میں نقل کیا۔

تھے۔ وہ بھی داخل ہو گئے۔ یزید دربار کی کارروائی اور بی بی زینبؑ کی تقریر کے اثرات دور کرنا چاہتا تھا۔ اسے اس بات کا شدید دکھ تھا کہ دمشق جہاں جھوٹی احادیث و روایات کے ذریعے گذشتہ 35 سالوں سے جس سفیانی اسلام کی ترویج کی گئی تھی اور عوام میں اس قسم کی احادیث کا پرچار کر کے بنی امیہ کی حکومت کو مقدس اسلامی خلافت اور نبی کریمؐ کی حقیقی جانشین متعارف کرایا گیا تھا۔ بنی امیہ کی ہر مخالفت کو امت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کہہ کر کچل دیا جاتا تھا۔ چوں کہ لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے انہیں حقائق کا علم نہیں تھا۔ ان کے سامنے ریاستی ادارے اور ریاست سے وابستہ مذہبی قیادت جس قسم کا دین اور جو کچھ باور کراتی لوگ اس کو آمنا و صدقنا قبول کرتے تھے۔ بالکل عربی کے اس مقولہ کے مصداق۔

"الناس علی دین ملوکھم"

لوگ زیادہ تر بادشاہوں کے مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔

یزید نے صبح دربار کی بدمزگی دور کرنے اور اپنی ساکھ کو بحال کرتے ہوئے سفیانی اسلام کی گزشتہ ۳۵ برس کی روش کے مطابق جامع مسجد میں جمعہ کی نماز میں امام زین العابدینؑ کو بلوایا۔ اور ان کی موجودگی میں درباری مولوی کو وہی رٹی رٹائی تقریر علیؑ اور اولاد علیؑ کے خلاف کرنے کا حکم دیا۔

خطیب نے اہلبیتؑ کے خلاف پورے زور و شور سے تقریر کی۔ انہیں اسلام دشمن، کافر اور امت کے اتحاد میں تفرقہ ڈالنے والا قرار دیا۔ خطیب نے جیسے ہی اپنی شعلہ بیانی ختم کی۔ امام زین العابدین اٹھ کھڑے ہوئے اور خطیب کو مخاطب کر کے کہا تو نے رضائے الٰہی پر رضائے مخلوق کو ترجیح دی خدا تیرا پیٹ آتش جہنم سے بھرے۔ اصول تو یہ ہونا چاہئے۔ امام نے جیسے ہی یہ بات کی یزید نے مداخلت کرتے ہوئے امام کو بٹھانا چاہا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بالکل وہی دربار والی کیفیت یہاں بھی پیدا ہو گئی۔ یزید کو لینے کے دینے پڑ گئے مجمع بضد تھا کہ اس نوجوان کو بھی اس کے جواب کا حق ملنا چاہئے کہ جسے ہم عرصہ دراز سے یکطرفہ سن رہے ہیں۔ اور جواب ہمارے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ بالآخر یزید کو عوامی ہجوم کے سامنے دوبار

تھے۔ وہ بھی رائل ہو گئے۔ یزید دربار کی کارروائی اور بی بی زینبؑ کی تقریر کے اثرات دور کرنا چاہتا تھا۔ اسے اس بات کا شدید دکھ تھا کہ دمشق جہاں جھوٹی احادیث و روایات کے ذریعے گذشتہ 35 سالوں سے جس سفیانی اسلام کی ترویج کی گئی تھی اور عوام میں اس قسم کی احادیث کا پرچار کر کے بنی امیہ کی حکومت کو مقدس اسلامی خلافت اور نبی کریمؐ کی حقیقی جانشین متعارف کرایا گیا تھا۔ بنی امیہ کی ہر مخالفت کو امت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کہہ کر کچل دیا جاتا تھا۔ چوں کہ لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے انہیں حقائق کا علم نہیں تھا۔ ان کے سامنے ریاستی ادارے اور ریاست سے وابستہ مذہبی قیادت جس قسم کا دین اور جو کچھ باور کراتی لوگ اس کو آمنا و صدقنا قبول کرتے تھے۔ بالکل عربی کے اس مقولہ کے مصداق۔

"الناس علی دین ملوکھم"

لوگ زیادہ تر بادشاہوں کے مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔

یزید نے صبح دربار کی بدمزگی دور کرنے اور اپنی ساکھ کو بحال کرتے ہوئے سفیانی اسلام کی گزشتہ ۳۵ برس کی روش کے مطابق جامع مسجد میں جمعہ کی نماز میں امام زین العابدینؑ کو بلوایا۔ اور ان کی موجودگی میں درباری مولوی کو وہی رٹی رٹائی تقریر علیؑ اور اولادِ علیؑ کے خلاف کرنے کا حکم دیا۔

خطیب نے اہلبیتؑ کے خلاف پورے زور و شور سے تقریر کی۔ انہیں اسلام دشمن، کافر اور امت کے اتحاد میں تفرقہ ڈالنے والا قرار دیا۔ خطیب نے جیسے ہی اپنی شعلہ بیانی ختم کی۔ امام زین العابدین اٹھ کھڑے ہوئے اور خطیب کو مخاطب کر کے کہا تو نے رضائے الٰہی پر رضائے مخلوق کو ترجیح دی خدا تیرا پیٹ آتش جہنم سے بھرے۔ اصول تو یہ ہونا چاہئے۔ امام نے جیسے ہی یہ بات کی یزید نے مداخلت کرتے ہوئے امام کو بٹھانا چاہا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بالکل وہی دربار والی کیفیت یہاں بھی پیدا ہو گئی۔ یزید کو لینے کے دینے پڑ گئے مجمع بضد تھا کہ اس نوجوان کو بھی اس کے جواب کا حق ملنا چاہئے کہ جسے ہم عرصہ دراز سے یکطرفہ سن رہے ہیں۔ اور جواب ہمارے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ بالآخر یزید کو عوامی ہجوم کے سامنے دوبار

میں گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ امام منبر پر تشریف لے آئے پہلی بار ۵ مہینوں میں اہل شام کو کہ جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے آل محمد کے کسی فرد کو خود اسٹیج پر سنے اور دیکھنے کا موقع ملا۔ امام نے حمد و ثنا کے بعد تقریر شروع کی۔

لوگو! لوگو! خدا نے ہمیں چھ چیزیں عنایت کی ہیں اور ہمیں سات بزرگیاں عطا کی ہیں ہم کو دیا گیا ہے علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت، اور اہل ایماں کے قلب میں ہماری محبت، ہماری بزرگیاں یہ ہیں اللہ کے منتخب نبی ہم میں سے ہیں۔ صدیق (علیؑ) طیار (جعفر)، اسد اللہ (حمزہ)، سیدۃ نساء العالمین (فاطمہؑ) سبطین امت و سید شباب اہل الجنت (حسنؑ و حسینؑ) ہمارے ہی بزرگ ہیں جس نے مجھے پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا۔ اس سے اپنا تعارف کرا رہا ہوں۔

میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں میں زمزم و صفا کا لال ہوں میں اس کا فرزند ہوں جس نے رداء میں زکوٰۃ کو اٹھا کر فقیروں تک پہنچایا ہے۔ میں بہترین لباس اور ردا والے کا فرزند ہوں۔ میں بہترین زمین پر قدم رکھنے والے کا لال ہوں۔ میں بہترین طواف و سعی کرنے والے اور بہترین تلبیہ ادا کرنے والے کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے براق پر سوار کرایا گیا۔ میں اس کا جگر گوشہ ہوں جسے رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا اور کیا بے نیاز اور پاکیزہ صفات ہے وہ جاننے والا۔ میں اس کا نور نظر ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک اپنے ساتھ لے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے تقرب کی تمام منزلیں طے کر کے اپنے کو دو کمانوں کے فاصلے تک پہنچا دیا میں اس کا لال ہوں جس نے ملائکہ کے ساتھ نماز ادا کی، میں اس کا پارہ دل ہوں جس سے رب جلیل نے وحی کے ذریعہ راز کی باتیں کیں میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں میں علی مرتضیٰ کا جگر گوشہ ہوں۔ میں اس کا لال ہوں جس نے کفار کی ناک رگڑ دی یہاں تک کہ (انہوں) نے کلمہ پڑھ لیا۔

میں اس کا وارث ہوں جس نے رسول اکرمؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی، دو نیزوں سے نیزہ بازی کی دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو بیعتوں میں حصہ لیا اور دو ہجرتیں کیں۔ اس نے بدر و حنین کے معرکے سر کئے اور ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا۔

میں صالح المومنین کا فرزند ہوں۔ میں وارث المحسنین، قاتل الملحدین، یعسوب المسلمین، اور المجاہدین، زین العابدین، تاج البکائین، اصبر الصابرین، افضل القائمین، من آل یٰسین ورسول رب العالمین، تاج البکائین کا فرزند ہوں میں اس کا پارہ دل ہوں جس کی جبرئیل کے ذریعہ تائید اور میکائیل کے ذریعہ مدد کی گئی۔ میں حرم المسلمین کے محافظ کا جگر گوشہ ہوں، میں بیعت شکن محرف اور دین سے نکل جانے والوں سے جہاد کرنے والے نواصب سے جنگ کرنے والے اور تمام قریش میں سب سے زیادہ افضل انسان کا وارث ہوں، میں اس کا وارث ہوں، جس نے سب سے پہلے دعوت الٰہی پہ لبیک کہی، جو سب سے پہلا صاحب ایمان تھا۔ ظالموں کی کمر توڑنے والا، مشرکین کو ہلاک کرنے والا، منافقین کے حق میں سم قاتل، الٰہی کلمہ، عابدین کی زبان، دین خدا کا مددگار، امر خدا کا مددگار، امر خدا کا ولی، حکمت الٰہی کا باغ، علم الٰہی کا خزانہ، جواد و کریم، زیرک و ذکی، رضی و مرضی، مجاہد و باہمت صابر و روزہ گزار مہذب و نیک کردار، بہادر و شجاع، اصلاب کا قطع کرنے والا، دشمنوں کی صفوں کا برہم کرنے والا، سب سے زیادہ مطمئن قلب، سب سے زیادہ صاحب اختیار، سب سے زیادہ فصیح و بلیغ، سب سے زیادہ صاحب عزم و عزیمت، سب سے زیادہ صاحب حوصلہ و ہمت، شیر نیستان شجاعت، باران رحمت، میدان جنگ میں نیزوں کی باہمی آویزش اور گھوڑوں کی باہمی دوڑ دھوپ کے موقع پر ظالموں کو پیس ڈالنے والا اور انہیں ذرات کی طرح ہوا میں اڑا دینے والا، حجاز کا شیر، صاحب الحجاز، عراق کا سردار، نفس و استحقاق کا امام کی، مدنی، اعلمی، تہامی، بدری، واحدی، بیعت و شجر و بحر و بر کا مجاہد، عرب کا سردار، میدان جنگ کا شیر، شعرین کا وارث، سبطین کا والد، مظہر العجائب و غرائب برہم کن یہ لشکر، شہاب ثاقب، نور عاقب، اسد اللہ الغالب کل غالب تھا یعنی سراجہ علی ابن ابی طالب ہیں، فاطمہ الزہرا سیدۃ النساء، طاہر، بتول، بضعۃ الرسول کا فرزند ہوں۔

اپنے گھرانے کا اتنا تعارف کرنے کے بعد آپ نے مصائب کربلا کا تذکرہ شروع کر دیا میں اس کا فرزند ہوں جسے کربلا میں پیاسا شہید کر دیا گیا۔ اس سے لوگوں میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ مسجد میں لوگ چیخ چیخ کر گریہ کرنے لگے۔ تاریخ لکھتی ہے کہ اس وقت یزید کو بغاوت کا

خوف لاحق ہوا اس نے قبل از وقت موذن کو اذان کا حکم دے دیا تا کہ امام اپنی تقریر کا سلسلہ بند کر دیں جب موذن نے کہا "اللہ اکبر" تو آپ نے فرمایا یقیناً اللہ سے بڑی کوئی شے نہیں جب اس نے "اشہد ان لا الہ الا اللہ" کہا تو امام نے فرمایا میرے خون، گوشت اور جسم کا ہر واں رواں اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ جب موذن نے "اشہد ان محمد رسول اللہ" کہا تب علیؑ ابن الحسینؑ نے یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ یہ محمد میرے نانا ہیں تیرے۔ اگر تو یہ کہتا ہے کہ یہ تیرے نانا ہیں۔ تو یقیناً تو جھوٹا ہے اور کافر ہو گیا۔ لیکن اگر تو یہ مانتا ہے کہ وہ میرے نانا ہیں۔ تو پھر تو نے ان کی عترت کو کس لئے قتل کیا۔ یزید کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا وہ خاموش رہا۔

لوگوں کے نالہ وزاری اور امام کی تقریر کے اثرات سے یزید گھبرا گیا۔ اور وہ اٹھ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے دمشق شہر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ لوگوں کو حکومت اسلامی کے باغی قرار دے کر جو قیدی لائے گئے وہ خاندان رسالت کے ماہ وہ تھم ہیں اور مسلمان دن میں ہر فرض نماز میں انکی پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ لیکن لوگوں کو ان کی پہچان اور معرفت نہیں تھی۔

یزید نے اہلبیتؑ کے قیدیوں کو قید خانے بھجوا دیا۔ جہاں ایک دن نہال بن عمر سے امام کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے امام کا حال دریافت کیا۔ امام نے فرمایا ہم کو آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل کی مانند سمجھو کیونکہ وہ بھی ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ امام نے نہال سے حدیث فرمایا۔ عربوں نے عجمیوں پر فخر کرنا شروع کیا۔ کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ قریش نے سارے عرب پر فخر کیا کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ ایک ہم ان کے گھرانے والے ہیں لیکن ہمیں قتل کر ڈالا گیا۔ اور ہم کو بے گھر کر دیا گیا۔ اس طرح ہمارے دن رات گزر رہے ہیں۔ یہی دمشق میں ہمیں ایسے تنگ کیا گیا جیسے زنجبار کا ایک غلام جس کا کوئی ولی وارث نہیں ہوتا دمشق اور عالم اسلام میں جوں جوں لوگوں کو ان واقعات کا علم ہو رہا تھا ان میں غم وغصہ حکومت سے نفرت اور بغاوت کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے جگہ جگہ ہنگاموں کی خبریں مل رہی تھیں کوفہ اور جن شہروں سے قافلہ گزرا تھا۔ حلب، اعلم، موصل،

حماۃ، حمیر اور خراسان، کرمان، سیستان، کران، توران سے مسلسل تعزیتی اور ماتمی اجتماعات کی اطلاعات مل رہی تھیں اور لوگ باقاعدہ یزیدی افراد پر حملے کر رہے تھے۔ خود یزید کے اپنے گھر میں اس کی بیوی ہند نے یزید سے شدید ناراضگی اور غم و غصے کا اظہار کیا۔ یزید کا اپنا بیٹا معاویہ یزید کا سب سے بڑا مخالف ہو گیا۔ اور اکثر اپنے گھرانے کے اعمال پر پشیمانی کا اظہار کرتا۔ یزید کے اپنے کزن، مروان کے سگے بھائی عبد بن حکم نے بھرے دربار میں یزید پر تنقید کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

کیا غضب ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ایسے کمینے اور دوغلے حسب نسب والے شخص کی بدنام زمانہ سمیہ کی نسل تو ٹڈی دلوں کی طرح پھیلے اور فرات کے کنارے رسول اکرمؐ کی نسل قطع ہو جائے۔

ہر کوچہ و بازار میں یہی تذکرہ تھا۔ لوگ اس بات پر حیرت زدہ تھے کہاں اسلام میں آل محمد اتنی فضیلت و مرتبہ رکھتے ہے ہمیں اس کا پتہ بھی نہیں چلا۔ شاید اس کی وجہ یزید تو کر شاہی کے دیرپا اثر درباری علماء تھے جو صرف بنو امیہ اور ان کے ہم فکر افراد کی تعریف و توصیف میں لگے رہتے ان کی شان میں حدیثیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے۔ اسی مذہبی طبقے نے بنو امیہ کی استبدادیت کو مضبوط کیا اور مقدس دینی لباس پہنایا ہوا تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد بنو امیہ کے خلاف نفرت نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی لوگ تعزیتی جلسے، شہدا کے مرثیے کہہ رہے تھے۔ اس زمانے کے ایک مشہور شخص سہل سہراری نے ایک بوڑھے سے روایت کیا تو اس نے شعر پڑھا۔

یعنی خاندان ہاشم کے فرد فرید اور نیوا کے شہید کے قتل نے مسلمانوں کے گلے میں ذلت کا طوق ڈال دیا اور واقعاً پوری قوم رسوا ہو گئی۔

اب یزید اس تنقید سے بچنے کے راستے سوچنے لگا۔ اس نے اپنی سابقہ پالیسی یک لخت تبدیل کر لی۔ اس نے اپنے کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے ابن زیاد کو ذمہ دار قرار دینا شروع کر دیا۔ لوگوں کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرنے لگا۔ راتوں کی نیند اڑ گئی۔ سوتے سوتے چیخ کر اٹھ بیٹھتا اور کہتا ماں و حسینؑ میں نے یہ کیا کیا۔

اب اس نے اسیران سے اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔ اور امام کو بلا کر کہا میں آپ لوگوں کو اس کا خون

بھادینا چاہتا ہوں۔ امام نے سختی سے اس کی تجویز ٹھکرادی۔

یزید نے امام سے کہا کہ آپ لوگوں کو رہا کیا جاتا ہے۔ چاہیں تو ہمیشہ شام میں رہیں یا مدینہ چلے جائیں۔ امام نے یزید کے سامنے شرائط رکھیں۔ ہمارے لوٹے ہوئے تبرکات واپس کئے جائیں۔ اور ہمیں دمشق میں ایک الگ گھر دیا جائے جہاں ہم اپنے شہیدوں کا جی بھر کر سوگ منا سکیں کیونکہ اب تک ہمیں جی بھر کر شہیدوں کو رونے نہیں دیا ہے۔ یزید نے تبرکات واپس دلانے کا حکم دیا۔ اور محلہ ''دار الاکبارہ'' میں ایک مکان خالی کروادیا۔ قید خانے سے قیدی وہاں منتقل ہو گئے اور تاریخ کی سب سے پہلی تعزیتی سوگواری کی مجلس عزاء دمشق میں برپا ہوئی جس میں کثیر تعداد میں شامی خواتین نے بھی شرکت کی۔ سات دن تک متواتر تعزیتی ماتم ہوتا رہا۔ جس میں کربلا والوں کے مصائب اور یزیدیوں کے مظالم سنائے جاتے تھے اور قیامت خیز گریہ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ احتجاجی ماتم تعزیتی اجتماعات عالم اسلام کے تمام شہروں، قصبوں اور دیہات تک پھیل گئے۔ اور ہر محرم میں باقاعدگی سے عاشورے کے موقع پر منعقد ہونے لگے بعد میں انہوں احتجاجی جلوس کی شکل اختیار کرلی عاشورے کے دن جلوس جیسے ہی باہر نکلتا بنو امیہ کے حکام اسے جبراً روکتے ان کا قتل عام کرتے۔(۱)

مدینہ روانگی

نعمان بن بشیر جو کہ ایک مرد جلد اور صحابی رسول تھا۔ اس کی معیت میں بہت احترام سے قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا۔ دستے میں پانچ سو سوار تھے۔ جو سر جھکائے قافلے کے آگے آگے چل رہے تھے۔

---

(۱) محرم الحرام کے یہ اجتماعات تو رفتہ رفتہ اموی ظلم کے خلاف نفرت، احتجاج اور مزاحمت کی علامت بن گئے۔ ہر حکمران اسے اپنے بقا کے لئے خطرہ سمجھ کر اس کے خلاف پابندی عائد کرتا رہا۔ ان اجتماعات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر یہ اجتماعات بدستور قائم رہے۔ بلکہ یہ اجتماعات ہی بعد میں آنے والی تمام حکومتوں کی بنیاد بنے۔

اہلیان مدینہ کو آمد کی اطلاع

مدینے پہنچنے سے ذرا پہلے امام نے قافلہ روک دینے کا حکم دیا اور نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا کہ تمہارا باپ شاعر تھا۔ کیا تم بھی شعر کہہ لیتے ہو اس نے جواب دیا۔ جی ہاں میں بھی شاعر ہوں۔ آپ نے اسے مدینہ میں اپنے بزرگوار کی شہادت اور خاندان اور رسالت کی آمد کی خبر سنانے کو کہا۔

اس نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کے قریب بہت ہی دردناک انداز میں یہ اشعار پڑھنا شروع کیے۔

اے مدینہ کے رہنے والو! یہ مقام تمہارے رہنے کے قابل نہیں کیونکہ حسینؑ قتل کر دیے گئے ہیں۔ پس تم مسلسل روتے رہو۔ ان کا جسم اطہر کربلا میں خون آلود پڑا ہے۔ اور سر اقدس نیزے پر پھرایا جا رہا ہے۔

اے اہل مدینہ! علیؑ ابن حسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ آ کر تمہارے بے شہر کے باہر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ میں ان کا قاصد بن کر تم کو بتانے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ مدینے میں کوئی مرد و زن ایسا نہ تھا۔ جو اپنے گھر سے باہر نہ نکل آیا ہو۔ سب کے سب رو پیٹ رہے تھے محلہ بنی ہاشم سے ہاشمی خواتین اشعار پڑھتی جاتی تھیں۔

تم لوگوں سے رسولؐ نے کیا کہا تھا۔ اور تم نے کیا کیا۔

انہوں نے تو کہا تھا کہ ہماری عترت کی پیروی کرنا

تم ان کو قید کیا۔ اور قیدی بنایا۔

بشیر کہتا ہے اس وقت میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ مدینے کے سارے راستے لوگوں سے بھر چکے تھے لوگ اسی طرف دوڑتے تھے۔ سارا مدینہ خالی ہو چکا تھا۔ اتنا ہجوم میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ بمشکل علیؑ ابن الحسینؑ کے خیمے تک جا پہنچا۔ خیمے کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ آپ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ آپ روتے جاتے تھے۔ آپ روتے جاتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس سے آنسو پونچھ

رہے تھے۔ خادم نے خیمے کے باہر ایک کرسی رکھ دی۔ جس پر آپ جلوہ افروز ہو گئے۔ لیکن گریہ اتنا طاری ہوا کہ آپ کچھ فرما نہ سکے۔ لوگ بھی بے تاب ہو کر چیخ چیخ کر گریہ وزاری کر رہے تھے اور آپ کے والد بزرگوار کا پرسہ دے رہے تھے۔

مرد و زن کی ایک ہی صدا تھی۔ کچھ دیر بعد آپ نے ہاتھ سے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اور کہنا شروع کیا۔

مدینے سے نزدیک امام زین العابدین کا خطبہ

حمد اس اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہ رحمان و رحیم ہے۔ یوم جزا کا مالک ہے۔ ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ دور ہے ان معنی میں کہ اونچے آسمانوں کی طرح بلند مرتبہ ہے۔ وہ قریب ہے ان معنی میں کہ سرگوشی بھی سن سکتا ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ بڑے معاملات پر زمانے کی ڈھلی ہوئی مصیبتوں پر جو تباہ کرنے والی۔ ایذا پہنچانے والی، ہمہ گیر اور وسیع ہے۔ اے لوگو! اللہ نے جو سزا اور حمد ہے ہم کو بڑی آزمائش میں مبتلا کیا۔ جب کہ اسلام میں سخت رخنہ پڑ گیا۔ ابو عبداللہ (امام حسینؑ) اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا گیا۔ ان کے سر اقدس کو نیزے کی انی پر رکھ کر شہر شہر پھرایا گیا۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہے جس کے مثل کوئی مصیبت نہیں ہے۔

اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کے قتل ہو جانے پر خوش رہ سکے۔ کون سا دل ہے جو ان کی وجہ سے غمزدہ نہ ہو۔ تم میں سے کس کی آنکھ ہے جو اپنے آنسوؤں کو روک سکے۔ اور گریہ کو دبا سکے۔ کون سا دل ہے جو ان کے قتل پر بے چین نہ ہو۔ کون سا دل ہے جو ان کے لئے نہ چلے۔ اور کون سا وہ کان ہے جو اسلام میں اس دراڑ کے پڑ جانے کو سنے اور بہرا نہ ہو جائے۔

اے لوگو! ہم وطن سے نکالے گئے۔ در بدر کئے گئے۔ اور شہر بہ شہر پھرائے گئے اپنے گھروں اور شہروں سے دور کر دیئے گئے۔ جبکہ ہمنے نہ تو کوئی جرم کیا تھا اور نہ ہی کوئی ناجائز فعل کیا تھا نہ ہی اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا۔

مدینہ میں خاندان رسالت کے داخلے کے وقت بڑا عجیب رقت انگیز منظر تھا مدینہ کے تمام باشندگان مرد، پیر، جوان، بچے زار و قطار رو رہے تھے۔
ایسے موقع پر بی بی اکرم کی چھوٹی بہن یہ مرثیہ کہتی جاتی تھی۔

ام کلثوم کا مرثیہ

اے نانا کے مدینہ! ہمیں قبول نہ کر
کہ ہم حسرتوں اور غم و اندوہ کے ساتھ آئے ہیں
اے مدینہ! ہماری جانب سے اللہ کے رسولؐ کو یہ بتادے
کہ ہم اپنے پدر کے غم میں مبتلا ہوئے
اے مدینہ! ہم تمام عزیزوں کے ہمراہ تجھ سے نکلے تھے
لیکن اس حال میں واپس آئے ہیں کہ نہ کوئی مرد ہے اور نہ بچے
اے نانا! حسینؑ کو قتل کردیا
اور خدا سے ہمارے قرب کا بھی لحاظ نہیں کیا
اے نانا! ہمارے دشمن اپنی آرزوؤں تک پہنچ گئے
اور دشمنوں کے دل ہمارے مصائب دیکھ کر خوش ہوگئے
انہوں نے عورتوں کی بے حرمتی کی اور انہیں
بے پردہ گھوڑوں پر سوار ہونے پر مجبور کیا
اے نانا کے مدینہ! ہمیں قبول نہ کر
کہ ہم حسرتوں اور غم و اندوہ کے ساتھ آئے ہیں

احتجاجی تحریکوں کا آغاز

سانحہ کربلا کے بعد یزید کے خلاف عام نفرت پھیل گئی جگہ جگہ احتجاجی اجتماعات و

مظاہرے ہونے لگے مدینہ، مکہ، بصرہ، حلب، خراسان، کرمان، سیستان، توران و مکران میں باقاعدہ بغاوت ہوگئی۔(۱)

اہل مدینہ نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی سرکردگی میں یزید کے حاکم کو شہر سے نکال دیا اور اسے خلافت سے معزول کرتے ہوئے اس کی بیعت سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا یہی صورت حال مکہ میں پیش آئی۔

مکہ میں عبداللہ ابن زبیر نے یزید کی خلافت سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے اسے معزول کر دیا مدینہ میں لوگوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کر لی یزید نے انقلابیوں کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عتبہ کی سربراہی میں شام سے لشکر روانہ کیا اور لشکریوں کو مدینے میں فتح کے بعد تین دن تک لوٹ مار قتل غارت کی کھلی اجازت دے دی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ خلفاء میں تحریر کرتے ہیں کہ ۶۳ ہجری میں یزید کو اطلاع ملی کہ مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے اس اطلاع پر یزید نے ایک بڑی فوج مدینہ پر حملہ کے لئے بھیجی۔ اور مدینہ والوں کے سر اڑا دینے کا حکم دیا اور مدینہ والوں سے جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ باب طیبہ میں جنگ ہوئی جو جنگ (حرہ) کے نام سے مشہور ہے جانتے ہو جنگ حرہ کیا چیز ہے؟ سنو اس کی بابت حسن (بصری) نے ایک مرتبہ بیان کیا۔ بخدا اس جنگ میں صحابہ کو چن چن کر قتل کیا گیا اور دوسرے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا شہر کو لوٹا گیا اور ہزار ہا نوجوان دوشیزہ خواتین کو جبراً ذلیل کیا گیا۔(۲)

---

(۱) بلوچ علاقے حلب خراسان، کرمان، سیستان، توران و مکران خاص طور پر احتجاج اور مزاحمت کے زیادہ شدید مراکز تھے۔ جنہوں نے یزیدی آمریت کی کھل کر مخالفت اور آل رسول کی حمایت کی۔ بلوچ اکراد قبائل کے تمام طبقوں نے باقاعدہ سوگ منایا اور ماتم کیا۔ تفصیلات آغا نصیر خان احمد زئی کی کتاب تاریخ بلوچ اور خواتین میں دیکھی جا سکتی ہے۔ میر نصیر خان نوری کے قاضی گنجابوی نے تحفۃ النصیر میں لکھتے ہیں کہ بلوچوں نے پورے ایک سال تک اماموں کا سوگ منایا اور ماتم کیا اور احتجاج میں اپنے بال بڑھا لئے کہ جب تک ہم یزیدیوں سے اماموں کا بدلہ نہیں لیں گے بال نہیں کاٹیں گے۔ بلوچ مزاحمت تسلسل سے یزید اور بنی امیہ و دیگر آمریتوں سے لڑتی رہی۔ جس کی وجہ سے انہیں شدید مظالم ہجرتوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

(۲) حافظ سیوطی، تاریخ الخلفاء۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں لکھتے ہیں: تین دن تک مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی الامان والحفیظ۔ اس واقع کا نام واقعہ (حرہ) اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ یہ سانحہ حرہ وارقم میں پیش آیا جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے کی مسافت پر واقع ہے۔ اس سانحہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار علماء وبہترین تابعین شہید ہوئے اور عوام الناس میں سوائے عورتوں بچوں کے دس ہزار آدمی شہید اور سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ اور قریش کے سات سو آدمی شہید ہوئے ان بدنصیبوں نے فسق وفجور اور بلوہ وفساد اور حرام کاری اور زنا کو خوب عام کیا۔ حتی کہ روایتوں میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے حرامی بچوں کو جنم دیا ان لوگوں نے مسجد نبوی کی حرمت کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور مسجد میں گھوڑے دوڑائے حتیٰ کہ وہ مقام جس کو روضہ شریف کہتے ہیں جو روضہ شریف اور روضہ اطہر کے درمیان واقع ہے اور جس کے متعلق صحیح احادیث مروی ہے کہ وہ روضہ میں ریاض الجنۃ ہے اس میں گھوڑوں کو باندھا اور گھوڑوں نے لید کی۔ بلوائیوں نے لوگوں سے جبراً یزید کی غلامی پر بیعت لی خواہ یزید تم کو بیچے یا آزاد کرے۔(۱)

عہد جدید کے مصری نژاد مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین رقم طراز ہیں: کہ حسینؓ کی شہادت کی خبر جب حجاز پہنچی تو یہ لوگوں کے لئے بہت ہی گراں تھی، لوگ ایک دل اور ہم زبان ہو کر کہہ رہے تھے یزید نے فرمان خدا کی مخالفت کی ہے اس کی اطاعت واجب نہیں۔ بلکہ جتنا بھی جلدی ممکن ہو اس پر خروج کیا جائے اور اس طرح حجاز میں ابن زبیر کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

یزید نے قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا لوگوں کی عزت وآبرو پر ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے ان سے بیعت لی گئی۔ کتاب وسنت پر نہیں جیسا کہ مسلمانوں کا معمول تھا بلکہ اس بات پر کہ سب کے سب یزید کے غلام اور حاشیہ بردار ہیں جو شخص بھی اس کی بیعت سے انکار کرتا اس کی گردن اڑا دی جاتی اس طرح مدینہ طیبہ (۶۳) میں اطاعت اللہ کے نام کی فرمانی اور دین سے سرتابی کی گئی۔

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب۔

مسلم بن عقبہ کے سپاہیوں کی سنگدلی کا ایک نمونہ تاریخ سے نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سپاہی مدینہ کے ایک انصاری صحابی کے گھر میں داخل ہوا۔ جہاں فقط ایک عورت اور اس کا شیر خوار بچہ تھا اس نے عورت سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ عورت نے جواب دیا خدا کی قسم ہمارے پاس کچھ نہیں اس وحشی نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ہمارے لئے لے آؤ وگرنہ میں تمہیں اس بچے کے ساتھ قتل کر دوں گا۔ اس خوفزدہ عورت نے کہا۔ یہ بچہ ابن کبشہ انصاری کا بیٹا ہے جو رسول اللہ کے صحابی تھے ابھی عورت کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ اس ظالم نے اس بچے کو جو ماں کے سینے سے لگا دودھ پی رہا تھا۔ ماں سے چھین کر دیوار پر اس طرح مارا کہ اس کا ننھا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گیا۔

مسلم بن عقبہ نے انصاری کے قتل کی اطلاع یزید کو بھجوائی۔ یزید اس اطلاع پر بہت خوش ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

کاش میرے بڑے بوڑھے معرکہ بدر کے حاضر ہوتے۔ جب نیزوں سے خزرج (انصار) کے لوگ چلا اٹھے۔ مدینہ کی تاراجی کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں مشرف کے مقام پر مسلم بن عقبہ مر گیا اور اس نے حصین بن نمیر کو سپہ سالار بنا دیا۔

مشہور مستشرق قلپ کے ہٹی لکھتا ہے۔

اس کے بعد یہ فوج مکہ کی طرف روانہ ہوئی راستے میں مسلم مر گیا اور حصین بن نمیر سالار اعلیٰ ہوا۔ جس نے حرم (متبرک بیت اللہ) پر منجنیقوں سے پتھر برسائے۔ اس محاصرے میں کعبہ کا غلاف تک جل گیا اور پھر اسود ٹوٹ کر تین حصوں میں بٹ گیا اللہ کا گھر ایسا لگتا تھا جیسے کہ رونے والی عورت کا دل بیٹھ گیا ہو۔ (۱)

مورخ مسعودی لکھتا ہے۔

حصین بن نمیر نے اپنے شامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر منجنیقوں کو مکہ میں نصب کرایا۔ اور مسجد کے ارد گرد جو پہاڑی راستے تھے ان پر منجنیقیں نصب کر دیں۔ ابن زبیر مسجد میں

(۱) تاریخ عرب قلپ ہٹی۔

تھے۔ میں منجنیقوں سے پتھر پے در پے بیت اللہ پر برسنے لگے۔ اور پتھروں کے ساتھ آگ مٹی کا تیل اور کتان کے ٹکڑے اور دیگر جلنے والی چیزیں پھینکی جانے لگی۔ کعبہ منہدم ہو گیا۔ اور اس کی عمارت جل گئی۔

مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں: تاریخ کے دھارے کا رخ ذرا سا جو بدلا تو پھر گھماؤ بڑھتا ہی چلا گیا۔ موروثی شخصی سلطنت کو خلافت کا نام دینے کے باوجود یہ ناگزیر تھا۔ کہ اس درخت سے یزید ابن میسرہ، مروان اور ہشام جیسی شاخیں پھوٹیں اور وہ کربلا و حرہ اور قتل سادات جیسے برگ بار لائیں۔۔۔ پھر یہ بھی ناگزیر تھا کہ اس درخت کی چھاؤں میں ہوا پرستانہ ثقافت کی مجلسیں آراستہ ہوں جس میں شراب عشرت کے دور چلیں اور مغنیان آتش نوا متاع ہوش کے رہزن بنیں اور حالانکہ امرد گرد ممتاز داعیان حق ذبح ہو رہے ہوں اور مسلم عوام کے لاشے تڑپ رہے ہوں۔(۱)

توابین کی تحریک

کوفہ بصرہ میں بھی خون حسین علیہ السلام کے انتقام کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اب ہر طرف سے یزیدی حکومت کو خطرات لاحق ہو گئے تھے جگہ جگہ تحریکیں اٹھنا شروع ہو گئیں ۶۴ ہجری میں صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد خزاعی کی سربراہی میں توابین نے خون حسین کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں ابن زیاد نے واقعہ کربلا کے وقت قید کر دیا تھا۔ یا کچھ دیگر وجوہات کی بنیاد پر امام کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان کا مشہور نعرہ تھا (یا لثارات الحسین) اٹھو اور خون حسین کا انتقام لو۔ انہوں نے کوفہ میں یزید سے جنگ کرنے کے لئے اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ اکثر اپنی محافل میں گریہ کرتے اور توبہ کرتے کہ ہم امام حسین کا ساتھ نہ دے سکے۔ اس کی تحریک روز بروز زور پکڑنے لگی۔ بالآخر ان کے ساتھیوں کی تعداد سولہ ہزار تک پہنچ گئی۔ ۶۵ ہجری میں یہ یا لثارات الحسین کے نام سے کوفہ سے نکل آئے انہوں نے

---

(۱) معرکہ دین و سیاست صفحہ ۳۳۔

عہد کیا تھا۔ کہ ہم گھروں میں واپس نہیں جائیں گے۔ اور اپنے نبیؐ کی اولاد کے حق میں توبہ کریں گے۔ اور ان کے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔

اسی دوران یزید کا انتقال ہو گیا یزید کے بیٹے معاویہ نے تخت حکومت یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا کہ مجھے ایسی حکومت نہیں چاہئے جس پر پیغمبرؐ کی اولاد کا خون ہو۔ وہ یہ کہہ کر جنگل کی طرف چلا گیا اور کہتے ہیں کہ چالیس دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ (۱)

معاویہ بن یزید کے تخت چھوڑنے کے بعد دمشق کی حکومت پر مروان بن حکم بیٹھ گیا (۲) ادھر توابین کوفہ سے نکل کر قبر امام حسینؑ پر پہنچے اور انہوں نے اتنا شدید گریہ و ماتم کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پوری ایک رات دن یہ گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد یہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ مروان نے ابن زیاد کو ان کے مقابلے پر ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ عین الوردہ کے مقام پر ان کا مقابلہ ہوا اور توابین نے اتنی شدید جنگ کی کہ ایک موقع پر محسوس ہوتا تھا کہ ابن زیاد شکست کھا جائے گا۔ لیکن شام سے مسلسل کمک پہنچتی رہی۔ اور تمام توابین لڑتے ہوئے دلیرانہ انداز میں شہید ہو گئے۔

امیر مختار بن عبیدہ ثقفی کی تحریک

یہ بھی کوفہ کے سرداروں میں سے تھا جسے امام حسینؑ کی آمد کے وقت ابن زیاد نے قید کر دیا تھا۔ جیل سے چھوٹنے کے بعد مختار نے بھی خون حسینؑ کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ اور واقعات کربلا سنا کر لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا۔ لوگوں کی زیادہ تعداد جمع کرنے کے بعد اس نے کوفہ کے بیت المال پر قبضہ کر لیا مختار نے چن چن کر قاتلین امام حسینؑ کو قتل کیا جن کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں تمام قاتل ذکر کئے ہیں۔ عمر بن سعد، شبث بن ربعی، عمر بن حجاج، محول، حرملہ، شمر شامل ہیں اور اپنے ایک بہادر قبائلی سردار ابراہیم اشتر کی قیادت میں ایک بڑا لشکر ابن زیاد کے قتل کے لئے شام کی طرف روانہ کیا۔

---

(۱) مسعودی مروج الذہب جلد سوئم۔ (۲) یہ شخص مروہ تھا۔ اسے اس کے باپ سمیت رسول اکرمؐ نے مدینہ بدر کر دیا تھا۔ اس کا باپ رسول اکرمؐ کی نعلین اتار کرتا تھا اور آپ جب طائف کے ساتھ ہوتے تو گھر میں چھپا لیتا تھا۔

ادھر ابن زیاد شام سے لشکر لے کر چلا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ موصل کے نزدیک خازر کے مقام پر ہوا۔ ایسی شدید لڑائی ہوئی کہ تاریخ اسلام میں بہت کم ایسی لڑائی لڑی گئی اس لڑائی میں ابراہیم اشتر نے ابن زیاد کو قتل کر دیا۔ شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ اور ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کو بھجوا دیا۔ اس نے سر امام زین العابدینؑ کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ امام اس کا سر دیکھ کر خدا کے حضور شکرانے کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔ واقعہ کربلا کے بعد بنی امیہ کے خلاف مسلسل انقلابی تحریکیں اٹھتی رہیں جو جوش و ولولہ اور حرارت خون حسینؑ سے حاصل کرتیں۔

ان تحریکوں کے اصل مراکز حجاز، عراق، خراسان، کرمان و سیستان توران، طب اور بلوچ اکراد قبائل کے اکثریتی علاقے رہے۔ جہاں مسلسل بغاوت ہوتی رہی۔ حکومتیں ان لوگوں کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آتی تھیں۔ ان کے خلاف عوام میں منفی پروپیگنڈہ کرتیں۔ انہیں اسلام کا دشمن قرار دیتیں۔ ہر سال محرم میں عاشور کے روز لوگ سادات کے ہاں جمع ہو جاتے اور ان کے ساتھ مل کر کالے جھنڈے اٹھا کر (یا حسین یا حسین) کہہ کر احتجاجی جلوس نکالتے۔ اس وقت کی آمریتیں ان جلوسوں سے شدید خوفزدہ ہو جاتیں۔ وہ ان جلوسوں پر حملہ کر کے انہیں ختم کرنے کی کوشش کرتیں اس وقت حسین کا نام جابر کے خلاف مزاحمت، انقلاب، جدوجہد اور بغاوت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ ریاستی ادارے اس نام کو ختم کرنے کی کوشش کرتے خصوصاً عوام کو امام حسینؑ سے دور کرنے کے لئے انہوں نے فتویٰ فروش مذہبی مفتیوں سے فتویٰ جاری کرواتے۔ کہ امام حسین کا غم منانا بدعت ہے، ان کو رونا گناہ ہے۔ اس سلسلہ کا کارخانہ حدیث سازی سے خاص طور پر مدد لی گئی۔ بالآخر بنی عباس نے خون حسین کا نعرہ لگاتے ہوئے بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور مطلق العنان عباسی بادشاہت قائم کی۔

شہادت امام حسینؑ اثرات

۱۔ پہلا اثر نئی مسلمان ہونے والی اقوام پر یہ پڑا کہ لوگوں میں ایک تمیز (خط امتیاز) پیدا ہو گیا۔ بادشاہ کے احکامات اسلامی قوانین کی حیثیت نہیں رکھتے۔ جو شخص نبوت کی جانشینی

کی صورت میں قابض ہے اور اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ ایک آئین شکن اور ظالم و جابر آمریت ہے اور بس! اسلام کے حقیقی پیشوا اور رہبر نبی (ص) کے اہلبیتؑ ہیں جو آئین اسلام کے محافظ و سنت کے صحیح مفسر اور شارح ہیں۔

۲۔ دوسرا اثر یہ پڑا کہ امت کے ارباب حل و عقد اس وقت گومگو کی کیفیت میں تھے۔ نظری اعتبار سے ان پر حقائق واضح تھے کہ موجود فرد جو کہ نبی کی جانشینی کا دعویٰ کر رہا ہے ظالم، فاسق و فاجر ہے۔ اسلامی دستور کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے۔ لیکن عملی موقف کسی پر واضح نہ تھا۔ کہ ایک مسلمان کو ایسے حالات میں کن فرائض کو انجام دینا چاہئے۔ امام حسینؑ کے اقدام نے انہیں سمجھا دیا۔ کہ جب کبھی آئین کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اس میں کن مانی ترمیمات کی جا رہی ہوں اسے اپنے اقتدار کی طوالت کا ذریعہ بنا کر مفادات کے لئے استعمال کیا جا رہا ہو۔ ایسے موقع پر احتجاجی تحریک چلانی چاہئے اور آئین کی از سر نو بحالی کے لئے اپنی ہر قیمتی شے، جان و مال اولاد قربان کر دینی چاہئے۔

۳۔ تیسرا اثر یہ پڑا کہ لوگ اجتماعی سوچ چھوڑ کر انفرادی مفادات کے چکر میں لگ گئے تھے۔ ہر فرد ذاتی فائدہ کو پیش نظر رکھتا تھا۔ ہر طرف مفاد پرستی، چاپلوسی کا دور تھا۔ یا کچھ لوگوں نے بنی اسرائیل کی طرح فرعون کے مقابلے ذلت و ظلم کو اپنا مقدر سمجھ لیا تھا۔ ان کے ساتھ جتنا بے شرمانہ سلوک کیا جائے ان کے ضمیروں میں حرکت پیدا نہیں ہوتی تھی ضمیر مردہ اور ارادے کمزور پڑ چکے تھے۔ مزاحمت نام کی چیز سے ناواقف تھے یہی حالت آمریت نے امت مسلمہ کی مجموعی طور پر کر دی تھی۔ امام حسینؑ کے اس قیام کے بعد مسلسل بنو امیہ کی آمریت کے خلاف جگہ جگہ حسینی انقلاب سے حرارت لینے والے گروہ عدل اجتماعی کے قیام کے لئے انقلابی تحریکیں چلاتے رہے۔ ہر چند یہ کامیاب نہ ہو سکے لیکن ان ہی انقلابی تحریکوں کی برکت سے حق و باطل صحیح و غلط عدل و ناانصافی کے درمیان ایک خط امتیاز باقی رہا ہے اور آج اگر چودہ سو سال بعد بھی آمریت پر کھلے عام تنقید کی جاتی ہے تو یہ اسی موقف کی وجہ سے ہے۔ ورنہ بنی امیہ کے پروپیگنڈہ کا اتنا اثر ہو گیا تھا کہ آج تک علماء یزید جیسے فاسق و فاجر پر کھلے بندوں تنقید

کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا اثر یہ پڑا کہ آمریت نے امت کے افراد میں عقل و منطق شعور و آگہی، تجزیہ تحلیل، منطقی استدلال، فلسفہ دین میں تحقیق و تفتیش پر پابندی لگا دی تھی بس آنکھ بند کر کے خلیفہ کی اطاعت اصل دین تھا۔ تعلیمی ادارے تمام تر ریاست کے زیر کنٹرول ہوتے تھے جن کا تعلیمی نصاب خاص فکر کا حامل تھا۔ کہ جس سے درباری شاہ کے چوبے ہی پیدا ہو سکتے تھے۔ اس نصاب کے خاص نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دین میں عقل کی گنجائش نہیں۔ بلکہ آنکھ بند کر کے بے چون و چرا اطاعت کا نام ہے۔

۲۔ اچھائی یا برائی کو پرکھنے کا معیار عقلی بنیادوں پر نہیں بلکہ نقلی ہے۔ (یعنی جو کچھ نقل ہوا ہے احادیث میں آیا ہے وہی حتمی ہے) اور انہوں نے جھوٹی احادیث اپنے مقاصد کے لئے لاکھوں کی تعداد میں گڑوا دیں۔

۳۔ عقل اصل مصدر حقیقت شناس نہیں بلکہ مجازی ہے۔ جو دین کی تشریح مفتی صاحب نے کر دی وہی حتمی اور فیصلہ کن ہے۔ اس میں سوچنے سمجھنے کی گنجائش نہیں۔

۴۔ خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے۔ انسان فاعل خود مختار نہیں بلکہ مجبور محض ہے اسی عقیدے کے تحت ملوک، عوام پر مظالم اور ان کا استحصال کرتے ہوئے دلیل دیتے تھے کہ ہم ہر کام اللہ کی طرف سے کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو ہم آپ پر حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ واقعات کربلا میں متعدد جگہ ابن زیاد اور یزید نے اسی استدلال کو استعمال کرتے ہوئے دلیل دی ہے کہ حسینؓ کو ہم نے نہیں بلکہ اللہ نے مارا ہے کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو آپ نہیں مار سکتے تھے۔ عالم اسلام میں بے عملی، جمود اور پسماندگی کی وجہ بھی یہی عقیدہ بنا۔

۵۔ دین خصوصاً فقہ میں چار اماموں کی رائے کے علاوہ کسی کی رائے قابل قبول نہیں دیگر کسی صاحب علم کو قرآن و سنت میں تحقیق، ریسرچ کی اجازت نہیں۔ اجتہاد پر پابندی کی وجہ سے دین قرون وسطیٰ کی ضرورت تقاضوں تک محدود ہو کر رہ گیا اور عوام رکود و جمود کا شکار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے پسماندہ، کم تعلیم یافتہ، سیاسی انتشار اور افتراق کے شکار

مسلم معاشرے ہی نظر آتے ہیں۔

۶۔ تاریخ کے مطالعہ اور تجزیہ تحلیل پر پابندی لگادی گئی۔ تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات اور ان بادشاہوں کے کرداروں کے درمیان موازنہ اور تاریخی واقعات حکمرانوں کی بداعمالیوں پر تجزیہ و تحلیل نہ کرسکیں اور سوال نہ کرسکیں کہ آیا ہارون رشید، مامون رشید اپنی تمام بداعمالیوں اور مظالم کے ساتھ کس طرح اسلامی خلافت کے اہل تھے۔ اورنگزیب عالمگیر اپنے باپ کو قید کرنے اور چار سگے بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد کس طرح متقی اور پرہیزگار مسلم حکمران کہلایا جاسکتا ہے۔

۷۔ انسان جبر اتقدیر کا پابند ہے۔ اس لئے، بدبختی، محرومی اس کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔ تقریباً آج کل بھی ہمارے مدارس میں یہی کچھ پڑھایا جارہا ہے جس کو پڑھ کر قرون وسطیٰ کی آمرانہ حکمرانی کا تصور ابھرتا ہے۔ جو عہد جدید کے تقاضوں، آج کے انسانوں کی ضرورت سے ہم آہنگ نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان مدارس سے پڑھا لکھا شخص تنگ نظر، متعصب، جمود زدہ کا شکار نظر آتا ہے۔

۸۔ جو بھی حکمران خواہ ظلم و اتفاق سے حکومت پر ایک دفعہ قبضہ کرلے اس کے خلاف قیام جائز نہیں حکمران چونکہ ظل اللہ (اللہ کا سایہ) ہیں ان پر تنقید بھی نہیں کرسکتے۔

امام حسین علیہ السلام کے قیام کی وجہ سے ایک ایسا انقلابی نظریاتی گروہ وجود میں آگیا۔ جو مسلسل تاریخ میں اس نظام کو چیلنج کرتا رہا۔ مطلق العنانیت اور آمریت کو للکارتا رہا جو دین میں وسعت فکری، تحقیق ریسرچ، عقلانی قوتوں کی حکمرانی کا علمبردار اور حکمرانوں کی بداعمالیوں پر کڑی تنقید کرتا تھا اور ان کے ہر عمل کے احتساب کی بات کرتا تھا جو ہر دور کے مسائل کے حل کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے کا حامی تھا اور اس انقلابی گروہ نے تاریخ میں ایک لمحہ کے لئے بھی ظالم حکمرانوں کے اس بوسیدہ نظام کو قبول نہیں کیا۔ جس سے اسے سینکڑوں بار قتل و غارتگری کا نشانہ بننا پڑا۔ ریاستی انتقام، ہجرتیں اور محرومیاں برداشت کرنی پڑیں۔ حکومت وقت کے میڈیا ٹرائل کا سامنا کرنا پڑا، ریاستی مفتیوں کے کفر و شرک اور بدعت کے فتویٰ کا شکار ہونا پڑا۔ لیکن وہ اپنے انقلابی موقف سے ایک لمحہ کے لئے بھی پیچھے نہیں ہٹا۔

امام حسین علیہ السلام کی میراث

امام حسین علیہ السلام ایک صالح متمدن مہذب اور ترقی یافتہ معاشرہ تعمیر کرنا چاہتے تھے جہاں اصولوں کی برتری آزادی و حریت، ایثار اور قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ جہاں انصاف، مساوات وعدالت کی حکمرانی ہو وہاں حکمرانوں میں احتساب کا تصور پایا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے یہ سمجھا دیا کہ کامیابی و ناکامی کا صدیوں سے قائم معیار جو دنیا میں رائج رہا ہے۔ وہ غلط ہے کامیابی اقوام کی سرزمینوں کی فتح، خزانوں کے بھرنے اور لونڈی و غلام بنانا نہیں بلکہ جو شخص آئین کی پاسداری، اصولوں کی پابندی، ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال اور صبر و استقامت کا پیکر ہو وہی کامیاب و کامران متصور ہوگا۔

ضمیمہ

واقعہ کربلا میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کا کردار

آپؑ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جب آپؑ کو رسول اکرمؐ کی گود میں دیا گیا تو رسول اکرمؐ نے آپؑ کا اسم گرامی زینبؑ رکھا جس کا مطلب ہے باپ کی زینت۔ اور پھر تاریخؑ نے لکھا کہ جناب زینبؑ نے اپنے نام کی کس طرح لاج رکھی۔ خصوصاً میدان کربلا میں روز عاشور بعد عصر جب امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزا و انصار کو شہید کر دیا اور فوج یزید خیام حسینیؑ میں آگ لگانے لگی تو علیؑ کی بیٹی علیؑ بن گئیں۔ اور آگ کے شعلوں سے مستورات بچوں اور بیمار بھتیجے امام زین العابدین علیہ السلام کو باہر نکال کر لائیں۔ اس ہی لئے میدان کربلا میں روز عاشور بعد عصر سے لے کر دربار دمشق تک اور زندان سے رہائی کے بعد مدینے پہنچنے تک آپؑ نے جو ذمہ داریاں نبھائیں اس سلسلے میں تاریخؑ نے آپؑ کو شریکۃ الحسینؑ کے لقب سے یاد کیا۔

یہ آپ ہی کا عظیم کارنامہ تھا کہ بعد کربلا نہ صرف پیغام کربلا کو زندہ رکھا بلکہ اس پیغام کو اس طرح عام کیا کہ یزید تخت و تاج حکومت دولت و ثروت اور فوج رکھنے کے باوجود بھی اس پیغام کو پھیلنے سے روکنے میں ناکام رہا درگزر وہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے شمع امامت حسینؑ ابن علیؑ کو شہید کر کے اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیا ہے۔

جب ہم تاریخؑ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی سربلندی صرف اس لئے نہیں کہ آپ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی بہن ہیں۔ بلکہ آپؑ کی عظمت و سربلندی میں اس عظیم کردار کا اثر بھی ہے کہ جو آپؑ نے بعد کربلا تحریک بیداری کی شکل میں انجام دیا۔ آپ جناب زینب علیہ السلام کا حوصلہ و شجاعت دیکھئے کہ ان پر آشوب حالات میں کہ جہاں چاروں جانب بھائی، بھتیجوں، بیٹوں، اعزا اور انصار باوفا کے لاشے پڑے تھے استقامت کی چٹان بن کر اپنا فریضہ ادا کر رہی تھیں۔

آپ جناب زینب علیہ السلام کا تدبر و فراست دیکھئے کہ جب امام حسین علیہ

السلام کی مدینے سے کربلا روانگی سے قبل جناب ابن عباسؓ اور دیگر اکابرین امام حسین علیہ السلام کو کربلا کا سفر اختیار کرنے سے منع کر رہے تھے۔ جناب زینب علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو اس سفر کو اختیار کرنے سے منع نہیں کیا اس کی دو وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ آپؑ ایک لمحے کے لئے بھی امام حسین علیہ السلام سے جدا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں اور دوسرے یہ کہ جس طرح امام حسین علیہ السلام سانحہ کربلا سے آگاہ تھے اسی ہی طرح جناب زینب علیہ السلام بھی سانحہ کربلا سے آگاہ تھیں۔ اس لئے واقعہ کربلا میں آپؑ کے عظیم کردار کو امام حسین علیہ السلام کے عظیم کردار سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس ہی لئے تاریخ نے لکھا کہ اگر بعد کربلا بازار کوفہ و شام اور دربار یزید میں جناب زینب علیہ السلام کے خطبات نہ ہوتے تو یزید تاریخ کربلا کو مسخ کر دیتا۔

تاریخ میں شریکت الحسینؑ کی حیثیت سے آپ کا کردار اس وقت بھی نظر آتا ہے کہ جب ۷ محرم کو فوج یزید دریائے فرات سے خیام حسینی کو ہٹانے کے لئے پہنچی تو جناب عباس علیہ السلام نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے کہا کہ کس کی مجال ہے کہ خیام حسینیؑ کو دریائے فرات سے ہٹائے امام حسین علیہ السلام کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو آپ جناب زینب علیہ السلام کے پاس آئے فرمایا کہ بہن زینبؑ میرے بھائی کو جلال آ گیا ہے آپ عباسؑ کو بلائیں اور کہیں کہ اس وقت جنگ نہ کریں ورنہ تاریخ لکھے گی کہ حسین اور یزید کے درمیان جنگ پانی کے سبب ہوئی۔ جناب زینب علیہ السلام نے یہ سنا تو جناب فضہ سے کہا کہ فضہ جاؤ اور میرے بھائی عباس سے کہو کہ آپ کی بہن زینبؑ آپ کو بلا رہی ہیں۔ جناب عباسؑ نے یہ سنا تو فوراً خدمت جناب زینب علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور جناب زینب علیہ السلام کے حکم پر اس تلوار کو جس کو پوری دنیا مل کر بھی نیام میں نہ رکھوا سکتی تھی نیام میں رکھ لیا۔

اور پھر تاریخ نے وہ منظر بھی لکھا کہ جب تمام اعزا اور انصار شہادت پا چکے اور امام حسین علیہ السلام میدان کارزار کے لئے روانہ ہونے لگے تو ایک مرتبہ حسرت و یاس سے لاشہ ہائے شہداء کو دیکھا۔ جناب زینب علیہ السلام بھائی کی یہ عالم غربت برداشت نہ کر سکیں آگے

بڑھیں اور امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ بھائی اب جب کہ آپ کو کوئی سوار کرانے والا نہیں تو یہ بہن آپ کو سوار کرائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مورخوں نے لکھا کہ کربلا میں جناب زینب علیہ السلام کا یہ بھی ایک درخشاں کردار ہے کہ جہاں امام حسین علیہ السلام سب کی ڈھارس تھے وہیں جناب زینب علیہ السلام بھی امام حسین علیہ السلام کی ڈھارس تھیں۔

لیکن عزم وہمت کی پیکر یہ عظیم خاتون ایک انسان اور ایک عورت ہونے کے ناطے ۲ مقامات پر مضطرب و پریشان ہوئیں۔ ایک وہ مقام کہ جہاں جب امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہوئے اور یزید کے لشکر پر لشکر آنا شروع ہوئے تو جناب زینب علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ بھائی کیا کوئی ایسا نہیں کہ جسے آپ بھی اپنی مدد و نصرت کے لئے بلا سکیں۔ شاید یہ وہی وقت تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بچپن کے دوست جناب حبیب ابن مظاہر اسدی کو خط لکھا کہ حبیب کربلا پہنچو میں یہاں ترقہ اعدا میں گھر گیا ہوں اور صرف میں ہی نہیں میرے عمر اور سول راویاں بھی ہیں۔

اور دوسرا وقت وہ تھا کہ جب جناب زینب علیہ السلام پریشان ہوئیں اس کے بارے میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بیماری کے عالم میں اپنے خیمے میں لیٹا ہوا تھا۔ اور میری پھوپھی جناب زینب علیہ السلام میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اور میرے برابر والے خیمے میں جناب ابوذر غفاریؓ کے غلام جناب جونؓ میرے بابا کی تلوار کو تیز کر رہے تھے کہ کل روز عاشور میدان کارزار میں کام آسکے کہ اس دوران بابا نے ایک شعر پڑھا کہ دنیا نے اپنا رخ موڑ لیا ہے کیونکہ زندگی انسان سے وفا نہیں کرتی اس لئے اب موت نزدیک ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بابا کے اس شعر کا مطلب سمجھ گیا لیکن میں نے خود کو سنبھالا لیکن میری پھوپھی جناب زینب علیہ السلام یہ شعر سن کر پریشان ہو گئیں اور بابا کے خیمے میں جا کر کہا کہ بھائی جب بابا علی مرتضیٰؑ شہید ہوئے تو بھائی حسنؑ آپؑ اور دوسرے بھائی موجود تھے پھر جب بھائی حسنؑ شہید ہوئے تو آپؑ اور دوسرے بھائی بھی موجود تھے لیکن بھائی اب آپ بھی اپنی شہادت کی اطلاع دے رہے ہیں تو یہ بہن کس کے

سہارے بچے گی۔

اب بحیثیت ایک انسان اور ایک فرزند خاتون کے لئے وہ وقت کتنا پر آشوب اور کٹھن ہوگا کہ جب بعد شہادت امام حسین علیہ السلام دشمن کا ظلم عروج پر تھا اور جب یہ بھی علم نہ تھا کہ دشمن بیمار بھتیجے امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ لیکن اس ہولناک ماحول اور رات کی تاریکی میں بھی جناب زینب علیہ السلام بھی ان فرزند خواتین کو تسلی دیتی تھیں کہ جن کی گود بھی اجڑ گئی تھی اور مانگ بھی تو بھی ان بچوں کو تلاش کر رہی تھیں کہ جو اس خوف و دہشت کے وقت میں پناہ کی تلاش میں تھے اور کبھی بیمار بھتیجے کو جلتے ہوئے خیموں سے نکال کر لا رہی تھیں۔ بس یہاں پر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ذمہ داری صرف علی و فاطمہؑ کی بیٹی اور امام حسنؑ، حسینؑ اور جناب عباس علیہ السلام کی بہن ہی انجام دے سکتی تھیں۔

ان کربناک حالات اور دہشت زدہ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے میں ایک نکتہ کی جانب توجہ دلاؤں گی اور وہ یہ کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عاشورا تلوار پر خون کی فتح کا دن ہے تو تلوار پر خون کی اس فتح میں جناب زینب علیہ السلام کا برابر کردار ہے۔ کیونکہ کربلا تو فتح ہو چکی شہدائے کربلا کا لہو تلوار پر اپنی برتری ثابت کر چکا لیکن قیامت تک کے لئے اس مقدس لہو کو تلوار پر برتری دلانے میں جناب زینب علیہ السلام کا کردار ہے۔

جناب زینب علیہ السلام کا یہ پر عظمت کردار معاشرے میں عورت کے کردار اور عظمت کو ظاہر کرتے ہوئے یہ باور کراتا ہے کہ عورت تاریخ کے حاشیہ کا نام نہیں بلکہ تاریخ کے اصلی متن کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب زینب علیہ السلام ان کٹھن حالات میں ایک حیرت انگیز اور تابناک عظمت کے ساتھ ابھریں اور ایک ایسا کارنامہ انجام دیا کہ وہ دشمن جو اپنے مخالفین کا قلع قمع کر کے اپنے سر پر فتح کا تاج سجانا چاہتا تھا اپنے ہی دارالحکوم اپنے ہی شہر اور اپنے ہی محل میں رسوا ہو گیا۔ اور جناب زینب علیہ السلام نے اس کی پیشانی پر دائمی ذلت و رسوائی کا داغ لگا دیا۔

جب ہم جناب زینب علیہ السلام کے اس عظیم کردار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے

ہیں کہ آپؑ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ خواتین کے حجاب اور پاک دامنی کو کس طرح پروقار اور عظیم جہاد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں ان باعظمت بی بی کی خدمت سلام پیش کروں کہ جہاں ۲ دن پہلے جن کے بھائی، بھتیجوں، بیٹوں اور اعزا اور اقربا کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا اور زندہ بچ جانے والوں کو قیدی بنا کر لوگ خوشیاں منا رہے تھے یا کچھ لوگ آنسو بہا رہے تھے تو اس لرزہ خیز ماحول میں ایک پرعظمت آواز بلند ہوتی ہے اور جناب زینب علیہا السلام اپنے والد سے پرشکوہ لہجے میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اے کوفے والوں بے وفا اور غدار لوگوں تم نے وفاداری کا ڈھونگ رچایا اور شاید تمہیں خود بھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم اسلام اور اہلبیتؑ کے سچے پیروکار نہیں ہو۔ اس ہی لئے میدان عمل میں تمہارے قدم ڈگمگائے اور اس پرآشوب اور فتنے سے پرور میں تم نے اندھے پن کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے تمہارا یہ عمل خود پسندی، جھوٹ اور کنیزوں کی سی چاپلوسی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

آپ کے کہ خطبات تاریخ کے بے مثال اور جرات مندانہ خطبات ہیں کیونکہ آپؑ کے سامنے صرف عام افراد ہی نہ تھے بلکہ آپؑ کے سامنے دربار یزید میں یزید اور اس کے حاشیہ نشین بھی تھے۔ اور پھر کوفہ و شام کے بازاروں میں جہاں آپ تلواروں اور نیزہ برداروں کے نرغے میں تھیں وہیں اس مجمع میں وہ دوغلے کردار کے افراد بھی تھے کہ جنہوں نے جناب مسلمؑ کو ابن زیاد کے حوالے کیا تھا۔ اس لئے ان کے سامنے یہ حیدری اور ہاشمی خون ہی تھا کہ جو اپنا فریضہ ادا کر رہا تھا۔

اب میں ان احساسات کا تذکرہ کروں گی کہ جو فطرت انسانی کا حصہ ہیں اور جہاں رشتوں کی ..... انسانی فطرت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ مناظر بھی ہمیں واقعات کربلا میں نظر آئے ہیں لیکن یہ اس پرعظمت گھرانے کا ہی امتیاز ہے کہ جہاں یہ رشتوں کی محبتیں بھی اللہ کی راہ میں قربان ہو جاتی ہیں۔ اس حوالے سے میری نظروں میں اس وقت میری منظر آ رہا ہے کہ جب روز عاشور حضرت عباس علیہ السلام رخصت آخر کے لئے جناب

زینب علیہا السلام کے پاس تشریف لائے تو جناب زینب علیہا السلام نے کہا کہ عباسؑ میں تمہیں میدان کارزار میں جانے سے روکوں گی نہیں لیکن میری یہ بات سنتے جاؤ میں کم سن تھی اور بابا کی گود میں بیٹھی تھی کہ میں نے دیکھا بابا میرے بازوؤں کا بوسہ لیتے جاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں میں نے کہا بابا آپ رو کیوں رہے ہیں بابا نے کہا زینبؑ ایک دن یہی کوفہ ہوگا اور تمہارے بازو رسن سے بندھے ہوں گے۔ عباسؑ میں سوچا کرتی تھی کہ جس کا ایک بھائی ہو اس کے بازوؤں میں کوئی رسن نہیں باندھ سکتا لیکن میرے تو اللہ رکھے ۱۸ بھائی ہیں اور پھر عباسؑ جس کا تم جیسا بھائی ہو اس کے بازوؤں میں کون رسن باندھ سکتا ہے۔ لیکن اب جب تم بھی شہید ہونے کے لئے جا رہے ہو تو مجھے یقین آ گیا ہے کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ جب میرے بازوؤں میں رسن بندھے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ جناب زینب علیہا السلام کے دل پر اس وقت کیا گذر رہی ہوگی کہ جب روز عاشور وہ نوجوان آپ سے اذن جنگ مانگنے آ رہے ہوں گے کہ جنہوں نے حضرت عباس علیہ السلام کی سربراہی میں ۲۸ رجب کو کہ جب یہ قافلہ مدینے سے کربلا کی جانب روانہ ہونے والا تھا تو مدینے کی گلیوں میں اعلان کر رہے تھے کہ مدینے کے رہنے والوں آج کی شب اپنے گھروں سے باہر نہ نکلنا کیونکہ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں محملوں میں سوار ہوں گی اور پھر یہی خستہ جگر جناب زینب علیہا السلام تھیں کہ بازو رسن سے بندھے اور سروں سے چادریں بھی چھین لی گئیں تھیں اور منادی دینے والا صدا دے رہا تھا کہ اسلام کے ان باغیوں کے گھر والے ہیں جنہوں نے خلیفہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان دشمنان اسلام پر کہ جنہوں نے بانیان اسلام کی اولادوں کو باغی اور خود کو اسلام کا علمبردار کہا۔

اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ اسیروں کا یہ رسن بستہ قافلہ دمشق پہنچا۔ اور اب کیونکہ قیدی بنائی گئی اولاد رسولؐ کو یزید کے دربار میں لانا تھا اس لئے یزید کے دربار کو سجایا جا رہا تھا۔ مورخین نے لکھا کہ اس تزئین و آرائش کی وجہ سے اسیروں کے قافلہ کو ۱۲ گھنٹے تک دربار یزید کے دروازے پر کھڑا رکھا گیا۔ آخر اسیروں کا قافلہ دربار میں داخل ہوا۔ یزید شراب کے نشے

میں چور تخت پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یہ مفلوک الحال غمزدہ قیدی دربار میں آ کر اس سے اپنے لئے رہائی کی التجا کریں گے۔ لیکن اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کہ جب اس نے دیکھا کہ ایک پروقار خاتون کو اس کے درباری آداب کو روندتی ہوئی انتہائی متانت اور بردباری کے ساتھ اسیروں کے قافلے کی رہنمائی کرتی ہوئی دربار میں داخل ہو رہی ہیں۔ یزید یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور انتہائی غصے کے عالم میں اپنے سپاہیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ سپاہیوں نے کہا کہ یہ علیؑ کی بڑی بیٹی زینبؑ ہیں۔

اور پھر جب جناب زینب علیہ السلام نے دربار یزید میں خطبہ دینا شروع کیا تو یہ ہر شخص کو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے منبر کوفہ پر علیؑ بول رہے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے خطبے کے دوران ایک نابینا شخص اپنا سر دیوار سے ٹکراتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ لوگوں کیا قیامت آ گئی ہے۔ میں اپنے کانوں سے گزرے ہوئے لوگوں کی آواز سن رہا ہوں مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے علیؑ خطبہ دے رہے ہوں لوگوں نے کہا کہ قیامت نہیں آئی یہ علیؑ کی بیٹی خطبہ دے رہی ہیں۔ میں یہاں پر کہوں گی کہ اسے بے بصرت لوگوں یہ نابینا شخص صحیح کہہ رہا ہے کہ یہ قیامت نہیں تو اور کیا ہے کہ ظالم اور شرابی کا دربا ہو اور اس دربار میں آل رسولؐ کو قیدی بنا کر لایا گیا ہو۔ اور پھر یہ ان باعظمت اور باہمت خاتون کی جناب زینب علیہ السلام کی ہمت اور حوصلہ ہی تھی کہ کربلا اور بعد کربلا پر درد مصائب برداشت کرنے کے بعد جب یزید نے مدینے سے دوبارہ امام زین العابدین علیہ السلام کو قید کرا کر دمشق بلایا تو آپ بھی امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ دمشق آ گئیں اور جب دمشق میں زینبیہ کے مقام پر کہ جہاں اب آپ کا روضہ مقدس ہے پہنچیں اور اس درخت پر نظر پڑی کہ جہاں سر امام حسینؑ علیہ السلام لٹکایا گیا تھا تو آپ ضبط نہ کر سکیں اور واحسینا کہہ کر گریہ بلند کیا اسی ہی دوران ایک شامی نے جو کہ وہاں کسی باغ میں پانی دے رہا تھا ایک معظمہ کو واحسینا کہہ کر گریہ کرتے ہوئے سنا تو اس نے بغض اہلبیتؑ کے سبب آپ کے سر اقدس پر کھدال سے حملہ کر دیا۔ اس طرح آپ نے بھی جام شہادت نوش کیا اور اپنے بھائی حسین ابن علیؑ کی طرح شہادت سے ہمکنار ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر تا ابد لعنت ہو۔

تعارف

میر نصیر خان احمد زئی (کبرانی) بلوچ (بی اے، تمغہ امتیاز)

سابق وزیر دربار ریاست عالیہ قلات بلوچستان۔

سابق ڈپٹی کمشنر بلوچستان اسٹیٹس یونین۔

سابق چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ بلوچستان

سابق چیئرمین سیکنڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ بورڈ صوبہ بلوچستان

ریسرچ اسکالر بلوچی و براہوی زبان

بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

آغا نصیر خان کی اہم مطبوعات

(۱) بلوچ و بلوچستان کی تاریخ (سات جلدوں میں چھپ چکی ہے)

(۲) بلوچی گرامر انگریزی ورژن۔

(۳) بلوچی گرامر اردو ورژن ۔۔تاریخی ورقیہ انگریزی میں۔۔

(۴) کردگالی (براہوی) گرامر انگریزی ورژن

(۵) کردگالی (براہوی) گرامر اردو ورژن

(۶) بلوچی زبان کے کارگونگ (مصادر)

(۷) مع کردگالی (براہوی) اردو انگریزی معنی

(۸) بلوچستان کے اہم تاریخی واقعات کے متعلق

(۹) کتابچہ قدیم شالکوٹ (موجودہ کوئٹہ)

(۱۰) قاموس بلوچ قبائل

(۱۱) بلوچی رکرد (براہوی) الفاظ کی قافیہ بندی ساخت انگریزی میں